

وَمَا تَذَكَّرُ مِنْ رَسُولٍ فِي لَوْلَا وَمَا نَهِيَ كَمْ عَنْهُ فَلَنْتَهُوا

مسند عبد الرحمن بن عوف



تأليف

أَحْمَدُ بْنُ حَمَدَ بْنُ عَيْشَةَ الْبَرْزَى

(١٢٨٠ هـ)

ترجمة، تخيير وتشريح

حافظ حامد محمود الخضرى

www.KitaboSunnat.com

نظرياتي

وفي مقدمة كتاب عبد الرحمن بن عوف

تقدير

شيخ المحدث عبد اللہ ناصر حماں خطہ



الأنصار للسنن پبلیکیشنز لاهور



معزز قارئین توجہ فرمائیں

کتاب و سنت ڈاٹ کام پرستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔

مجالس التحقیق الایسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشر ہن سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com



مسنّد عبدالرحمن بن عوف

تألیف
ابن محبث محدث عیشی البرقی
(۴۲۸۰ م)

ترجمہ، تحریج و تشریح
حافظ حامد محمد الخضری

www.KitaboSunnat.com

تقریط
شیخ المرثی عبد اللہ ناصر حمّانی حفظہ اللہ علیہ و سلّم

نظریٰ فیض داکٹر عبدالرؤوف ظفر خاں

انصار السنتہ پبلین کیشن لاهور

اسلامی اکادمی، افضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

جملہ حقوق بحق
انصار السنۃ پر بایکی بیشتر
محفوظ ہیں

نامِ کتاب: مُسْكَنْ عَبْدِ الزَّمْرَنِ بْنِ عَوْفَ

تألیف: اَنَجَلْ زَبِحْ سَلَازَ عَلِيِّ بْنِ الْبَرْقِ

تحقيق و تشریع: حافظ حامد محمد الحضرمي

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلمان بلالی
ناشر: ابو منون منصور احمد

اسلامی اکادمی، افضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217

TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511

E-Mail: darussalamny@hotmail.com

Web Site: www.darussalamny.com

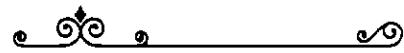


اللَّهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى الْأَئْمَانِ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَيْهِ إِبْرَاهِيمَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيلٌ كَامِيلٌ

اللَّهُمَّ
بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى الْأَئْمَانِ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَيْهِ إِبْرَاهِيمَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيلٌ كَامِيلٌ

فہرست

منہاج الرحمٰن بیوی
9	عرض ناشر.....
11	تقریظ.....
13	مقدمۃ الکتاب.....
56	مسنف کے حالات زندگی.....
63	سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ.....
70	اجازة فی روایة الحدیث.....
74	حدیث نمبر 1: طاعون عمواس.....
92	حدیث نمبر 2: ایضا.....
93	حدیث نمبر 3: ایضا.....
93	حدیث نمبر 4: سجدہ کہو کا بیان.....
95	حدیث نمبر 5: محرم کارات کو کمہ میں داخل ہونا اور موزے پہننا.....
98	حدیث نمبر 6: طاعون.....
99	حدیث نمبر 7: مواخات.....
102	حدیث نمبر 8: ایضا.....



103	* حدیث نمبر 9: ایضاً
104	* حدیث نمبر 10: ریشم پہننا
105	* حدیث نمبر 11: آیت "جاهدوا" کے نفع کا بیان
109	* حدیث نمبر 12: حلف الفضول
112	* حدیث نمبر 13: طاعون
113	* حدیث نمبر 14: ریشم پہننا
113	* حدیث نمبر 15: حدیث قدسی، صدر حجی کا بیان
120	* حدیث نمبر 16: ایضاً
121	* حدیث نمبر 17: ایضاً
121	* حدیث نمبر 18: ایضاً
122	* حدیث نمبر 19: روزہ اور قیام اللیل کے مسائل
122	* حدیث نمبر 20: ایضاً
128	* حدیث نمبر 21: منافقوں کا مومنوں کی حوصلہ لٹکنی کا انداز
130	* حدیث نمبر 22: طاعون
131	* حدیث نمبر 23: تقدیر کا بیان
134	* حدیث نمبر 24: معرکہ بدرا میں قتل ابو جہل کا بیان
136	* حدیث نمبر 25: امیہ کے قتل کا بیان
138	* حدیث نمبر 26: حضرت حمزہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا بیان
141	* حدیث نمبر 27: طاعون
142	* حدیث نمبر 28: تعلق بالقرآن، صدر حجی اور امامت کی فضیلت
145	* حدیث نمبر 29: معرکہ احد میں قتل ابو جہل کا بیان





حدیث نمبر 30: جہر اسود کو بوسہ دینا اور چھوٹنا	149
حدیث نمبر 31: ایضاً	152
حدیث نمبر 32: ایضاً	153
حدیث نمبر 33: جزیہ کا بیان	153
حدیث نمبر 34: ایضاً	156
حدیث نمبر 35: ایضاً	156
حدیث نمبر 36: جادوگروں کے قتل اور جوں کے ساتھ سلوک کا بیان	157
حدیث نمبر 37: صلہ رحی	158
حدیث نمبر 38: ایضاً	158
حدیث نمبر 39: ایضاً	159
حدیث نمبر 40: پگڑی اور موزوں پر مسح کرنا	159
حدیث نمبر 41: صدقہ کی فضیلت اور بھیک مانگنے کی نہت	165
حدیث نمبر 42: ایضاً	165
حدیث نمبر 43: نماز عشاء کو عتمہ کہنا کیسا ہے؟	167
حدیث نمبر 44: ایضاً	167
حدیث نمبر 45: حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف <small>رض</small> کے مابین مقالہ	169
حدیث نمبر 46: صحابہ کرام <small>رض</small> کا زہد	177
حدیث نمبر 47: مریض کی عیادت کرنا	177
حدیث نمبر 48: وعظ کرنے کے اصول و ضوابط	179
حدیث نمبر 49: ایضاً	179
حدیث نمبر 50: طاعون کے بارے	180



180.....	* حدیث نمبر 51: نبی کریم ﷺ کی تجھیز و تکفین اور مدفن کا بیان
183.....	* حدیث نمبر 52: مجوہوں کے ساتھ سلوک
184.....	* فهرس الأحادیث
186.....	* فهرس الآثار
187.....	* فهرس الأعلام



عرضِ ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول الله ، وبعد!

احادیث نبوی علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کی جمع و تدوین مسلمانوں کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال کوئی امت یا قوم پیش نہیں کر سکتی۔ احادیث اور فتن حدیث پر اتنی بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ ان کی فہرست ہی مرتب کرنے کے لیے ایک خیمہ کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسا بحرخ خار ہے کہ جس کے ساحل پر جنپنجے کے لیے ایک مدت دراز درکار ہے۔ یہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس پر امت مسلمہ جتنا فخر کرے کم ہے۔ ایک دوسرے نقطے نظر سے غور کریں تو ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہادی برحق ﷺ کے ایک ایک قول فعل کو حرصِ جان بنائے اور اس کی روشنی میں اپنی دنیاوی اور آخری زندگی کو سنوارے۔

موجودہ زمانے میں جب کہ دین سے بے رغبتی عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا نزول ہوا کہ وقت کی اس اہم ضرورت کے پیش نظر ہم نے ان مجموعہ ہائے احادیث کو بربان اور دو ترجمہ، تخریج اور تشریحات کے ساتھ پیش کرنا شروع کر دیا۔ الحمد للہ آج ہم ”ادب المفرد للبخاری“ اور ”مسند عبد الرحمن بن عوف للبرتری“ کو شائع کر رہے ہیں اور ہم نے ان کتب احادیث کو مروجہ انداز سے ہٹ کر جدید ترین انداز میں پیش کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ قارئین کو یہ انداز پسند آئے گا۔ ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ متن، ترجمے اور تخریج میں کہیں کوئی غلطی نہ رہنے پائے۔ لیکن بشری کمزوری کی بناء پر یعنی ممکن ہے کہ کہیں سہوا کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ تمام اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر ان کو ان کتابوں میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اس سے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ اس کو درست کیا جاسکے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ کلام رسول اللہ کو اس کے شایان شان بہترین انداز میں پیش کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتب احادیث قول عام حاصل کریں گی۔

ہم اپنے مرلي و مرشد فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی ﷺ کے انتہائی شکر گزار ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود ادارہ کی سرپرستی کر رہے ہیں ان کی ترغیب، توجیح اور اشراف کا نتیجہ کہ خدمات حدیث منظر عام پر آ رہی ہیں۔

— 2 —

ممبران ادارہ جناب ابویحیٰ محمد طارق جاوید، منصور سعیم، میاں سجاد، عبد الوحید، شہزاد جاوید، محمد ناظر سدھو، جاوید علی، ظفر اقبال، عمران طاہر، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود نجف، ملک طاہر، محمد عرفان اور مرزا ذاکر احمد کو اللہ تعالیٰ جزاے خیر عطا فرمائے کہ جن کے تعاون سے کتبہ حدیث مظہر عام پر آ رہی ہیں۔
ابومؤمن منصور احمد، جناب محمد رمضان محمدی اور محمد سعیم جلالی حفظہ اللہ علیہ کی تمام کوششیں اللہ عز و جل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کیونکہ ان کے تعاون سے ان دونوں کتابوں کی اشاعت ہوئی۔

آخر میں بھائی عدنان عارف صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری گرداتے ہیں جنہوں نے مسند عبدالرحمٰن بن عوف کے ترجمہ، تخریج اور شرح کے مصارف برداشت کیے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے والد مرحوم کے لیے صدقۃ حارہہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اللہ کے حضور سر بجود ہو کر دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کا نفع عام کر دے، ادارہ کوتاروز قیامت باقی رکھے۔

تاکہ اسلام دشمن توتوں کے خلاف مدد میں اور فقہاء کی علمی تراث کو منصہ شہود پر لاتا رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آله وصحبہ وسلم

مجلہ شوریٰ

محمد اکرم سلفی ابوظہبہ صدیقی

محمد شاہد انصاری حاجی نوید آصف

شمس اشرف

اداره انصارالله پبلی کیشنر، لاہور

تقریظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين
 وعلى آله وصحبه ومن اقتدى بهديه ونهج بنهجه وسن بسته إلى يوم الدين .
 أما بعد!

زیرنظر کتاب درحقیقت ایک عظیم الشان حدیث کی کتاب ہے، یہ حدیث کی کتاب امام احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی (م ۲۸۸ھ) کی (مفقود) مسد سے مخفی عبد الرحمن بن عوف ہے۔ جس میں کل 52 عظیم الفوائد روایات ہیں۔ ان روایات سے شر دین اور غلبہ دین کے تعلق سے بہت سے زریں قواعد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

حافظ حامد محمود بن علی نے بڑی محنت کے ساتھ ترجمہ، تخریج اور علمی شرح سے آراستہ کیا ہے، حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خدمت حدیث کے تعلق سے بُراقیس ذوق عطا فرمایا ہے، کتاب پر کام کا اسلوب ان کے اخلاص اور محبت منح سلف صالحین کا مظہر اتم ہے۔

بھائی ابو حمزہ عبدالحالمیش صاحب رض میرے بہت زیادہ شکر و امتنان کے مستحق ہیں، جنہوں نے کتب حدیث کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ فجزءہ اللہ عنی وعن المسلمين خیر الجزاء .

اس کتاب کی طباعت میں جن جن دوستوں کا کسی بھی اعتبار سے تقاضوں شامل ہے، سب کے لیے اخلاص نیت اور عند اللہ قبول حسن کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کتاب نافع کا نقح عام فرمادے اور ہمیں اپنے پیارے پیغمبر محمد ﷺ کی احادیث مبارکہ کے خدام کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ روز افزوں یہ تنا و خواہش بڑھتی جاری ہے کہ اللہ رب العزت روز حشر طلبۃ الحدیث کے قدموں میں جگہ عطا فرمادے، اللهم آمين ۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آله وصحبہ أجمعین

وکتبہ

عبداللہ ناصر رحمانی

سپرست: ادارہ انصار النبی پبلی کیشنز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام ساتھ (میں شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

مقدمة الكتاب

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ تَحْمِدُهُ، وَتَسْتَعْيِنُهُ، وَتَسْتَغْفِرُهُ، وَتَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلٌّ لَّهُ، وَمَنْ يُضْلِلُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ حَكِيْمٌ تُقْتَلُهُمْ وَلَا تُمْوِيْنَ إِلَّا وَآتَنَّمُ مُسْلِمُونَ ﴾

(آل عمران: ۱۰۲/۳)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنْتُمْ رَبُّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُفَيْسٍ فَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَإِنَّمَا اللَّهُ الَّذِي تَسَاءَلُونَ يَعْلَمُ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْهِمْ رَقِيبًا ﴾ (النساء: ۱/۴)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا أَنْتُمُ رَبُّكُمْ وَمُؤْلُوْنَا قَوْلًا سَدِيْدًا إِنَّمَا يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ طَوْلًا وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ۷۱-۷۰/۳۲)

اما بعد!

فَإِنَّ أَحْسَنَ الْكِتَابِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهَدِيَّ هَذِيْ مُحَمَّدٌ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدُعَةٍ، وَكُلُّ بِدُعَةٍ ضَلَالٌ، وَكُلُّ ضَلَالٍ فِي النَّارِ.

تمہید:

اسلام دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاقْرُمْ وَجْهَكُلِّ الَّذِينَ حَنِيقًا طَفَرَتِ اللَّهُ الْأَنْقَى طَفَرَتِ النَّاسَ عَلَيْهَا طَلَالًا تَبْدِيلَ لِغَيْقِ اللَّهِ طَلَالًا ذَلِكَ الَّذِينَ الْقَيْمُمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (الروم: ۳۰/۳۰)

”پس (اے میرے نبی!) آپ یکسو ہو کر دین اسلام پر قائم رہئے، یہ اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس



کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے، یہی سچا اور صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔“

بخاری، مسلم اور احمد کی حضرت ابو ہریرہ رض سے مردی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا جموی بنادیتے ہیں۔ جیسے مادہ چوپا یہ ایک مکمل چوپائے کو جنتی ہے، کیا اس میں کوئی بچہ کان کھانا ہوتا ہے؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رض نے کہا، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو:

﴿فَطَرَ اللَّهُ أَنْقَى فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا طَلَاقٌ لَا تَبْدِيلٌ لِخَلْقِ اللَّهِ طَلَاقٌ لِلَّذِينَ أَفْلَمُ﴾

(الروم: ۳۰ / ۳۰)

”یہ اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے، یہی سچا اور سیدھا دین ہے۔“

اسلام کا مطلب ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح سمجھیں کہ اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کے فرماں در پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

(محمد: ۴۷ / ۴۷)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو بر بادنہ کرو۔“

حدیث رسول ﷺ قرآن مجید کی تفسیر ہے:

﴿وَأَنْذَلْنَا إِلَيْكَ الِّذِي كُرِّرَ لِتَعْبِيرِ الْمُنَذَّلِينَ مَا مُنْذَلٌ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ۱۶ / ۴۴)

”اے نبی! اور آپ کی طرف ہم نے یہ ذکر اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لئے اس کو جوان کی طرف اتارا گیا واضح کر دو۔“

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اُست کے پاس اپنی قولی یا فعلی سنت سے آیات قرآنی کی وضاحت فرمادیا کریں۔ پس جو وضاحت آپ ﷺ نے فرمائی وہی حدیث رسول ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ إِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَةً وَمُرَانَةً فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَةً

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَةً﴾ (القيامة: ۱۶ / ۷۵ - ۱۹)

”اے میرے نبی! آپ (نزولِ حق کے وقت) اپنی زبان نہ ہلائیے تاکہ اسے جلد یاد کر لیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارا کام ہے۔ اس لیے جب ہم اس کی قراءت پوری کر لیں تو آپ اسے پڑھ لیا کیجیے۔ پھر یقیناً اس کی تفسیر و توضیح بھی ہمارا ہی کام ہے۔“

اس آیت کریمہ میں توضیح و تبیین کا جو ذکر ہے، وہ وہی ہے جس کا القا آپ ﷺ کے قلب الطہر پر ہوتا تھا اور اس کو حدیث نبوی کہتے ہیں۔

جیسے قرآن مجید کی آیات بینات قطعی التثبوت ہیں بعضہ احادیث رسول ﷺ کی قطعیت میں بھی شک و شبہ نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ:

﴿وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ﴾ (النجم: ۴۳/۵۲)

”اور آپ اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ توجی ہوتی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے۔“

سورة النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۴/۱۱۳)

”اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت یعنی قرآن و سنت دونوں کو نازل کیا ہے۔“

نواب صدیق حسن خان قنوبی رضا کلھتے ہیں:

”یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت و حکیمی ہوتی تھی جو آپ کے دل میں ڈال دی جاتی تھی۔“^۱

اس مضمون کی (جن میں کتاب کے ساتھ حکمت کا ذکر ہے) آیتیں کئی ایک مقام پر وارد ہیں۔ امام

شافعی رضی اللہ عنہ آیتوں پر رقم کرتے ہیں:

”فَذَكْرُ الرَّحْمَنِ الْكِتَابُ وَهُوَ الْقُرْآنُ وَذَكْرُ الْحِكْمَةِ فَسَمِعَتْ مِنْ أَهْلِ

الْعِلْمِ بِالْقُرْآنِ يَقُولُ: الْحِكْمَةُ سَنَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ“^۲

”یعنی اللہ نے کتاب کا ذکر کیا اور وہ تو قرآن ہے پھر حکمت کا ذکر فرمایا، میں نے ان اہل علم سے جو قرآن کے مابہر تھے سناؤہ کہتے تھے کہ حکمت سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔“

حافظ ابن قیم حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱ فسیلہ فتح للبیان، تحت الآیۃ.

۲ الرسالہ للشافعی، ص: ۱۱۳۔

وَ

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر دو قسم کی وحی نازل کی اور دونوں پر ایمان لانا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور وہ دونوں قرآن و حکمت ہیں..... کتاب تو قرآن ہے اور حکمت سے باجماع سلف سنت مراد ہے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے جو خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی زبان سے جو خبر دی دونوں واجب التقدیق ہونے میں یکساں ہیں۔ یہ اہل اسلام کا بنیادی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو ان میں سے نہیں ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((أُوتِيَتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)) ① ”مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے یعنی سنت۔“ ②

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات و اعمال کے بغیر کتاب اللہ اور منشاء اللہ کو سمجھنا ممکن نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

پھلو مثال۔ حرام و حلال جانوروں کے بارے میں قرآن و حدیث کے قوانین:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ قُوْمٌ أُجْلَتُ لَهُمْ بِهِمْمَةٍ أَلَّا تَعْمَلُوا إِلَّا مَا يُشْتَدُ عَلَيْكُمْ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْبَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَكَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالظَّبِيعَةُ وَمَا أَكَلَ الشَّبِيعُ إِلَّا مَا ذَكَرْتُمْ وَمَا دُبِّحَ عَلَى النُّصُبِ﴾

(المائدة: ٣١ / ٥)

”اسے ایمان والو! عہد و پیان پورے کرو، تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں، ان کے علاوہ جن کے نام تمہیں بتا دیئے جائیں گے..... تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور خزیر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھنٹے سے مرا ہو اور جو چوت کھانے سے مر گیا ہو، اور جو اپر سے گر کر مر اہو اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر گیا ہو اور جسے درندوں نے

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٣٠٩، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٢٢، مسند احمد: ٢٠١ / ٢، المشکلة رقم: ٩٠، مسند احمد: ٤ / ١٣٠، صحیح ابن حبان، رقم: ٢، ابن حبان اور علامہ البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ کتاب الروح لابن القیم، ص: ٩٢۔

پھاڑ کھایا ہو، لیکن اگر تم اسے ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جسے کسی بت کے آستانوں پر نہ ذبح کیا گیا ہو۔^۱

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِيمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ حَذَنِيرٍ فِي أَنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فُسْقًا أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ﴾ (الانعام: ۶/ ۱۴۵)

”آپ کہہ دیجیے کہ جو کتاب مجھے بذریعہ وحی دی گئی ہے اس میں کسی کھانے والے کے لیے کوئی چیز حرام نہیں پاتا ہوں سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا کہ بہنے والا خون ہو یا خزر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا ایسا جانور جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو۔“

ان دو آیات میں درج ذیل پانچ حرام جانوروں کا ذکر ہے:

مردار، ذبح کے وقت بہتا ہوا خون، خزر کا گوشت، جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، جسے بت کے آستانہ پر ذبح کیا گیا ہو۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ ان دو آیات میں یہ نشانہ ہی بھی کی گئی ہے کہ ان پانچ جانوروں کے علاوہ باقی جانور حلال ہیں، جبکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ کئی مزید جانور بھی حرام ہیں، حتیٰ کہ منکرین حدیث اور علم حدیث پر مختلف پہلوؤں سے اعتراض کر کے اس کی جیت میں تشكیک پیدا کرنے والے بھی قرآن مجید میں مذکورہ حرام جانوروں کے علاوہ دوسرے کئی جانوروں کو حرام سمجھتے ہیں، جبکہ اس معاملے میں رہنمائی صرف اور صرف احادیث مبارکہ سے ملتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رض پیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ، فَأَكْلُهُ حَرَامٌ)) ۰

”درندوں میں سے ہر ”ذی ناب“ جانور کا کھانا حرام ہے۔“

”ذی ناب“ سے مراد ایسا درندہ ہے جو کچلیوں کے ساتھ شکار کر کے کھائے، مثلاً: شیر، بھیڑ، چیتا، گیدڑ اور لومڑ وغیرہ۔ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کے جدت ہونے پر قطعی دلیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی رو سے ان جانوروں کا حرام ہوتا ثابت نہیں ہوتا، لیکن ہر مسلمان ان کو حرام سمجھتا ہے۔ ایسے تمام جانوروں کی حرمت احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رض کہتے ہیں:

^۱ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، رقم: ۴۹۹۴.

۶۰

((نَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلِبٍ مِنَ الطَّيْرِ .)) ①

”رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے کچلی والے اور پرندوں میں سے ”ذی مِخلب“ سے منع فرمادیا۔“

”ذی مِخلب“ سے مراد پنجے سے شکار کرنے والے پرندے ہیں، جیسے: باز، بھری، شکرہ، الو، چیل اور گدھ وغیرہ۔

ہر مسلمان ان پرندوں کو حرام سمجھتا ہے، جبکہ قرآن کی رو سے ان کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس کا منطقی نتیجہ یہی نکتا ہے کہ احادیث نبوی قطعی جلت ہیں، ان کے بغیر مسائل و احکام اور عقائد کو حل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

«حُرِمَتْ عَلَيْكُمُ الْيَيْتَةُ وَالدَّمْرُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَكَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ» (المائدة: ۵ / ۳)

”تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردہ جانور اور خون اور خزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔“

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مردار اور خون حرام ہیں۔

اور اب درج ذیل حدیث پر غور کریں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَحَلَّتْ لَنَا مِيتَانٌ وَدَمَانٌ؛ فَإِنَّ الْمَيْتَانَ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ؛ وَأَمَّا الدَّمَانُ؛ فَالْكَبِيدُ وَالظَّحَالُ .)) ②

”ہمارے لیے دو مردار اور خون حلال کیے گئے ہیں۔ دو مردار مچھلی اور مژدی ہیں اور دو خون گجر (کیج) اور تلی ہیں۔“

قرآن مجید میں مذکورہ مقام پر مردار علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے، لیکن حدیث نے دو قسم کے مردار جانوروں کو حلال قرار دیا ہے۔ یہ حدیث اس بات کا ٹھوں ثبوت ہے کہ احادیث رسول مسٹقل جلت ہیں اور ان سے قرآن مجید کی تخصیص کی جاسکتی ہے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، رقم: ۴۹۹۴.

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمة، رقم: ۲۳۱۴، مسند احمد: ۹۷ / ۲.

تیسرا مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْ تَجْمِعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ﴾ (النساء : ٤ / ٢٣)

”یعنی (اور تم پر حرام کیا گیا ہے کہ) تم دو بہنوں کو جمع کرو۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لِكُمْ مَا دَعَاهُ ذِلِّكُمْ﴾ (النساء : ٤ / ٢٤)

”یعنی اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں ہیں۔“

تفصیل یہ ہے کہ پوتھے پارے کے آخر اور پانچویں پارے کے شروع میں محربات کا ذکر کرنے کے بعد صرف دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے روک کر باقی عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو حلال قرار دیا گیا ہے۔

لیکن درج ذیل حدیث مبارکہ کو بھی ملاحظہ خاطر رکھا جائے تو جیت حدیث روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةَ عَلَى عَمِّيْهَا وَلَا عَلَى خَالِيْهَا﴾ ①

”کسی عورت پر اس کی پھوپھی سے اور کسی عورت پر اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔“

قابل تجسس بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک رشتے کو جمع کرنے سے منع کے بعد مزید کی اجازت دے دی، لیکن احادیث مبارکہ میں دو مزید رشتتوں کی تخصیص کردی گئی، کیا احادیث کی جیت کا انکار کرنے والے بھتیجی پھوپھی اور خالہ بھائی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی اجازت دیں گے؟ ہرگز نہیں، مگر باوجود اس کے جیت حدیث میں تشکیک پیدا کرنے کی ناکام کوشش سے باز نہیں رہتے۔

چوتھی مثال: قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو بلا ناخدا اور بلا تخصیص نماز قائم کرنے اور رمضان

کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ (آلہ بقرۃ: ۲ / ۱۱۰)

”اور تم لوگ نماز قائم کرو۔“

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ (آلہ حزاب: ۳۳ / ۳۳)

”اور تم عورتیں نماز قائم کرو۔“

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۱۰۹، صحیح مسلم، کتاب النکاح، رقم: ۱۴۰۸۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتُبَ عَلَيْنَاهُ الصِّيَامُ﴾ (البقرة: ۲) (۱۸۳)

”اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔“

حضرت معاذہؓ کہتی ہیں:

((إِنَّ اُمَّرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ: أَتَجْزِي إِحْدَانَا صَلَانَاهَا إِذَا طَهَرَتْ؟ فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةً أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا تَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ: فَلَا نَفْعَلُهُ.))

”ایک خاتون نے سیدہ عائشہؓ سے کہا: جب ہم میں سے کوئی عورت (حیض سے) پاک ہوگی تو کیا وہ اپنی نمازوں کی قضاۓ گی؟ انھوں نے کہا: تو حرمودیہ تو نہیں ہے؟ ہمیں بھی حیض آتا تھا، جبکہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں، پس آپ ﷺ ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیتے تھے یا انہوں نے کہا: ہم تو اس طرح نہیں کرتی تھیں۔“

سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذَلِكَ مِنْ نُفْصَانِ دِيْنِهَا.)) ①

”کیا بات ایسے ہی نہیں ہے کہ جب عورت حاضر ہوتی ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟ یہی اس کے دین کی کمی (کی وجہ) ہے۔“

اس مقام پر ہم صرف اس نقطے پر توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں خاتین و حضرات کو پانچ نمازوں اور رمضان کے روزوں کا فرضی حکم دیا گیا، لیکن احادیث مبارکہ کے ذریعے اہم فریضے سے حیض و نفاس والی عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا۔

یہ کتنی بڑی بات ہے کہ مخصوص عورت کو ہر ماہ میں تقریباً چھ سات اور بچے کی ولادت کے بعد زیادہ سے زیادہ چالیس دن نماز نہ پڑھنے کی مستقل اور روزے نہ رکھنے کی عارضی رخصت دے دی جائے۔ ہم بلحاظ جلت قرآن و حدیث میں کوئی موازنہ پیش نہیں کر رہے، کیونکہ دونوں کا مأخذ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

ہم ان نامہ مسلمانوں کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اتنی ناقبت اندیشی بھی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ایک طرف جیت احادیث نبویہ میں تشكیک پیدا کر رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف ان کے گھر میں ان ہی احادیث کی روشنی میں قرآن کریم کے حکم کو مستثنیٰ کیا جا رہا ہوتا ہے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب الحیض، رقم: ۳۲۱.

❷ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۵۱.



اگر تہا کلام مجید امت کی رہنمائی اور لوگوں کی تمام دینی ضروریات کے لیے اکتفا کر سکتا اور منکرین حدیث کے زعم کے بحوجب مہبٹ وحی ﷺ کا محض اتنا فرق ہوتا کہ آپ ﷺ کتاب اللہ کو لوگوں کے ہاتھوں میں دے کر الگ ہو جاتے اور زندگی کے تمام شعبوں میں امت کے سامنے حق و صدق کا کوئی عملی نمونہ نہ ہوتا تو لوگ ہمیشہ گمراہی کی تاریکیوں میں بیٹھلے رہتے اس لیے خدا نے رحیم و دودو نے امت مرحومہ کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہادی عالم ﷺ کی ذات گرامی کو عملی نمونہ کی حیثیت سے دنیا میں بھیجا۔ چنانچہ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تَّبَعُونَ كَمَا يَرْجُوا اللَّهُ وَالْيَوْمَ الْآخِرُ﴾

(الاحزاب: ۲۱/۲۲)

”اے مسلمانو! تمہارے لیے (یعنی) ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں، پیروی کرنے کو رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔“

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مومن کے لیے رسول پاک ﷺ کے اقوال و افعال پیروی کرنے کے لیے بہترین نمونہ ہیں اور آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے مجموعہ ہی کا نام حدیث نبوی ﷺ ہے اور ایک جگہ تو اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو رسول اکرم ﷺ کی پیروی پر موقوف و محصر ثہبہ ریا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿أَقُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُجْنُونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُعَبِّدُكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱/۳)

”اے رسول ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم کو چاہے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَلَمَّا وَرَأَكُوكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فَإِنَّمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَعِدُونَ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مُّمَّا قَضَيْتَ وَلَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: ۶۵/۴)

”اے پیغمبر ﷺ! مجھے آپ کے رب کی قسم کہ جب تک کہ یہ لوگ اپنے باہمی نزاعات کا آپ ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس سے کسی طرح تک دل بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اس کو) قبول کر لیں، اس وقت تک وہ ایمان سے بہرہ مند نہیں۔“

اس آیت میں رب جلیل نے اپنے نفس کریمہ کی قسم کھائی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک رسول اکرم ﷺ کو اپنے جمیع امور میں حکم نہ ہنائے پس آپ ﷺ نے جو کچھ فیصلہ کیا اور جو حکم دیا ہو،

اس کی اطاعت و اقتیاد ظاہر اور باطنًا واجب ہے اور آپ ﷺ کے فیصلے اور احکام وہی ہیں جو احادیث نبوی یہ مذکورہ کی شکل میں مدون ہوئے اور پھر ایمان و اسلام کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے احکام و فرماں بردا یعنی احادیث الرسول ﷺ پر ناگواری بھی محسوس نہ کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے ارشادات گرامی کے سامنے سرتسلیم خم نہیں کرتا اور اسے آپ ﷺ کے فیصلے ناگوار ہیں، اس کو ایمان و اسلام سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس معنی میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَأَهْبَاطًا لِمَا جِئْتُ بِهِ۔)) ۰

www.KitaboSunnat.com

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۴/۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اس آیت میں عمل بالحدیث کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اطاعت رسول ﷺ اس وقت تک تحقق نہیں ہوتی جب تک آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر عمل نہ کیا جائے اور بجز اتباع سنت اور اعتضام بالاحادیث کے اس کی کوئی صورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا قرآن عمل بالسنة اور اتباع حدیث کا داعی ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جو محبت تھی، اس کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ شامی فوج نے محض لا علیٰ کی بنا پر ایک حدیث سے اعتنا نہ کیا اور اس پر عمل نہ ہوا تو حضرت عبادہ بن صامت النصاری ﷺ نے شام کی سکونت ہی ترک کر دینی چاہی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے عامل تھے۔ حضرت خلیفہ آبڈی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام حکم بھیجا کہ وہ قیصر روم کے خلاف فی سبیل اللہ رزم خواہ ہوں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ میں شریک ہوئے۔ انہی ایام میں انہوں نے دیکھا کہ بعض لشکری سونے کے مکٹرے دیناروں کے عوض میں اور چاندی کے مکٹرے درہموں کے بدله میں فروخت کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کہنے لگے۔ لوگوں تم تو سود کھاتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ سونے کو سونے کے عوض میں فروخت کرنا ہو تو برابر مقدار میں بچا کرو۔ اس بیع میں نہ کی بیشی ہوا رہ مہلت، بلکہ دست بدست سودا ہو۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے ابوالولید! میری رائے میں ایسا لین دین ربا میں داخل نہیں اور میرے خیال میں یہ تقاضل شرعاً جائز ہے۔“ یہ سن کر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ناخوش ہوئے اور فرمانے لگے: ”میں تم سے پیغمبر ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے پیش کر۔“

❶ المشکاة، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنۃ، رقم: ۱۶۷، شرح السنۃ للبغوی، رقم: ۱۰۴۔

ہو۔ اگر میں یہاں سے صحیح وسلامت واپس گیا تو کبھی ایسے ملک میں نہ رہوں گا جہاں تمہاری حکومت ہوگی۔“
جب جہاد سے فراغت پا کر مراجعت کی تو حضرت عبادہ بن شٹو بجائے دمشق مدینہ طیبہ چلے آئے اور امیر المؤمنین بن علی سے ملاقات کی۔ حضرت عمر بن شٹو نے فرمایا: اے ابوالولید! آپ یہاں کیوں چلے آئے؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ امیر المؤمنین بن علی نے فرمایا: اے ابوالولید! تم اپنے ملک میں جاؤ۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خدا نے غیر اس ملک کو دیران کر دے گا جس میں تم اور تمہارے چیزے (دوسرا باغدا) لوگ نہ ہوں گے اور امیر معاویہ بن علی کو لکھا کہ تمہیں ان پر کچھ حکومت نہیں ہے اور تمہیں چاہیے کہ لوگوں کو ان کے قول پر چلنے کی ترغیب دو۔ کیونکہ صحیح حکم شریعت وہی ہے جو یہ کہتے ہیں۔*

چونکہ قرآن و حدیث کا سرچشمہ ایک ہی جگہ سے پھوتا ہے اس لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود بن عثیمین نے حدیث کے مضمون کو داخل قرآن بتایا۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم کو گوداتی اور گدوتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنوتی اور چنوتی میں اور دانتوں کو باریک کرتی ہیں اور بزم خود خوبصورتی کی خاطر خالق کی پیدا کردہ حالت میں تبدیلی کرنا چاہتی ہیں۔ جب ابن مسعود بن عثیمین کا یہ قول قبیلہ بنی اسد کی ایک خاتون اُم یعقوب کے گوش زدہ ہوا تو وہ بڑی حرمت کے ساتھ حضرت ابن مسعود بن عثیمین کے پاس آئیں۔ آپ قرآن پڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابن مسعود بن عثیمین سے کہنے لگیں۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ عورتوں پر لعنت کرتے ہیں؟ کہنے لگے، میں ایسی عورتوں پر کیوں لعنت نہ کروں جن پر اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ لعنت قرآن میں بھی مذکور ہے۔ اُم یعقوب کہنے لگیں، میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے اس میں یہ لعنت کہیں مذکور نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اگر آپ قرآن کو توجہ سے پڑھیں تو اس میں یہ آیت موجود تھی:
 ﴿وَمَا آتَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷ / ۵۹) ”رسول اللہ جو کچھ تمہارے سامنے پیش کریں اسے قبول کرو اور جس سے منع کریں، اس سے باز رہو۔“

قارئین! جس محفوظ طریق پر قرآن مجید نازل ہوا، یعنی اس کے اصولوں اور ادکامات کی تفسیر و توضیح بھی پوری حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ انہیں ہاتھوں محفوظ ہوئی:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ﴾ (الحجر: ۱۵ / ۹)

”بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

حدیث کی حفاظت اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس اسوہ حنفی محفوظ رکھنے کا شدید

۱ سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول الله والتغلیظ على من عارضه، رقم: ۱۷۔

۶۶

احساس تھا، اس بات کی دلیل وہ بیمیوں روایات ہیں جن میں احادیث کو لکھنے، سیکھنے سکھانے اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین موجود ہے:

((تَسْمِعُونَ مِنْتَهِيَّ، وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ، وَيُسْمَعُ مِنْ سَمَعَ مِنْكُمْ۔)) ①

”تم لوگ مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنائیں گے اور پھر تم سے سنتے والوں سے بھی لوگ سنیں گے۔“

مزید برآں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((نَصَرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَاعَاهَا، ثُمَّ أَدَهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا۔)) ②

”الله تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق اور چمک عطا فرمائے جس نے میری بات سنی، اور پھر یاد رکھی، اور پھر وہ بات اس شخص تک پہنچا دی، جس نے اسے سنائیں۔“

مذکورہ بالا حدیث شریف میں ان صحابہ کرام ﷺ کے لئے دعا فرمائی گئی جو آپ ﷺ کی حدیث کی حفاظت کرتے اور ضبط میں رکھتے اور پوری صحت اور اتقان کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دیتے۔ حفاظ حدیث اور مبلغین حدیث کے لئے رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ حفظ حدیث، تبلیغ حدیث اور نشر حدیث آپ ﷺ کی رضا اور ولی چاہت تھی۔ یہی عہد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اب تک کوئی بھی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں حدیث اور روایات لکھنے کا سلسلہ منقطع ہوا ہو۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے جو لفظ سنتا تھا اسے یاد کرنے کے لیے لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر قریش کے لوگوں نے مجھے لکھنے سے منع کیا اور کہا: تم ہر بات لکھتے ہو۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے منہ اقدس کی طرف شارہ کیا اور فرمایا:

”أَكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِيْ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ۔“ ③

”تم لکھا کرو، تم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس (منہ) سے حق کے سوا

① سنن ابی داؤد، کتاب العلم، رقم: ۳۱۵۹، سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ۱۷۸۴۔

② شرف اصحاب الحديث، رقم: ۲۰، موافقة الخبر الخبر لابن حجر: ۱/۱۷۱۔ حافظ ابن حجر نے اسے ”صحیح المتن“ قرار دیا ہے۔

③ سنن ابو داؤد، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶، مسند احمد: ۱/۱۶۲، مستدرک حاکم: ۱/۱۰۵، سلسلة الصحيحۃ، رقم: ۱۰۳۲۔

کچھ نہیں لکھتا ہے۔“

سیدنا انس رض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”فَيَدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ۔“ ۰ ”علم کو لکھ کر محفوظ کرو۔“

اسلام کے قرن اول میں حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و تلقینات اور حیاتِ طیبہ کے کارنائے اس وسعت و تفصیل کے ساتھ جمع کیے گئے کہ دنیا کی کوئی قوم اپنے بانی مذہب کے سوانح حیات سے متعلق اس قسم کی کوئی نظری پیش نہیں کر سکتی اور پھر اس جامعیت وہ مگری کے ساتھ ساتھ واقعات نگاری کی صحت کا یہ عالم ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب اپنی آسمانی کتاب کے لیے بھی اتنا اہتمام نہ کر سکا اور پھر الحلف یہ کہ حضرت سید العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھ سوا لاکھ صحابہ میں سے قریباً تیرہ ہزار اصحاب کے حالات و سوانح اسماء الرجال کی کتابوں میں بالاستقلال منضبط ہوئے بلکہ صحابہ کے دیکھنے والوں اور پھر ان کے دیکھنے والوں کے واقعات بھی قریباً ایک لاکھ کی تعداد میں ضبط تحریر میں آئے۔

محمد شیخ کرام نے اپنی عزیز عمر میں صرف اس ایک کام میں صرف کردیں کہ حدیث و روایت کے حاصل کرنے کے لیے ایک ایک شہر اور گاؤں میں جائیں۔ روایت سے ملیں اور ان سے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور ہر قسم کے دوسرے متعلقہ معلومات حاصل کریں۔ ان حضرات نے احادیث کے جمع کرنے میں جو مختین اٹھائیں، ان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اگر ان کو پتہ چلتا تھا کہ صد ہا میل کے بعد صافت پر ایک شخص کسی حدیث کی روایت کرتا ہے تو ان کی اولوالعزمی اور شیفتشیگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مشقت کو بھی اپنے دوش ہمت پر اٹھائیتی اور وہ صعبوبت سفر اٹھا کر اس ایک حدیث کو حاصل کرتے۔

کثیر بن قیس کا بیان ہے کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابو درداء رض (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور ابو درداء رض سے کہنے لگا کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم ایک حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہو، میں صرف اس حدیث کے لیے آیا ہوں۔ اس کے سوا مجھے یہاں کوئی کام نہ تھا۔ حضرت ابو درداء رض نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ”جو کوئی تحصیل علم کی راہ پر چلے، حق تعالیٰ اس کو جنت کی راہوں پر چلائے گا۔ بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضا مندی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کے فرشتے یہاں تک کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی عالم کی سلامتی کے لیے دست بدعا ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی

فضیلت ہے جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو دوسرا کواکب پر حاصل ہے۔ علا، انہیا کے وارث ہیں۔ انہیاء ورش میں درہم اور دینار نہیں چھوڑ گئے بلکہ ان نفوس قدیمه نے اپنا ترکہ علم دین کی شکل میں چھوڑا ہے۔ پس جس کسی نے علم (دین) حاصل کیا، اسے حظ و فرنصیب ہوا۔^۱

اور یعنی! حضرت ابوالیوب انصاری رض کو اطلاع ملی کہ عقبہ بن عامر جنہی رض کی حدیث کی روایت کرتے ہیں، عقبہ ان ایام میں امیر معاویہ رض کی طرف سے مصر کے عامل تھے۔ حضرت ابوالیوب انصاری رض ایک حدیث کے حصول کے لیے عالم پیری میں راہی مصر ہوئے۔

وہاں پہنچ کر پہلے مسلمہ بن محمد انصاری خزری کے مکان پر گئے۔ حضرت مسلمہ رض کو اطلاع ہوئی تو بجلت تمام گھر سے باہر نکل آئے اور معافانہ کیا۔ پھر پوچھا کہ کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابوالیوب رض نے فرمایا کہ عقبہ رض کا مکان بتاؤ۔ غرض مسلمہ رض سے بجلت رخصت ہو کر عقبہ رض کے مکان پر پہنچے اور ان سے حدیث دریافت کی اور فرمایا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جانے والا کوئی نہیں۔ حدیث سن کر اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی۔^۲

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رض صرف ایک حدیث کی خاطر مہینہ بھر کا طویل سفر برداشت کر کے عبد اللہ بن انس اسلامی رض نامی ایک صحابی کے پاس پہنچے تھے۔^۳ یہ حدیث قصاص کے متعلق تھی۔
حضرت سعید بن میتب تابعی ایک ایک حدیث کے لیے کئی کئی دنوں اور کئی کئی راتوں کا سفر کرتے رہے ہیں۔
کمکول تابعی نے طلب حدیث میں بڑی بڑی صعوبتیں اٹھائیں۔ انہوں نے حدیثیں جمع کرنے کے طویل سفر کیے۔ شروع میں کسی کے غلام تھے اور غلامی ہی کے زمانہ سے تحصیل علم شروع کر دیا تھا۔ حصول آزادی کے بعد طلب حدیث کے لیے ساری اسلامی دنیا میں پھرے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آزاد ہونے کے بعد مصر کا سارا علی ذخیرہ سمیت لیا۔^۴

کمکول مصر سے مدینہ اور مدینہ منورہ سے عراق پہنچے۔ ان دنوں علمی سرچشمتوں سے سیراب ہونے کے بعد شام کا سفر کیا اور تمام شامی علماء و محدثین کے فیض صحبت میں اپنے دامن کمال کو بھرا۔ غرض انہوں نے حدیث کی

^۱ سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، رقم: ۳۶۴۔

^۲ مسند احمد: ۴ / ۱۵۲۔

^۳ صحيح بخاری، کتاب العلم، باب ۱۹، الخروج فی طلب العلم تعلیقاً.

^۴ تحریر اسماء الصحابة للذہبی، ص: ۳۲۰، رقم: ۳۰۶۱۔

^۵ طبقات ابن سعد: ۵ / ۸۹، طبع قدیم۔

خلاف میں دنیا کے اسلام کا چپہ چھپہ چھان مارا۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے حدیث کی جستجو میں تمام روئے ز میں کا چکر لگایا۔ ① اسی طرح مسروق تابعی تخلیل حدیث کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے رہے۔ ② اور پھر یہ نہیں کہ کسی نے جو کچھ کہیں سے سنارطب و یا بس بلا تامل قبول کر لیا بلکہ اگر کسی غیر صحابی سے کوئی روایت سنتے تھے تو راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کی پوری تحقیق کر کے اس کی اصلیت معلوم کرتے تھے۔ ایک جامع حدیث بزرگ مؤمل بن اسماعیلؓ (المتونی ۲۰۶ھ) کو ایک حدیث کی تحقیق کے لیے کئی مہینے تک مختلف شہروں کے چکر کاٹنے پڑے تھے۔ چنانچہ عراقی نے شرح مقدمہ ابن الصلاح میں لکھا ہے کہ ہم سے مؤمل بن اسماعیلؓ نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک بزرگ نے وہ حدیث روایت کی جس میں اللہ الگ سورتوں کے فضائل مذکور ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ روایت کہاں سے پہنچی ہے؟ انہوں نے کہا، مجھ سے پہلے ماں کے فلاں بزرگ نے جو اس وقت زندہ و سلامتی موجود ہیں، بیان کی تھی۔ یہ سن کر میں نے ماں جانے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر اس بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس اس حدیث کی کس نے روایت کی تھی؟ انہوں نے کہا، واسط کے فلاں بزرگ نے جو ہنوز قید حیات میں ہیں۔ میں واسط پہنچا اور حدیث سنا کہ پوچھا کہ آپ نے اسے کہاں سے حاصل کیا تھا؟ انہوں نے کہا، یہ حدیث مجھ سے بھرہ کے فلاں شیخ نے بیان کی تھی، میں بصرہ گیا اور شیخ مذکور سے مل کر حدیث کی نسبت استفسار کیا۔

مؤملؓ کا بیان ہے کہ بصری شیخ نے فرمایا کہ عبادان کے فلاں بزرگ نے مجھ سے اس کی روایت کی تھی۔ میں نے وہاں عبادان کا راستہ لیا اور مشاریلہ بزرگ سے ملاقات کر کے حدیث کی نسبت استفسار کیا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک طرف لے چلے۔ آخر ایک مکان میں داخل ہوئے جہاں متصوفہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ ان کے پیر اور مرشد بھی تشریف فرماتھے۔ ساتھ لے جانے والے نے اس پیر و مرشد کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس بزرگ ہستی نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا آپ سے کس نے اس حدیث کی روایت کی ہے؟ انہوں نے کہا، مجھ سے کسی نے اس کی روایت نہیں کی لیکن جب ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن کی طرف سے اعراض اور غفلت کر رہے ہیں تو اس خیال سے یہ حدیث خود وضع کر لی کہ لوگوں کے دل قرآن خوانی کی طرف مائل ہوں۔ ③

① تذكرة الحفاظ: ۱۰۸/۱.

② تجرید اسماء صحابہ، ص ۲۹، رقم: ۲۷۵۷۔

③ التقدید والایضاح، ص: ۱۱۲-۱۱۳، طبعہ اولی ۱۳۵۰ھ۔

عہد نبوی میں کتابت حدیث

احادیث نبویہ ﷺ کی توضیحات قرآن کے مطلب و مقصد کا روشن آئینہ ہیں۔ جب تک صحیفہ قدس کے اجمال کو حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں نہ واضح کیا جائے۔ کتاب اللہ کا اصل منشاء و مفہوم آنکھوں سے اوچھل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل زندگہ و ضلال تصریحات نبویہ ﷺ کے قبول کرنے میں لیت و حل کرتے ہیں اور جس کی آیت قرآنی میں الحاد و تحریف کرنا چاہتے ہیں تو یہ ناپاک حیلہ تراش کر احادیث رسول ﷺ کو ناقابل قبول نہ کھراتے ہیں کہ حدیثیں تو عہد رسالت کے ذریعہ دو سال بعد لکھی گئی تھیں۔ ہر چند کہ ان کی یہ کذب آفرینی ہمارے لیے کسی طرح مصنفوں کیونکہ محدثین کرام نے دو تین صد یوں کے بعد بھی جو کچھ قلمبند کیا وہ انہیں شفہ راویوں ہی کی وساطت سے پہنچا تھا تاہم جلد دینا ضروری ہے کہ ان کا یہ بیان سرایا دروغ اور حقیقت سے قطعاً عاری ہے۔ تدوین حدیث کا کام عہد رسالت ہی میں نہ صرف پوری سرگرمی سے جاری تھا بلکہ شارع علیہ السلام خود وقتاً فوقتاً احکام و مسائل قلمبند کر دیا کرتے تھے۔

عہد نبوی سے پہلی صدی ہجری کے خاتمه تک کے جامعین حدیث اور قلمبند کی ہوئی یادداشتیں اور مجموعوں کا سلسلہ کچھ اس طرح ہے:
صحیفہ علی بن ابی طالب:

یہ صحیفہ سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس موجود تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے لکھوا�ا تھا۔ جناب ابو حیفہ کہتے ہیں کہ: ”میں نے علی علیہ السلام سے پوچھا آپ کے پاس کوئی عیحدہ کتاب ہے؟ (جو اور مسلمانوں کے پاس نہ ہو) فرمایا: نہیں، مگر اللہ کی کتاب یا وہ کچھ (کتاب و سنت کی فہم و فرست) جو ہر مسلمان کو دی گئی ہے، یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت اور قید یوں کے آزاد کرنے کے احکام اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بد لے میں قتل نہ کیا جائے۔“^۱

الصحابۃ الصادقة:

سیدنا عبد اللہ بن عمر و علیہ السلام (م ۲۵ھ) نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ مرتب کیا جسے ”الصحابۃ الصادقة“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذاکر صحیفہ صالح لکھتے ہیں: ”اگرچہ یہ صحیفہ اصلًا ہم تک نہیں پہنچا

^۱ صحیح بخاری، باب کتابة العلم، رقم: ۱۱۱، سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء لا یقتل مسلم بکافر، رقم: ۱۴۱۲۔

مگر یہ مسند احمد میں جوں کا توں محفوظ ہے۔^۱

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن حیثیہ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے بذاتِ خود یہ صحیفہ رقم کیا اور اس کا نام ”الصحیفۃ الصادقة“ رکھا۔ فرماتے ہیں:

”الصادقة صحیفۃ کتبتہا من رسول الله و قال: هی الصادقة فیها ما سمعته من

رسول الله ﷺ و لیس بینی و بینہ أحد.“^۲

”الصادقة ایک صحیفہ ہے جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سن کر لکھا ہے۔ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔“

ابن اشیٰ فرماتے ہیں: ”اس میں ایک ہزار احادیث تھیں۔“^۳

عمرو بن حزم بن حیثیہ کی کتاب:

رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا عمرو بن حزم بن حیثیہ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا تو انہیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا جس میں احکام اور دینی ہدایات موجود تھیں:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ، وَالسُّنْنُ، وَالدِّيَاتُ، وَبَعَثَ عَمْرَو بْنَ حَزْمٍ فَقَرَأَتُ عَلَى أَهْلِ الْيَمَنِ.“^۴

”پاشا رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی طرف ایک نامہ تحریر فرمایا، جس میں فرائض، سنن اور دیات کے مسائل تھے۔ آپ ﷺ نے یہ نامہ دے کر عمرو بن حزم بن حیثیہ کو بھیجا، پھر اہل یمن پر یہ تحریر پڑھی گئی۔“

یاد رہے کہ رسول کریم ﷺ کے لکھانے کے بعد انہوں نے اس میں مزید ایک فرمان نبوی شامل کر کے ایک اچھی خاصی کتاب مرتب کر لی۔ چنانچہ ”اعلام السائلین عن کُتُبِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ لِابْنِ طَلْوَنَ“ میں عمرو بن حزم بن حیثیہ کی تالیف بطور ضمیرہ شامل اور محفوظ کردی گئی ہے۔

سیدنا انس بن حذیفہ کا مجموعہ:

سعید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک بن حیثیہ سے جب زیادہ اصرار سے کہتے تو وہ ہمارے

^۱ علوم الحديث و مصطلحه، ص: ۲۷۔

^۲ تقید العلم، ص: ۸۲، اسد الغابة: ۲۳۴ / ۳۔

^۳ اسد الغابة، ترجمة عبداللہ بن عمرو: ۲۳۲ / ۳۔

^۴ ابراء الغليل، رقم: ۲۲۲۸۔

۶۰

لیے ایک دستاویز نکال لاتے اور کہتے: یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنیں اور لکھ کر دربار رسالت میں پیش کیں۔ ①

نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کی خواہش پر اور کبھی از خود ان کے لئے احادیث لکھوائیں تھیں مثلاً: سادا تنا ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، ابو بکر، عمر بن خطاب، عثمان، ام سلمہ، ابو موسی اشعری، ابو زر غفاری، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل ②

عہد صحابہ کرام ﷺ میں کتابتِ حدیث

صحابہ کرام ﷺ کے عہد میں بھی کتابتِ حدیث کا کام جاری رہا۔ اس مبارک دور میں صحابہ کرام ﷺ نے زیادہ تر اپنی ذاتی یادداشتوں کو قلم بند کرنے پر توجہ دی۔ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اشخاص اور مختلف قبائل کے نام جو فرمائیں لکھوائے تھے وہ اگرچہ زیادہ تر شخصی حیثیت رکھتے تھے، تاہم ان سے بھی شرعی مسائل مستبط ہو سکتے تھے، اس لیے صحابہ کرام ﷺ نے احادیث کا جو تحریری ذخیرہ جمع کیا تھا، اسی سلسلہ میں یہ بھی داخل ہیں اس قسم کے فرمان متعدد صحابہ کے پاس محفوظ تھے، سیدنا مجاهد بن جوشہ کے بھائی کو قبیلہ بنو سدوں نے قتل کر دیا تھا، وہ آپ کے پاس آئے اور دیت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ میں مشرک کی دیت تو نہیں دے سکتا، لیکن ایک فرمان لکھ دیا کہ مشرکین بنو ذل کے یہاں سے جو خس آئے اس میں سے ان کو سو اونٹ دیے جائیں چنانچہ انہوں نے ایک حصہ وصول کر لیا، جو باقی تھا اس کو وصول کرنے سے پہلے بنو ذل نے اس کا معاوضہ دوسرے ذرائع سے پورا کر دیا۔ ③

سیدنا یزید بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ کھڑے تھے کہ پرانا نہ موٹھض ہاتھ میں سرخ چڑالیے ہوئے آیا، ہم نے اس تو پیڑ کر دیکھا تو وہ فرمان تھا، ہم نے پوچھا اس کو کس نے لکھا ہے؟ وہ شخص بولا رسول اللہ ﷺ نے۔ ④

طبقات الصحابة:

اگرچہ محدث ابو زر عد کے قول کے مطابق صحابہ کرام ﷺ کی تعداد لاکھوں سے تجاوز تھی۔ تاہم علامہ ذہبی

① مستدرک حاکم: ۳/۵۷۳ - ۵۷۴.

② سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والاماارة، باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذی القربی، رقم: ۲۹۹۰.

③ سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والاماارة، باب ما جاء فی سهم الصافی، رقم: ۲۹۹۹.

نے طبقات الحفاظ میں جن صحابہ کا تذکرہ کیا ہے اور جن کی نسبت لکھا ہے تیرتھیج میں ان سے مدد نہیں مردی ہیں ان کی تعداد صرف ایک سو پانچ ہے، لیکن شخص و تلاش سے اس پر اور صحابہ کے ناموں کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے، چنانچہ مند ابو داؤد طیاری کی جو دوسری صدی کے اخیر میں تصنیف ہوئی ہے اس میں تقریباً ڈھائی سو صحابہ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایتیں ہیں۔

علامہ ذہبی کی رائے کے مطابق ان ایک سو پانچ صحابہ میں انھائیں صحابہ ایسے ہیں جن کے نام سے علم حدیث کے اکثر صفات مزین ہیں، لیکن ان انھائیں صحابہ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عام محدثین کی تصریح کے مطابق ۲ صحابہ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کثیر الروایات ہیں اور علم حدیث میں نصف سے زیادہ صرف ان ہی کی روایتیں ہیں اور چونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

(مَنْ حَفِظَ عَلَىٰ أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا يَتَفَعَّدُ بِهَا بَعْثَةُ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا۔) وَفِي رِوَايَةِ كُتَّبَ فِي زُمْرَةِ الْعُلَمَاءِ وَصَرِيرَ مِنْ جُمْلَةِ الشُّهَدَاءِ۔ ①

”جس نے کم از کم چالیس حدیثیں بھی میری امت کو پہنچادیں اس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا۔“ اس لیے محدثین نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جن کی روایتیں چالیس سے کم ہوں گی وہ قلیل الروایات شمار کی جائیں گے، اس بنا پر قلت و کثرت روایت کی حیثیت سے محدثین نے صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار طبقے قرار دیے ہیں:

① پہلا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں۔

② دوسرا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں۔

③ تیسرا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے زیادہ ہیں۔

④ چوتھا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں۔

لیکن چونکہ پانچ سو سے چالیس تک کے رواۃ زیادہ ہیں، اس لیے اس کے دو حصے کر دیے ہیں، سو سے پانچ سو تک ایک طبقہ اور چالیس سے سو تک دوسرا طبقہ، اس تفصیل کی رو سے ہم نے صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیے ہیں:

① وہ صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں۔

② وہ صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں مگر ہزار سے کم۔

① شعب الإيمان للبيهقي ۱/۲۷۱، رقم: ۱۷۲۷۔

- ③ وہ صحابہ کرام ﷺ جن کی روایتیں سویا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو سے کم۔
 ④ وہ صحابہ کرام ﷺ جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے زیادہ ہیں مگر سو سے کم۔
 ⑤ وہ صحابہ کرام ﷺ جن کی روایتیں چالیس سے کم ہیں۔

عام محمد شین اگرچہ پہلے طبقے میں صرف چھ صحابہ یعنی سیدنا ابو ہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا جابر بن عبد اللہ اور سیدنا انس بن مالک ﷺ کو داخل کرتے ہیں لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے کثیر الروایہ میں صحابہ کرام ﷺ میں آٹھ کا نام لیا ہے، چنانچہ از الہ الخفاء میں لکھتے ہیں:
 صحابہ کرام ﷺ بیناً عختار کثرت وقلت روایت حدیث برچار طبقہ اند مکفرین کہ:

”مردیات ایشان ہزار حدیث فصاعدًا یا زیادہ، متوضئین کہ مردیات ایشان پانچ صد حدیث فصاعدًا باشد بکثیر ابو موسیٰ اشعری، براء بن عازب، وحییکہ مردیات ایشان چهل حدیث باشد فصاعدًا تاسہ و صدر اچھار صدر حدیث شریف آمده است ”مَنْ حَفِظَ عَلَىٰ أُمْتَنِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا حُشِّرَ مَعَ الْعُلَمَاءِ أَوْ كَمَا قَالَ“ و مقلین کہ مردیات ایشان تا چهل نبی رسد، جمہور محمد شین گفتہ اند کثیر الروایات کہ مکفرین از صحابہ ہشت کس اند، ابو ہریرہ، عائشہ، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر و بن العاص، و انس وجابر و ابو سعید خدری ﷺ“ ۰

لیکن شاہ صاحب کا دعویٰ محمد شین کی تصريحات کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الصلاح لکھتے ہیں:
 ”عن أحمد بن حنبل قال: ستة من أصحاب النبي ﷺ أكثرروا الرواية عنه وعمر و أبو هريرة و ابن عمر وعائشة و جابر بن عبد الله و ابن عباس وأنس حفظهم .“

”امام احمد بن حنبل ﷺ نے فرمایا کہ چھ صحابہ کثیر الروایات ہیں اور انہوں نے طویل عمریں پائی ہیں، ابو ہریرہ، ابن عمر، عائشہ، جابر، ابن عباس اور انس ﷺ“
 علامہ بدر الدین یعنی سیدہ عائشہ ﷺ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

”وكانت واحد السيدة الذين هم أكثر الصحابة رواية .“ ۰

”سیدہ عائشہ ﷺ ان چھ صحابہ میں تھیں جو کثیر الروایتے ہیں۔“

۱ ازالۃ الخفاء، ص ۲۱۴ مقصد دوم.
 ۲ عمدة القارئ: ۴۵ / ۱.

لیکن اصل یہ ہے کہ عام محمد شین نے سیدنا ابوسعید خدری رض کا نام کثیر الروایت صحابہ کے ساتھ نہیں لیا، حالانکہ ان کی مرویات ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔ ① شاہ صاحب سیدنا عبد اللہ بن عمر و بن العاص رض کو طبقہ اول میں داخل کرتے ہیں حالانکہ ان کی روایتوں کی تعداد صرف سات سو ہے۔ ② اس لیے کثیر الروایت صحابہ جن کا نام طبقہ اول میں لیا جاسکتا ہے سات ہیں، سیدنا ابوہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدہ عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا جابر بن عبد اللہ، سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابوسعید خدری رض۔
شاہ صاحب نے دوسرے طبقہ میں سیدنا براء بن عازب رض اور سیدنا ابوموئی اشعری رض کا نام لیا ہے حالانکہ ان دونوں کی حدیثیں پانچ سو سے بہت کم ہیں، اس لیے یہ لوگ دوسرے طبقہ میں نہیں بلکہ تیرے طبقہ میں داخل ہیں۔

مرویات صحابہ رض کی تعداد:

بہر حال قلت و کثرت روایت کی بنا پر صحابہ کرام رض کے پانچ طبقے ہیں جن کے نام اور تعداد اور روایات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

طبقہ اول:

یعنی وہ صحابہ کرام رض جن کی روایات ہزار سے زیادہ ہیں، اس طبقے میں سات صحابہ کرام ہیں۔

تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام
۵۳۷۳	۱	سیدنا ابوہریرہ <small>رض</small> (م ۵۵۷ھ)
۲۲۱۰	۲	سیدہ عائشہ صدیقہ <small>رض</small> (م ۵۳۹ھ)
۱۶۶۰	۳	سیدنا عبد اللہ بن عباس <small>رض</small> (م ۵۲۸ھ)
۱۶۳۰	۴	سیدنا عبد اللہ بن عمر <small>رض</small> (م ۵۷۰ھ)
۱۵۳۰	۵	سیدنا جابر بن عبد اللہ النصاری <small>رض</small> (م ۵۷۲ھ)
۱۲۸۶	۶	سیدنا انس بن مالک النصاری <small>رض</small> (م ۵۹۳ھ)
۱۱۷۰	۷	سیدنا ابوسعید خدری <small>رض</small> (م ۵۳۶ھ)

① خلاصہ تذییب تہذیب الکمال، ص ۱۳۵۔

② خلاصہ تذییب تہذیب الکمال، ص ۲۰۸۔

۹۶

طبقہ دوم:

یعنی وہ صحابہ کرام جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زائد ہیں اس طبقہ میں صرف چار صحابہ ہیں۔

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
------	-----	--------------------

۱:	سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۵۳۳)	۸۲۸
۲:	سیدنا عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ (م ۵۶۲)	۷۰۰
۳:	سیدنا علی رضی اللہ عنہ (م ۵۴۰)	۵۸۶
۴:	سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (م ۵۲۲)	۵۳۹

طبقہ سوم:

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام ہیں جن کی روایات سو یا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو سے کم ہیں، اس طبقہ میں چھیس صحابہ کرام ہیں:

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
------	-----	--------------------

۱:	سیدہ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	۳۷۸
۲:	سیدنا ابو موسیٰ اشتری رضی اللہ عنہ (م ۵۵۲)	۳۶۰
۳:	سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (م ۵۷۲)	۳۰۵
۴:	سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ	۲۸۱
۵:	سیدنا سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ	۲۱۵
۶:	سیدنا کہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ	۱۸۸
۷:	سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۱۸۱
۸:	سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ	۱۷۹
۹:	سیدنا ابو تقیہ انصاری رضی اللہ عنہ	۱۷۰
۱۰:	سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (م ۵۲۹)	۱۶۳
۱۱:	سیدنا بریدہ بن حصیب اسلکی رضی اللہ عنہ	۱۶۲
۱۲:	سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۱۵۷
۱۳:	سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ	۱۵۰

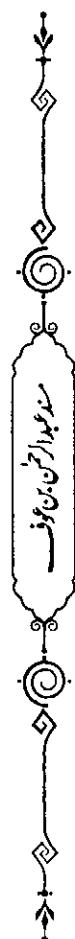
۱۳۶	سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	:۱۴
۱۳۶	سیدنا جابر بن سکرہ رضی اللہ عنہ	:۱۵
۱۳۲	سیدنا ابو مکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳)	:۱۶
۱۳۶	سیدنا مخیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	:۱۷
۱۳۰	سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ	:۱۸
۱۳۰	سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	:۱۹
۱۳۰	سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (م ۲۰)	:۲۰
۱۲۷	سیدنا ثوبان مولیٰ رضی اللہ عنہ	:۲۱
۱۲۸	سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	:۲۲
۱۲۳	سیدنا نعمن بن بشیر رضی اللہ عنہ	:۲۳
۱۲۳	سیدنا سکرہ بن جندب فزاری رضی اللہ عنہ	:۲۴
۱۰۲	سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ	:۲۵
۱۰۰	سیدنا جریر بن عبد اللہ الجبلی رضی اللہ عنہ	:۲۶

طبقہ چارم

میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شامل ہیں جن کی روایات چالیس سے سوتک ہیں، اس طبقہ میں ۳۳۳ صحابہ کرام ہیں:

تعداد احادیث مردیہ

نمبر	نام	نمبر
۱	سیدنا عبد اللہ بن ابی اوی فیض	
۲	سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۵۳۵)	
۳	سیدنا ابو طلحہ زید بن سہل (م ۵۳۵)	
۴	سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	
۵	سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ	
۶	سیدنا کعب بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ	
۷	سیدنا رافع بن خدنج رضی اللہ عنہ	
۸	سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ	



۱:۹	سیدنا ابو رافع قبطی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۶۸
۱:۱۰	سیدنا عوف بن مالک <small>شجاعی</small> <small>رضی اللہ عنہ</small>	۶۷
۱:۱۱	سیدنا عدی بن ابی حاتم الطائی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۶۶
۱:۱۲	سیدنا عبد الرحمن بن عوف <small>رضی اللہ عنہ</small> (م فی خلافۃ عثمان)	۶۵
۱:۱۳	ام المؤمنین سیده امّ حبیبة <small>رضی اللہ عنہا</small>	۶۵
۱:۱۴	سیدنا عمار بن یاسر <small>رضی اللہ عنہ</small>	۶۴
۱:۱۵	سیدنا سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۶۳
۱:۱۶	ام المؤمنین سیده حضرة زین العابدین <small>رضی اللہ عنہا</small> (۵۸۵م)	۶۰
۱:۱۷	سیدنا جبیر بن مطعم قریشی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۶۰
۱:۱۸	سیده اسماء بنت ابی بکر <small>رضی اللہ عنہا</small>	۵۶
۱:۱۹	سیدنا وائلہ بن اسقع کنافی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۵۶
۱:۲۰	سیدنا عقبہ بن عامر جھنی <small>رضی اللہ عنہا</small>	۵۵
۱:۲۱	سیدنا فضالہ بن عبید النصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	۵۰
۱:۲۲	سیدنا عمرو بن عتبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۸
۱:۲۳	سیدنا کعب بن عجرہ النصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۷
۱:۲۴	سیدنا فضلہ بن عبیداللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۶
۱:۲۵	ام المؤمنین سیده میسونہ <small>رضی اللہ عنہا</small>	۴۶
۱:۲۶	سیده امّ هانی <small>رضی اللہ عنہا</small>	۴۶
۱:۲۷	سیدنا ابو حیفہ بن وہب سوائی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۵
۱:۲۸	سیدنا بلال بن رباح <small>رحمتہ اللہ علیہ</small> <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۴
۱:۲۹	سیدنا عبد اللہ بن مغفل <small>رضی اللہ عنہ</small> (۵۲۰م)	۴۳
۱:۳۰	سیدنا مقداد بن اسود کوفی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۲
۱:۳۱	سیده امّ عطیہ النصاریہ <small>رضی اللہ عنہا</small>	۴۱
۱:۳۲	سیدنا حکیم بن خزام اسدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	۴۰

سیدنا سلمہ بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ

۲۰

۳۳

طبقہ پنجم:

میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کی روایات چالیس یا چالیس سے کم ہیں، اس طبقہ میں پچھن صحابہ کرام ہیں:

تعداد احادیث مردیہ

نمبر . نام

۳۸	سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	:۱
۳۳	سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	:۲
۳۲	سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ	:۳
۳۰	سیدنا عیاض بن حماد تیمی رضی اللہ عنہ	:۴
۲۸	سیدنا مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ	:۵
۲۵	سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	:۶
۲۳	سیدہ اُم قیس بن محسن رضی اللہ عنہا	:۷
۲۵	سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ	:۸
۲۲	سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	:۹
۲۱	سیدہ رقیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا	:۱۰
۱۸	سیدنا اسید بن حفیر اشہلی رضی اللہ عنہ	:۱۱
۱۸	سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (۲۲۰)	:۱۲
۱۸	سیدنا عمر بن حریث رضی اللہ عنہ	:۱۳
۱۵	سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا	:۱۴
۱۳	سیدنا ثابت بن خحاک رضی اللہ عنہ	:۱۵
۱۳	سیدنا معاویہ بن سلمی رضی اللہ عنہ	:۱۶
۱۲	سیدنا عروہ بن ابی جعد الاسدی رضی اللہ عنہ	:۱۷
۱۱	سیدنا بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہ	:۱۸
۱۰	سیدنا مجعع بن یزید رضی اللہ عنہ	:۱۹
۷	سیدنا سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ	:۲۰

36

منہج الرحمٰن بن موسیٰ



۲۱	سیدنا قتادہ بن لقمانؑ	۷
۲۲	سیدنا قبیصہ بن خارق عامریؑ	۶
۲۳	سیدنا عاصم بن عدی قضاویؑ	۶
۲۴	سیدنا سلمہ بن فیض الحبیؑ	۵
۲۵	سیدنا مالک بن صعصعہؑ	۵
۲۶	سیدنا مجین بن ادرعؑ	۵
۲۷	سیدنا سائب بن فلاحؑ	۵
۲۸	سیدنا خفاف غفاریؑ	۵
۲۹	سیدنا ذو فجر جبشیؑ	۵
۳۰	سیدنا مالک بن ہمیر کندیؑ	۳
۳۱	سیدنا زید بن حارثہؑ	۳
۳۲	سیدنا ثابت بن ولیہؑ	۲
۳۳	سیدنا کعب بن عیاض اشعریؑ	۲
۳۴	سیدنا کعب بن عیاض اشعریؑ	۲
۳۵	سیدہ کلثوم بنت حصین غفاریؑ	۲
۳۶	سیدنا رحیمه کلبیؑ	۲
۳۷	سیدہ جدانہ بنت وہبؑ	۲
۳۸	سیدنا مالک بن یسارؑ	۱
۳۹	سیدنا عبد اللہ بن زمہؑ	۱
۴۰	سیدہ کلثوم بنت علقہؑ	۱

ان کے علاوہ جو صحابہ کرامؓ باقی رہ گئے ہیں چونکہ وہ صغار صحابہؓ ہیں اور ان کی روایت کتب حدیث میں اس قدر کم ہے کہ وہ شمار میں نہیں آئی، اس لیے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ مختلف طبقات میں ہم نے جن صحابہ کرامؓ کا نام لیا ہے ان کی مجموعی تعداد ایک سو پیس ہے اور مسلمانوں کے پاس احادیث کا جو سرمایہ باقی ہے وہ انہی برگزیدہ ہستیوں کا فیض عام ہے۔

صحیفہ صحیح:

یہ صحیفہ سیدنا ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ ۱۳۹ احادیث پر مشتمل ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد ہمام بن منہ کو لکھوائی تھیں۔

وہ تمام صحیفے جو سیدنا ابو ہریرہؓ نے مرتب کیے تھے امتداد زمانہ کے ساتھ ناپید ہو گئے، مگر یہ صحیفہ باقی رہا، جسے صحیفہ ہمام بن منہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحیفہ سیدنا جابر بن عبد اللہ:

سیدنا جابر بن عبد اللہ (م ۱۷۰ھ) نے بھی ایک صحیفہ لکھ رکھا تھا۔ ① امام مسلمؓ فرماتے ہیں: کہ یہ صحیفہ مناسک حج سے متعلق تھا۔ ②

مشہور تابعی قادہ بن دعامة السدوی (م ۱۸۸ھ) اس صحیفہ کی بڑی تعریف کیا کرتے اور کہا کرتے تھے:

((لَأَنَا الصَّحِيقَةُ جَاءِرٌ أَخْفَظُ مِنِي لِسُورَةِ الْبَقَرَةِ۔))

”یقیناً جابر کا صحیفہ تو مجھے سورۃ بقرہ سے بھی زیادہ از بر ہے۔“

صحیفہ سیدنا سمرة بن جندب:

سیدنا سمرة بن جندب بن ہلال الفزاریؓ (م ۲۰۵ھ) نے بھی ایک صحیفہ میں حدیثیں جمع کی تھیں ان کے بعد یہ صحیفہ ان کے بیٹے سلیمان کو ملا اور وہ اس کی روایتیں بیان کرتے تھے۔ ③

غالباً یہ وہی صحیفہ ہے جو سمرةؓ نے بصورت مکتوب اپنے بیٹوں کو روانہ کیا، اسی کے بارے میں ابن سیرین فرماتے ہیں: ”فِي رِسَالَةِ سَمَرْةَ إِلَى بَنِيهِ عِلْمٌ كَثِيرٌ۔“ ④

”سرہ نے جو مکتوب اپنے بیٹوں کے نام (روانہ کیا) اس میں بہت سا علم موجود ہے۔“

○ اس کے علاوہ رسول کریم ﷺ کا تحریری خطبہ فتح مکہ کے موقع پر جو ابو شاه یعنیؓ کی درخواست پر لکھوایا گیا، سیدہ عائشہ اور عبد اللہ بن عباسؓ کی روایات کے مجموعے، صحیفہ والل بن حجر، صحیفہ سعد بن عبادہ اور مکتوبات امام نافعؓ ہیں۔

① تذكرة الحفاظ: ۱/۴۳۔

② صحیفہ همام بن منہ، ص: ۱۴۔

③ التاریخ الكبير: ۴/ ۱۸۲، تهذیب التهذیب: ۸/ ۳۵۳، طبقات ابن سعد: ۷/ ۲۲۹۔

④ تهذیب التهذیب: ۴/ ۲۳۶۔

⑤ تهذیب التهذیب: ۴/ ۲۳۶-۲۳۷۔

۶۰

سیدنا عبد اللہ بن عمر و میتھوؑ کا معقول تھا کہ آپ سے جو کچھ سنتے تھے، لکھ لیتے تھے، قریش نے ان کو منع کیا کہ آپ مختلف حالتوں میں گفتگو کرتے ہیں، اس لیے آپ کا ہر ارشاد حدیث نہیں ہو سکتا، انہوں نے آپ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ لکھا کرو اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔ ①
ان کے علاوہ اس دور کے ان تابعین کو بھی نہیں بھلایا جاسکتا جن کی مسامی جیلے اور جہود مخلصہ کی بدولت سنت کے خزانوں سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مالا مال ہوتی رہی ہے اور تاریخ قیامت ہوتی رہے گی۔ مثلاً سعید بن میتب، عروہ بن زیر، سالم بن عبد اللہ بن عمر اور نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر یعنی ہیں۔

عہد تابعین میں کتابت حدیث

خود صحابہ کرام ﷺ سے جن لوگوں نے روایتیں کیں ان کو سیدنا عمر بن خطاب میتھوؑ نے حکم دیا کہ **قِيَدُوا**
الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ یعنی ”علم کو لکھ لیا کرو۔“

بیشیر بن نہیک میتھوؑ کا بیان ہے کہ میں سیدنا ابو ہریرہ میتھوؑ سے جو کچھ سنتا تھا لکھ لیتا تھا، جب ان سے رخصت ہونے لگا تو اس مجموعہ کو وکھالیا، انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ سعید بن جبیر میتھوؑ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس میتھوؑ کے ساتھ مکہ رات کو مکہ کے راست میں چلتا تھا، وہ حدیث بیان کرتے تھے تو میں اپنے کجاوے کی کٹڑی پر لکھ لیتا تھا، پھر صبح کو صاف کر لیتا تھا۔ سیدنا براء میتھوؑ کے تمام تلامذہ قلم سے اپنی تھیلیوں پر لکھتے تھے۔ حضرت نافع سیدنا عبد اللہ بن عمر میتھوؑ کی تمام حدیثیں ان کے سامنے لکھ لیا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر میتھوؑ نے ایک شخص کو خود حدیث لکھوائی اور اس نے لکھ لی۔ ②

سیدنا زید بن ثابت میتھوؑ حدیثوں کے لکھنے کے مخالف تھے، لیکن مروان بن حکم نے ان کو اپنے یہاں بلوا کر نجی میں ایک پرده ڈال دیا اور ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ جو حدیثیں بیان کریں ان کو چکے سے لکھتا جائے۔ ③

غرض اس طرح صحابہ کرام ﷺ کے زمانے میں فتن حدیث مدون ہو چکا تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے انہی اجزاء پر بیان کو ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کر دیا۔ ④

① سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶.

② مسنند دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ص: ۶۸، ۶۹.

③ مسنند احمد: ۱۹۹ / ۴.

④ مسنند دارمی، المقدمة، ص: ۶۲.

دوسرے دور میں تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی جس نے دور اول کے تحریری سرماہی کو وسیع تالیفات میں سمیٹ لیا۔ امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری رضی اللہ عنہ (م ۱۲۵ھ) کا نام اس دور کی جلیل القدر شخصیات میں شامل ہے۔ ان کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (م ۱۰۱ھ) نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ امام زہری رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

((أَمْرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِجَمِيعِ السُّنَّةِ، فَكَتَبْنَاهَا دَفْتَرًا دَفْتَرًا. فَبَعَثْتُ إِلَى كُلِّ أَرْضٍ لَهُ عَلَيْهَا سُلْطَانٌ دَفْتَرًا.))^٠

”ہمیں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا اور ان تمام علاقوں میں جن پر ان کا اقتدار تھا، یہ رسالے بھیجے۔“

ان کے علاوہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے گورنر ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو ہدایت لکھ بھیجی کہ عمرہ بنت عبدالرحمن اور قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ کے پاس جو ذخیرہ احادیث ہے اس کو ضرور قلم بند کریں:

((أَمْرَهُ أَن يَكْتُبَ لَهُ الْعِلْمَ مِنْ عِنْدِ عَمْرَةِ بِنِتِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ (م ۹۸ھ) وَالْفَاقِسِ بْنِ مُحَمَّدِ (م ۱۰۷ھ) فَكَتَبَهُ وَفِي رِوَايَةِ قَائِمِيْ خَفَتْ دُرُوسُ الْعِلْمِ وَذَهَابُ الْعُلَمَاءِ وَلَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيثُ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَيَقْشُوْا الْعِلْمَ وَلَيَجْلِسُوا حَتَّى يَعْلَمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًا.))^٠

جن تابعین کی کتابت و تدوین حدیث کی خاطر خدمات ہیں ان میں سے چند ایک کے اسامی گرامی یہ ہیں۔ سعید بن میتب (م ۹۶ھ)، حسن بصری (م ۱۱۰ھ)، ابن سیرین (م ۱۱۰ھ)، علی بن حسین (م ۹۵ھ)، مجاهد (م ۱۰۰ھ)، سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)، عکرمه مولیٰ ابن عباس (م ۷۴ھ)، قادہ (م ۱۱۸ھ)، علقہ (م ۲۲ھ) اور ابراہیم تخری (م ۹۶ھ) رضی اللہ عنہم۔

اس دور میں حدیث کے بہت سارے مجموعے مرتب ہوئے، جن میں امام مالک بن انس الصحنی رضی اللہ عنہ کی مؤطا کو نامیاں مقام حاصل ہے۔ اس دور کی چند دوسری مصنفات کے نام درج ذیل ہیں:

(۱)	جامع سفیان ثوری۔
(۲)	جامع ابن المبارک۔
(۳)	جامع ابی اوزاعی۔
(۴)	جامع ابن جریر رضی اللہ عنہم۔

١ جامع بیان العلم: ۱/۷۶۔

٢ مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۱، توجیہ النظر، ص: ۷، فتح الباری: ۱، ۱۹۵، ۲۰۸/۱۔

ان کے علاوہ دیگر محدثین اور فقہائے امت جیسا کہ:

بصرہ میں سعید بن ابی عربہ (م ۱۵۲ھ)، ریبع بن صبغ (م ۱۶۰ھ) اور حماد بن ابی سلہ (م ۱۶۷ھ)، یمن میں معمر بن راشد (۹۰-۱۲۳ھ)، واسطہ میں ہشیم بن پیغمبر (۱۰۲-۱۸۳ھ)، رے میں جریر بن عبد الحمید (۱۰۰-۱۸۸ھ) اور مصر میں عبداللہ بن وہب (۱۲۵-۱۷۹ھ) نے بھی مواد کو مرتب و مختصر انداز میں جمع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ①

اس دور میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ، فتاویٰ صحابہ و تابعین کو ایک ہی مجموعہ میں مرتب کر لیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہو جاتی تھی کہ یہ صحابی یا تابعی کا قول ہے یا حدیث رسول ﷺ۔

تابع تابعین اور دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث

اس کے بعد تیرا دور آتا ہے۔ یہ تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمه تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں:

① احادیث نبویہ علی صاحبها الصلوٰۃ السلام کو آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے الگ کر کے مرتب کیا گیا۔

② قابل اعتماد روایات کے علیحدہ مجموعے تیار کئے گئے۔

③ اور علم حدیث کی حفاظت کے لئے محدثین کرام نے کئی ایک علوم کی بنیاد ڈالی۔ مثلاً:

﴿ علم اسماء الرجال؛ راویان حدیث کے حالات و کوائف سے آگاہی حاصل کرنا اور ان کی سیرت و سوانح اور تراجم و احوال کو معرض بیان میں لانا، فن اسماء الرجال یا "علم اسماء الرجال" کہلاتا ہے۔ ۲﴾

﴿ علم مصطلح الحدیث؛ ان اصول و قواعد کا علم جن کے ذریعے بحیثیت مقبول و غیر مقبول سند و متن کی حالت پہچانی جاتی ہے، علم مصطلح کہلاتا ہے۔ ③﴾

﴿ علم غریب الحدیث؛ اس علم کے ذریعے حدیث کے دقیق و عمیق کلمات جن کے معنی ظاہری طور پر پختنی اور بعيد عن الفهم ہوں معلوم کیے جاتے ہیں۔ ④﴾

① مقدمہ فتح الباری، ص: ۲، تدریب الراوی: ۱/۶۶-۶۷۔

② تاریخ حدیث و محدثون، ص: ۲۰۰، از ترجمہ غلام احمد حریری، تاریخ فنون الحدیث، ص: ۱۹۲۔

③ تيسیر مصطلح الحدیث، ص: ۱۹، مترجم۔

④ علوم الحدیث، از ڈاکٹر عبد الرؤوف، ص: ۴۴۷۔

علم تخریج الأحادیث؛ اس علم کے ذریعے احادیث کو ان کتب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جن میں وہ بیان ہوئی ہیں۔ ان پر صحت اور ضعف کے لحاظ سے کلام کیا جاتا ہے یا محض اصل کتب کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے وغیرہ۔

علم الناخ والمنسوخ؛ اس علم کے ذریعے ناخ اور منسوخ احادیث کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ یہ بہت اہم اور مشکل فن ہے۔ اس میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے والے مشہور ترین امام شافعی ہیں۔

اور فقه الحدیث وغیرہ۔

اس دور کے ممتاز اور مشہور جامعین حدیث میں سے:

- (۱) عبد العزیز بن جریر البصری (م ۱۵۰ھ)
- (۲) امام عبد الرحمن بن عمر والآوزاعی (م ۱۵۷ھ)
- (۳) مالک بن انس الحنفی (م ۱۷۹ھ)
- (۴) محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ)
- (۵) سفیان ثوری (ت ۱۶۱ھ)
- (۶) عبد الرزاق الصنعانی (م ۲۱۱ھ)
- (۷) ابو بکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ)
- (۸) امام احمد بن حنبل (م ۲۳۱ھ)
- (۹) امام محمد بن اسماعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)
- (۱۰) امام مسلم بن حجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)
- (۱۱) امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث البختانی (م ۲۷۵ھ)
- (۱۲) امام محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ)
- (۱۳) امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی (م ۳۰۳ھ)
- (۱۴) امام ابو عبد اللہ احمد بن یزید القرزوی (المعروف ابن ماجہ) (م ۲۷۲ھ)
- (۱۵) امام اسحاق بن راہویہ بیہقی (م ۲۳۸ھ)

ان کے علاوہ اس دور میں بہت سے محدثین نے تالیفات کیں، یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور

معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر مؤلفات حدیث موجود ہیں۔

صحیح بخاری سے قبل لکھی گئی کتب حدیث

صحیح بخاری سے قبل لکھی گئی کتب حدیث حسب ذیل ہیں:

(۱) مؤٹا امام مالک:

- ﴿ اس مؤٹا کے مؤلف امام مالک بن انس الأصحابی رضی اللہ عنہ (۴۷۹ھ) ہیں۔ ۱﴾
- ﴿ آپ امت میں امام دارالجہر کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ تبع تابعین میں سے تھے۔ امام نووی نے ”تہذیب الأسماء“ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو تھی۔ جن میں تین سوتا بیعنی تھے اور چھ سو تبع تابعین۔ ۲﴾
- ﴿ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کو جب حدیث کے کسی حصے (جزء) میں شک پڑ جاتا تھا تو پوری کی پوری حدیث رد کر دیتے تھے۔ آپ کی محفل ایسی رعب دار تھی کہ ملوک و سلطانین کو تابخن نہ تھی، ایک خاموشی کا عالم طاری رہتا۔ ۳﴾
- ﴿ آپ نے اہل مدینہ کے تعامل اور احادیث رسول پر مبنی کتاب مرتب کی۔ مؤٹا کی تصنیف کے وقت سے اب تک اس کی قبولیت کو دوام حاصل ہے۔ حافظ ذہبی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

 - ”إِنَّ لِلْمُؤْطَا لِوَقْعًا فِي النُّفُوسِ وَ مَهَابَةً فِي الْقُلُوبِ لَا يُوازِيهَا شَيْءٌ۔“ ۴
 - ”يُقِيَّنَا مُؤْطَا كِيْ دُلُونْ مِنْ جُوْ وَقْعَتْ أَوْ قُلُوبْ مِنْ بِيْتْ هِيْ إِسْ كَا كُوْنِيْ چِيزْ مَقَابِلَهْ نَمِيْسْ كَرْسَكْتِيْ۔“ ۵

- ﴿ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

 - ”مَا أَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ كَتَبًا أَكْثَرُ صَوَابًا مِنْ كِتَابِ مَالِكٍ۔“ ۶
 - ”مِيرَے عِلْمِ میں روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔“
 - ”آج کل ہمارے ہاں جو متداول نسخہ ہے وہی سب سے قابل اعتماد اور مستند ترین نسخہ ہے اور یہ تیجی بن تیجی مصودی (۲۳۲ھ) کا مرتب کردہ ہے۔ اس موجودہ نسخہ کے نائیک پر ہی آپ کے یہ الفاظ نظر آئیں

۱ سیر أعلام النبلاء: ۴/۸، شذررات الذهب: ۱۲/۲، وفيات الأعيان: ۴/۲۳۵.

۲ تہذیب الأسماء واللغات: ۲/۷۶، بستان محدثین، ص: ۱۹.

۳ مقدمہ التعليق الممجد علی مؤٹا امام محمد بحوالہ سیر السلام النبلاء.

۴ تدریب الراوی: ۱/۶۸، تذكرة الحفاظ: ۱/۲۰۸، سیر أعلام النبلاء: ۸/۱۱۱.

و ۶

گے ”۱۷۲۰ احادیث کا مجموعہ“ اب جو نئے موجود ہی نہیں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ ان احادیث کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرفوع احادیث ۲۰۰، مرسل ۲۲۲، موقوف (اقوال صحابہ) ۲۰۳، مخطوط (اقوالتابعین ۲۸۵، کل میزان ۱۷۲۰۔*)

نبوت: یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب صحیح بخاری مدون نہ تھی و گرنے صحیح بخاری کے لئے جانے کے بعد ”اصح الكتب بعد کتاب اللہ“ صحیح بخاری ہے۔
(۲) مسند ابی داؤد الطیاری:

- ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیاری البصری رضی اللہ عنہ (م ۲۰۳ھ) ایرانی انشل تھے۔
- تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے۔ ان کے اساتذہ میں اہم شعبہ، ثوری اور حماد بن سلمہ ریاضت تھے۔
- حافظ بلا کا تھا، کہا جاتا ہے کہ ۳۰ ہزار احادیث بغیر مکتوب ذخیرہ کو دیکھے روایت کر سکتے تھے۔
- امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے انہیں ”ثقة صدقۃ“ لکھا ہے۔
- ان کی مسند ابتدائی مسانید میں سے ہے۔ اس میں (۲۸۹۰) احادیث ہیں جو تقریباً (۲۸۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مردی ہیں۔

(۳) مسند حمیدی:

- ابو بکر عبد اللہ بن الزیر بن عیسیٰ الحمیدی الحکیم رضی اللہ عنہ (م ۲۱۹ھ) اپنے وقت کے امام تھے۔
- سفیان بن عینہ، الولید بن مسلم اور امام شافعی ریاضت ایسے علماء کی مجالس درس سے وابستہ رہے۔

۱ آئینہ پروزیت، ص: ۵۰۲-۵۰۳۔

۲ طبقات ابن سعد: ۷/۲۹۸، التاریخ الكبير: ۴/۱۰۰، میزان الاعتدال: ۲/۲۰۳، تاریخ بغداد: ۹/۲۴، شذرات الذهب: ۲/۱۲، سیر أعلام النبلاء: ۹/۳۷۸۔

۳ تذكرة الحفاظ: ۱/۳۵۲، السیر: ۹/۳۸۰۔

۴ السیر: ۹/۳۸۰، تذكرة الحفاظ: ۱/۳۵۲۔

۵ السیر: ۹/۳۸۴، تذكرة الحفاظ: ۱/۳۵۲۔

۶ الجمع بین الرجال الصحیحین: ۱/۲۶۵، تذكرة الحفاظ: ۲/۴۱۳، شذرات الذهب: ۲/۴۵، سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۶۱۶۔

۷ السیر: ۱۰/۶۱۶، تہذیب: ۵/۲۱۵۔



- ❖ آپ کے شاگردوں میں امام بخاری اور ابو زرعة الرازی وغیرہ چوٹی کے علماء تھے۔ ①
- ❖ امام احمد اور ابو حاتم نے انہیں ”شَفَّةُ الْأَمَامِ“ تواریخ دیا ہے۔ ②
- ❖ مند میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و تابعین کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ بعض مقامات پر غریب و مشکل الفاظ کی توضیح بھی ملتی ہے۔
- ❖ مند میں احادیث و آثار کی تعداد (۱۳۰۰) ہے۔

(۲) مند اسحاق ابن راھویہ:

- ❖ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنفی ایمی محدث (م ۲۳۸ھ) ابن راھویہ کے نام سے علمی حلقوں میں معروف ہیں۔ علم حدیث کی تحصیل کے لئے دور دراز کے علاقوں کے سفر کئے۔ ①
- ❖ ان کی تالیفات میں مند کو اہم مقام حاصل ہے۔
- ❖ حفظ مخطوط کا آغاز سیدنا ابو ہریرہؓ کی روایات سے ہوتا ہے اور آخر میں سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کی روایات ہیں۔ ②
- ❖ یہ جزء اب رحمت الہی سے زیور طباعت سے آراستہ ہو گیا ہے۔ فللہ الحمد علی ذلك۔
- ❖ اس مطبوعہ جزء میں روایات کی تعداد (۹۸۰) ہے۔

(۵) مند احمد:

- ❖ احمد بن محمد بن خبل ابو عبد اللہ الشیبانی رضی اللہ عنہ (م ۲۳۱ھ) عربی انسل تھے۔ ③
- ❖ امام عبد الرزاق اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے بھی علم میں ان کی فضیلت کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ④
- ❖ مند تقریباً تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ سات سو صحابہ کرام (بشمل صحابیات) کی مردیات کا مجموعہ

① السیر: ۶۱۷ / ۱۰، طبقات السبکی: ۲ / ۱۴۰.

② أيضاً: ۶۱۶، أيضاً: ۲ / ۱۴۰.

③ وفيات الأعيان: ۱/۱۹۹، تاريخ بغداد: ۲/۴۳۲-۳۴۵، ۳۴۶-۳۴۷، كتاب الأنساب: ۶/۵۶، تذكرة الحفاظ: ۲/۴۲۶، التهذيب: ۱/۲۱۶، العبر: ۱/۴۲۶، سير أعلام النبلاء: ۱۱/۳۵۸، تاريخ ابن عساكر: ۲/۴۱۰.

④ تذكرة الحفاظ: ۲/۷۰۵، العبر للذهبي: ۲/۱۲۹.

⑤ طبقات ابن سعد: ۷/۳۵۴، تاريخ بغداد: ۴/۴۳۱، وفيات: ۱/۶۳-۶۴، العبر للذهبي: ۱/۴۳۵، شدرات الذهب: ۲/۹۶، السیر: ۱۱/۱۷۷-۱۷۸.

⑥ تاريخ بغداد: ۴/۴۱۹، تهذيب التهذيب: ۱/۷۳، طبقات للسبکی: ۲/۲۸-۳۱.

ہے۔ متن و سند کی مقبولیت کے لئے کڑی شرائط رکھیں۔ اس میں مرفوع کے علاوہ مقطوع احادیث اور آثار صحابہ بھی ہیں۔ ①

﴿ امام ممدوح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ﴾

”قلت لأبی لم کر هت وضع الكتاب وقد عملت المسند فقال: عملت هذا الكتاب إماماً إذا اختلف الناس في سنة عن رسول الله رجع إليه.“ ②

”میں نے اپنے والد احمد بن خبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کتابیں مرتب کرنے سے کیوں منع کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے خود بھی مسند کھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہ کتاب میں نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے لکھی ہے۔ جب سنت رسول ﷺ کے سلسلے میں لوگوں میں کوئی اختلاف رونما ہوگا تو وہ اس کی طرف رجوع کریں گے۔“

ان کے علاوہ اس دور میں بہت سے محدثین نے تالیفات کیں۔ یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر مؤلفات حدیث موجود ہیں۔

صحاب حستہ کے مؤلفین کے اووار

دوسری صدی ہجری کے پہلے نصف میں تصنیف، تالیف و ترتیب کی جو سرگرمیاں شروع ہوئی تھیں وہ تیسرا صدی کے ابتدائی حصے میں ایک نئی علمی تحریک کو وجود میں لانے کا باعث بنتیں۔ چنانچہ اس نتیجہ میں کئی کتابیں تصنیف کی گئیں جن سے طلباً حدیث استفادہ کرتے ہیں لیکن جن کتابوں کو امت مسلمہ میں زیادہ قبولیت حاصل ہوئی وہ درج ذیل ہیں:

(۱) صحیح بخاری:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری رضی اللہ عنہ ۱۳ شوال ۱۹۲ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں سرقند کے قریب ایک گاؤں خرگ میں وفات پائی۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے طلب حدیث میں دو مرتبہ شام اور مصر کا دورہ کیا۔ چار مرتبہ بصرہ گئے۔ کئی مرتبہ کوفہ اور بغداد کا سفر کیا۔ علاوہ ازیں بلخ، سرقند، نیشاپور، رے، بغداد، کوفہ، مکہ، مدینہ، واسطہ، عسقلان اور حمص کا سفر کیا۔

آپ نے بے مثال حافظہ پایا تھا۔ دس سال کی عمر سے پہلے حدیثیں یاد کرنا شروع کر دیں۔ ایک ہزار سے

۱ طبقات السبکی: ۳۱/۲، السیر: ۱۸۱/۱۱، ۳۲۹.

۲ خصائص المسند للمدبّتی، ص: ۸.

زادہ استادوں سے حدیثیں لکھیں۔ آپ کو ایک لاکھ صحیح احادیث (سندیں) اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد تھیں (یہاں یہ بات یاد رکھئے کہ محدثین کی اصطلاح میں مختلف سند رکھنے والی ایک ہی متن کی روایتوں کو الگ الگ حدیث سمجھا جاتا ہے) صحیح بخاری آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ صحیح بخاری کو آپ نے تالیف کے بعد اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین کے سامنے پیش کیا، جن میں حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت یحییٰ بن معین اور حضرت علی ابن المدینی بیشتر شامل ہیں۔ سب نے آپ کی کتاب کو پسند کیا۔ محمد بن سلیمان ابن فارس ۃلش کہتے ہیں:

”میں نے امام بخاری ۃلش سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، جیسے میں آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک پنچھا ہے، جس سے میں کھیاں اڑا رہا ہوں تو میں نے اس خواب کی تعبیر بعض تعبیر بتانے والوں سے پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر سے تھوڑتک کوڑا دو گے (یعنی ان روایتوں کو جو لوگ خود گھٹ کر آپ ﷺ سے منسوب کرتے ہیں) اس خواب نے مجھے اس کتاب کی تالیف پر مستعد کیا۔“

محمد بن یوسف فریری ۃلش فرماتے ہیں:

”امام بخاری ۃلش کہتے تھے: میں نے اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لکھی، جب تک کہ غسل نہیں کیا اور دور کتعین نہیں پڑھیں۔“

صحیح بخاری کا پورا نام ”الجامع الصحيح المسند من امور رسول اللہ ﷺ و سنته“
www.KitaboSunnat.com
وأيامه“ ہے۔

صحیح بخاری کے بارے میں تمام محدثین اور علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب امام بخاری ۃلش کی صحیح ہے۔ ”اصحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ“۔ امام بخاری ۃلش نے چھ لاکھ احادیث (سندوں) میں سے انتخاب کیا اور رسول (۱۲) سال کے عرصے میں اس کتاب کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں مکمل کیا۔ ہر حدیث کو استخارہ کرنے اور دور کعت نماز پڑھنے کے بعد درج کیا۔ صحیح بخاری میں امام بخاری ۃلش کی شیخ کے کئی شاگردوں میں سے، صرف چند بڑے بڑے اور زیادہ متقدمی اور زیادہ عادل و ضابط شاگردوں کی ہی روایات لیتے ہیں۔

بلہ صحیح بخاری میں تعلیقات کے ساتھ، کل احادیث کی تعداد (۹۰۸۲) ہے۔ تعلیقات سے مراد وہ حدیثیں ہیں، جن کی سند میں بعض روایوں کا ذکر حذف کر دیا گیا ہو۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تعلیقات (یعنی متعلق حدیثیں) صرف تراجم ابواب (یعنی عنوانات) میں لائی گئی ہیں۔

مکر احادیث کے ساتھ روایات کی کل تعداد سات ہزار دو سو پچھتر (۷۵۲۳) ہے۔

صحیح بخاری میں ۲۲ ملاشیات ہیں۔

(۲) صحیح مسلم:

امام مسلم بن جاجن بن مسلم قشیری نیشاپوری بھی امام بخاری رض کی طرح حدیث کے بہت بڑے استاد ہیں۔ ۲۴۰ھ میں بمقام نیشاپور پیدا ہوئے۔ نیشاپور شامی مشرقی ایران مشہد کے قریب واقع ہے۔ پہلے یہ خراسان کا صدر مقام تھا۔ علم کی طلب میں عراق، حجاز، شام اور مصر کا دورہ کیا۔ امام بخاری رض کے استادوں سے بھی فیض حاصل کیا۔ ۷۵ سال کی عمر میں امام مسلم نے ۲۶۱ھ میں بمقام نیشاپور وفات پائی۔

آپ کی تالیف صحیح مسلم کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے۔ صحیح مسلم کی پندرہ سے زیادہ شریص لکھی گئیں۔ سب سے زیادہ مشہور شرح امام نووی رض (۲۷۲ھ) کی ہے۔ صحیح مسلم میں احادیث کی کل تعداد (۷۵۲۳) ہے۔ صن ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم صحیح بخاری سے افضل ہے، لیکن روایوں کی چھان بین کے سلسلے میں امام بخاری رض کا معیار، امام مسلم رض کے معیار سے بلند ہے۔ امام بخاری رض کے نزدیک راوی کی اپنے استاد سے ملاقات کا ثبوت ضروری ہے، جبکہ امام مسلم رض کے نزدیک صرف ہم عصر ثابت ہونا کافی ہے۔ صحیح مسلم میں تعلیقات بہت کم ہیں۔ مسلم کا طرز ادا صحیح بخاری کی بہ نسبت زیادہ واضح اور قریب الفہم ہے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تبویب یعنی مختلف ابواب میں تقسیم بہت بعد میں امام نووی (۲۷۲م) نے کی۔

علام محمد فواد عبدالباقي رض نے جو نسخ شائع کیا ہے، اس میں احادیث کی تعداد، حذف کرات کے بعد، تین ہزار تین تیس (۳۰۳۳) ہے اور مکرات کے ساتھ ان کی تعداد پانچ ہزار سات سو ستر (۷۷۵۵) ہے۔

(۳) سنن ابو داؤد:

یہ امام ابو داؤد سلیمان^{بن اشعث} (پیدائش ۲۰۲ - عمر ۳۷ سال - وفات ۲۷۵ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب فقہی اور قانونی سائل کا بہترین ماغذہ ہے۔ ان میں کل چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰) احادیث ہیں، جیسا کہ خود امام ابو داؤد رض نے فرمایا ہے۔ لیکن مکر روایات کے ساتھ ابو داؤد میں احادیث کی کل تعداد پانچ ہزار ایک سو یا اسی (۵۲۳) ہے۔ خود امام ابو داؤد رض فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی، جو تمام علمائے حدیث کے نزدیک قابل ترک ہو۔ امام صاحب ضعیف روایتوں کے ضعف کی وجہ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ امام ابو داؤد رض نے اس کتاب کو مکمل کرنے کے بعد اسے امام احمد بن حبیل رض کو دکھایا۔ انھوں نے اسے بہت پسند کیا۔ شیخ البانی رض نے صحیح احادیث کو الگ الگ شائع کر دیا ہے۔ جس کے اعداد و شمار یہ ہیں۔

وَقْتٌ

جس کے مطابق سنن ابی داؤد میں ۸۰% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔
(۴) جامع ترمذی:

یہ امام محمد بن عیینی ترمذی (پیدائش ۲۰۹ھ۔ عمر ۷۰ سال۔ وفات ۲۷۹ھ) کی تالیف ہے۔ نہر بخش کے کنارے واقع شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ ترمذ افغانستان کی شمالی سرحد پر دریائے آسو کے کنارے ازبکستان کا جنوبی شہر ہے۔ ان کے استادوں میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد بیہقی وغیرہ جیسی ہستیاں ہیں۔ سنن ترمذی میں احادیث کی تعداد علامہ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان کی تحقیق و ترجم کے مطابق تین ہزار فو سو تریٹھ (۳۹۵۶) ہے۔ یہ کتاب تکرار سے خالی ہے۔ امام ترمذی رض نے صحیح احادیث کے ساتھ گوحسن اور ضعیف روایات بھی نقل کرتے ہیں، لیکن ہر حدیث کا درج بھی ساتھ ساتھ بیان کر دیتے ہیں اور ضعف کی وجہ پر روشنی بھی ڈالتے ہیں۔ امام ترمذی رض بصحابہ کرام رض، تابعین اور فقہاءِ اسلام بیہقی کے مختلف اقوال اور فتاویٰ بھی نقل کرتے ہیں۔ شیخ ناصر الدین البانی رض نے صحیح اور ضعیف کو الگ الگ شائع کر دیا ہے۔ جس کے مطابق سنن ترمذی میں ۸۰% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

(۵) سنن نسائی:

امام احمد بن شعیب نسائی "الخراسانی" (پیدائش ۲۱۵ھ۔ عمر ۸۸ سال۔ وفات ۳۰۳ھ) نے علم کے حصول کے لیے خراسان، مکہ، مدینہ، مصر، عراق، جزیرہ، شام وغیرہ کے دورے کیے، پھر مصر میں رہائش اختیار کر لی۔ وفات سے ایک سال پہلے دمشق گئے۔ یہاں تشدید کا نشانہ بنے اور رملہ (فلسطین) میں انتقال کیا۔ بیت المقدس میں دفن ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں قبیہ بن سعید، امام اسحاق، امام ابی داؤد اور امام ترمذی شامل ہیں۔ شاگردوں میں امام طبرانی، امام طحاوی اور احمد بن اسحاق انسی بیہقی شامل ہیں۔ انہوں نے سنن کبریٰ اور سنن صغیری کے نام سے دو کتابیں مرتب کیں۔ سنن کبریٰ میں ۱۰۲ حدیثیں ہیں۔ سنن نسائی (سنن صغیری یعنی بختی) میں کل پانچ ہزار سات سوا تھاون (۵۷۵۸) احادیث ہیں۔ یہی دوسری کتاب مشہور زمانہ ہے۔ سنن نسائی تراجم ابواب (عنوانات) اور فقه الحدیث میں صحیح بخاری سے بہت متاثر ہے۔ حدیث کی علتوں کے ماہر ہیں۔ اس روایت کی روایت کو ترک کر دیتے ہیں، جو ادہام کا شکار ہو یا پھر بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہو۔

سنن نسائی میں ضعیف احادیث کی تعداد سب سے کم ہے اور تحقیق البانی کے مطابق البانی کے مطابق اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔ ناصر الدین البانی رض نے صحیح نسائی اور ضعیف نسائی کو الگ الگ شائع کر دیا ہے۔ جس کے مطابق سنن نسائی میں ۹۲% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

(۲) سنن ابن ماجہ:

یہ امام ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید (پیدائش ۲۰۹ھ۔ عمر ۲۳ سال۔ وفات رمضان ۲۴۳ھ) کی تالیف ہے۔ حصول علم اور احادیث کو جمع کرنے کے لیے کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور دیگر ممالک کا سفر کیا۔ ان کے استادوں میں امام ابوکبر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ (م ۲۳۵ھ) جیسے بزرگ شامل ہیں۔ علامہ محمد فواد عبد الباقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ابن ماجہ میں احادیث کی تعداد چار ہزار تین سو اکٹا لیس (۳۳۳۱) ہے۔

ان میں سے تین ہزار (۳۰۰۲) احادیث کتب خس (بخاری، مسلم، نسائی، ابی داؤد اور ترمذی) میں بھی موجود ہیں۔ ۱۳۳۹ احادیث زائد ہیں، یعنی جو کچھ کتابوں میں نہیں ہیں۔ ان زائد میں سے ۲۸ صفحہ ۲۲۸ میں سے ضعیف اور ۹۹ بہت زیادہ ضعیف ہیں۔

بعض محدثین کے نزدیک اخ्तر (۷۸) روایتیں موضوع (یعنی جموقی) ہیں۔ جبکہ علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق موضوع احادیث کی تعداد صرف (۲۱) ہے اور اس کی ۸۰% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔ یہ کتب قرآن ثلاثہ کی مدونہ ہیں اور علم حدیث میں سب سے زیادہ مستند اور صحیح بھی جاتی ہیں۔ انہیں صحاح ستہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دینی ادب میں ان کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور انہیں سنت رسول علی صاحبها الحصولة والسلام سے معرفت کا مستند ذریعہ تسلیم کیا جا چکا ہے۔

چوتھا دور:

چوتھا دور پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں:

۱: کتب حدیث کی شروح اور حواشی لکھے گئے۔ مزید برآں دوسری زبانوں میں ترجم کئے گئے۔

۲: جن علوم کا اوپر ذکر گزرا ہے۔ ان پر بہت سی تصانیف وجود میں آئیں۔

۳: علماء محدثین نے اپنے ذوق اور لوگوں کی ضرورت کے مطابق تیرے دور کی تالیفات سے احادیث منتخب کر کے مفید کرایں، مثلاً (۱) مکملۃ المصالح، (۲) ریاض الصالحین، (۳) مستقی الاخبار اور (۴) بلوغ المرام وغیرہ مرتب کیں۔

اقسام کتب حدیث

عمومی طور پر محدثین کے ہاں حدیث کے مجموعوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

الف: صحیح:

وہ کتب جو صحیح احادیث پر مشتمل ہوں یا ان کے مؤلفین نے یہ شرط لگا رکھی ہو کہ وہ ان کتب میں فقط صحیح

ف

احادیث ہی جمع کریں گے۔ ایسی کتب "صحیح"، کہلاتی ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔

b: جامع:

جامع وہ کتب ہوتی ہیں جن میں آٹھ کتب یعنی ابواب حدیث کے تحت احادیث جمع ہوں: (۱) العقائد (۲) الاحکام (۳) الزهد والرقاق (۴) آداب الطعام والشراب (۵) التفسیر (۶)التاریخ والسیر (۷) الفتن (۸) اور المناقب والمثالب۔ جیسا کہ امام بخاری اور ترمذی کی "الجامع الصحیح" ہیں۔

c: مندا:

ایک صحابی کی یا کئی صحابہ کی احادیث کو مراتب صحابہ کے لحاظ سے جس کتاب میں جمع کیا گیا ہوا سے مند کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا لحاظ سبقت اسلام یا باعتبار شرافت نسب۔ جیسا کہ مند ابو داؤد الطیاری اور مند احمد وغیرہ۔

d: مجتم:

مجموع وہ کتاب ہوتی ہے جس میں صرف حروف تہجی کے اعتبار سے شیوخ، بلدان یا قبائل کے ناموں کے مطابق احادیث کو جمع کیا جائے۔ مشہور ترین معاجم، طبرانی کی بمحض بکیر، بمحض اوسط اور بمحض صغیر ہیں۔

e: مستدرک:

مستدرک وہ کتاب ہے جس میں ایسی احادیث جمع کی جائیں جو کسی مؤلف کی شرائط کے مطابق ہوں اگر اس کی کتاب میں موجود نہ ہوں۔ اس سلسلے میں مشہور کتاب امام حاکم (م ۲۰۰ھ) کی "المستدرک على الصحيحين" ہے۔

f: مستخرج:

وہ کتاب جس میں کوئی مصنف کسی کتاب کی حدیثوں کو کتاب کے مؤلف کے علاوہ اپنی سند سے روایت کرے اور اس کی سند کتاب کے مؤلف کے شیخ کے ساتھ یا اس سے اوپر جا کر ملتی ہو۔ جیسا کہ "مستخرج أبي عوانہ على صحيح مسلم" ہے۔

g: جزء:

جس کتاب میں صرف ایک ہی عنوان اور مسئلہ کے تحت احادیث جمع کردی جائیں اسے "جزء" کہتے ہیں۔



۹۹

جیسے ”جزء رفع الیدين و جزء القراءة للبخاری“ وغیرہ۔

ط: سنن:

جس کتاب میں احکام کی احادیث ہوں۔ اس کی ترتیب میں سب سے پہلے کتاب الطہارۃ ہوتی ہے۔ اس کے بعد عبادات، احوال شخصیہ، معاملات اور جہاد وغیرہ۔ مشہور سنن نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ۔ ①

قارئین کرام! تقسیم بصیرتے قبل بلکہ یہاں انگریزوں اور مغلوں کے دور سے بھی پہلے دور تابعین میں ایک تابعی سیدنا ریبع بن السعد البصری (م ۱۶۰ھ) کے نفس مبارک کے ساتھ انفاس رسول ﷺ (حدیث) کا چراغ روشن ہوا جو آج تک بے نور نہیں ہوا۔ بلکہ کئی قلوب و اذہان کو منور کیا جن خوش نصیبوں نے اپنا تن من دھن لگا کر ان کرنوں کی حفاظت کرنے کی سعادت پائی ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ضروری ہے۔ مشہور محمد حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کے شاگرد اسرائیل بن موی، شیخ امام عیل (م ۳۲۸ھ) رفیق محمود غزنوی، امام رضی الدین صفائی (م ۲۵۰ھ)، مولانا راجح بن داؤد گجراتی (م ۹۰۲ھ)، سید عبد الاول حسینی، حسام الدین ملتانی، شیخ علی متقی البندی صاحب کنز العمال (م ۹۷۵ھ)، عبد الوہاب متقی (م ۱۰۰۱ھ) اور اس کے بعد شاہ ولی اللہ محمد دہلوی ہاشم (م ۱۱۷۴ھ) اور ان کی اولاد و احفاد اور تلامذہ اور ایسے ہی نواب صدیق حسن خان قوجی اور شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی ہاشم کی محتنوں اور کاؤشوں سے اس ملک کی سر زمین نورست سے روشن ہو گئی۔ یہ وہ سلسلہ علم حدیث ہے کہ جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ لیلہا کنھا رہا!

بحمد اللہ تعالیٰ ادارہ ”انصار اللہ نہیں پہلیں کیستن لاہور“ عرصہ اٹھارہ سال سے علمی و قلمی میدان میں دین حنفی کی خدمت کے لیے کوشش ہے اور اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں بفضل اللہ تعالیٰ و منہ و کرمہ اس عرصے میں قریباً ۲۵ کتب منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی علمی و تحقیقی، فکری و اصلاحی کتب پر بڑے زور و شور سے کام جاری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رحم و کریم اپنے کمال فضل و کرم سے تمام زیر طیع، زیر تکمیل، زیر ترتیب اور زیر یغور کام بخیر و عافیت مکمل فرمائے۔ آمين

ماضی قریب میں حدیث نبوی شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ادارہ کی گیارہ (۱۱) کتب چھپ کر بر سر عام جلوہ وفا ہوئیں۔ اہل علم نے اس کاؤش کو سراہا اور دادِ تحسین دی۔ اب حدیث پاک کے موضوع پر ہماری بارہویں کوشش ”منڈ عبد الرحمن بن عوف ہاشم“ پیش خدمت ہے۔

① علوم الحدیث از اکٹر عبد الرؤف ظفر۔ حفاظت حدیث، از خالد علوی۔

علاوه ازیں احادیث مبارکہ پر ہمارے ادارے نے ایک عظیم منصوبہ تشكیل دیا ہوا ہے جس کے تحت حدیث پاک کی بہت سی چھوٹی، بڑی کتابوں پر تحقیقی کام کر کے انہیں منظر عام پر لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس رفیع الشان عظیم المحتت منسوبے کو کامیابی س ہمکنار فرمائے۔ آمین!

مند عبد الرحمن بن عوف میتوڑ کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ کتاب تھوڑا عرصہ قبل دیار کویت کے کبیر عالم صلاح بن عالیش الشلاھی کی تحقیق و دراسہ کے ساتھ پہلی مرتبہ چھپ کر منظر عام پر آئی۔

مخطوطہ کے بارے معلومات:

تحقیق کردہ معتمد علیہ نسخہ مندرجہ الرحمٰن بن عوف للسرتی مکتبہ ظاہریہ میں ۶ نمبر پر ہے اور یہ اکیلانسخہ کویت یونیورسٹی کی مخطوطات لابنبریری کے تعاون سے حاصل ہوا۔ وہاں یہ نسخہ ۲۹۰ نمبر پر موجود ہے۔

مختلطات کا یہ مجموعہ کئی مختلف رسائل پر مشتمل ہے۔ ان میں سے موجود تین اجزاء ایک ہی خط سے لکھے گئے ہیں اور ایک مجموعی جلد میں موجود ہیں۔ پہلا جزء ”جزء منکر و نکیر لابی عمر و بن السماءك“، اور دوسرا جزء مند عبد الرحمن بن عوف اور تیسرا جزء ”جزء من کانت له الآيات من هذه الامة لابی بکر السجاد“ ہے۔ یہ تینوں اجزاء ۲۱۹۶ اوراق پر مشتمل ہیں۔ یہ مندورقہ ۲۰۸ کے سامنے آدھ حصہ سے لے کر درقہ ۲۱۳ کی دوسری ساییدہ کے آدھ حصے پر مشتمل ہے۔ ان تینوں اجزاء میں قدیم، خط نسخ استعمال ہوا ہے جس میں فقط کم ہوتے تھے۔ کتابت کی تاریخ پانچویں صدی معلوم ہوتی ہے یا چھٹی صدی ہجری کا ابتداء ہے۔

نسخہ کی سند:

۲۰ نمبر در قہ میں مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ اس جزء میں ”منکر و نکیر و القبر و حدیث زریب بن بریملا و صی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام و مواعظ و رفائق عن معروف الکرخی بروایت آئی عمر بن السمّاک“ اور جزء منشد عبد الرحمن بن عوف عن النبی ﷺ ہے۔
جمع: احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی۔

رواية: ابو سهيل القطان نے ان سے روایت کیا۔

"من كانت له الآيات من هذه الأمة" اور "من تكلم بعد الموت من أهل اليقين" ان دونوں اجزاء کو احمد بن سلمان بن الحسن ابو بکر الفقیہ الجادنے اپنے شیوخ سے جمع کیا ہے۔ اور ابو الحسن بن محمد بن احمد بن سعید بن الروز بھان نے ان سے روایت کیا ہے۔ عبد العزیز بن علی بن احمد بن الفضل نے تمام کیا ہے۔

اس کے نیچے تبادل خط میں لکھا ہے۔ ابو الحسن الروز بھان کی طرف سے ابو محمد عبد القادر بن احمد بن الحسین بن المسماک الواعظ کو اجازت حاصل ہے۔
خصوصیات شرح و تحقیق کا منبع:

ہم نے منند عبد الرحمن بن عوف کی احادیث کا سلیمانی اردو ترجمہ پڑے ہی شاندار انداز میں کیا ہے، تخریج کے ساتھ ساتھ احادیث پر بڑی محنت کے ساتھ تحقیقی حواشی بھی لگائے ہیں نیز ابتداء میں علمی و تحقیقی مقدمہ کے ساتھ مزین کیا ہے۔ تاکہ اردو خواں طبقہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ کو پڑھ کر ان پر عمل کر کے اپنے لیے سامان آخوند پیدا کرے۔ منند اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

① نص الکتاب کی تحقیق کر کے پورا متن درج کیا گیا ہے صرف احادیث پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔

② احادیث اور آثار کی نمبرگیر کر دی ہے۔

③ کتب حدیث وغیرہ سے احادیث اور آثار کی تخریج محدثین کے معیار صدق و کذب کے مطابق کی گئی ہے۔

④ احادیث، آثار، اسماء اور انساب کو اعراب لگادیے گئے ہیں۔

⑤ مختصر الفاظ الاداء کو مکمل اصلی حالت میں درج کیا گیا ہے مثلاً ”شنا“ کی بجائے ”حدثنا“ اور ”رنا“ کی بجائے ”خبرنا“ درج کیا ہے۔

⑥ منند کی تمام احادیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور تشریح و فوائد کے لیے علیحدہ عنوان دیا گیا ہے۔

⑦ احادیث میں اگر کسی واقعہ، قصہ اور غزوہ کی طرف اشارہ ہے تو اسے بھی بیان کیا گیا ہے۔

⑧ قارئین کی سہولت کے لیے احادیث کی شرح کے دوران بعض اہم مقامات پر عنوان قائم کیے گئے ہیں۔

⑨ شرح میں پیش آمدہ روایات و احادیث کی بھی تخریج کی گئی ہے۔

⑩ شرح میں ضروری مقامات پر طوالت اختیار کی گئی ہے۔

⑪ قارئین کرام کے لیے اسوہ رسول سے جو عمل کی رائیں ملتی ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

⑫ کتاب کے آخر میں احادیث اور آثار کی فہرست بنادی ہے۔

⑬ اور ساتھ میں اعلام کی بھی فہرست بنادی ہے۔

کتاب میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ غلطیاں کم از کم بالکل نہ ہوں لیکن پھر بھی بتقاضاۓ بشریت اگر کسی

بھی قسم کی کوئی خامی یا کسی رہ گئی ہو تو قارئین سے عاجز انگرزاں ہے کہ براہ کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ

آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جائے۔

میں اس کتاب کے جملہ معاونین اور ادارے کے اراکین مجلس شوریٰ جناب محمد شاہد النصاری، محمد اکرم سلفی،

ابو طلحہ صدیقی، شیخ اشرف اور حاجی فوید آصف حظیم اللہ تعالیٰ کامنون اور شکرگزار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت حدیث کے لیے جن کو بہت بڑا وسیلہ اور ذریعہ بنایا اور خصوصاً بھائی ابو حمزہ عبد الحق صدیقی چیزیں ادارہ النصاری کا بے حد مذکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی قیمتی آراء سے میرے لیے کامیابی کی راہ ہموار فرمائی۔

باقیہ معاونین ادارہ ابویحیٰ محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، شہزاد جاوید، محمد ناظر سدھو، جاوید علی، ظفر اقبال، عمران طاہر، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، ابجد محمود منج، ملک طاہر، شیخ الیاس مجید، محمد عرفان، اختر علی، شوکت حیات، مرزا ذاکر احمد، حافظ سفیان افضل، ابو موسیٰ منصور احمد، محمد رمضان اور سلیم جلالی حظیم اللہ تعالیٰ ان تمام بھائیوں اور دوستوں کے علم و عمل، تقویٰ یا پارسائی اور مال و دولت میں اضافہ فرمائے اور دونوں جہانوں میں خوش و خرم رکھے کیونکہ یہ لوگ خدمت حدیث کے لیے تن من وحن قربان کر رہے ہیں۔

آخر میں بھائی عدنان عارف صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری گردانتے ہیں جنہوں نے مند عبد الرحمن بن عوف کے ترجیح، تحریق اور شرح کے مصارف برداشت کیے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے والد مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

ان کے علاوہ میں اپنے تمام اساتذہ کرام و مریان قابل صد احترام خصوصاً حافظ شاء اللہ الزہبی (رئیس جامعہ اسلامیہ صادق آباد)، پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤوف ظفر چیزیں میں شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا اور محدث اعصر فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی (رئیس المعهد السلفی للتعلیم والتربیة، کراچی و رئیس ادارہ بہا) کامنون ہوں جنہوں نے زندگی کے ہر موز پر میری راہنمائی فرمائی۔ (کثر اللہ امثالہم فی العالم)

آخر میں اللہ عز وجل سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو ہمارے لیے دینی و اخروی نجات کا باعث بنائے۔ اس کتاب کے قارئین کو ہدایت نصیب ہو اور وہ اللہ عز وجل اور اس کے رسول ﷺ کے فرائیں مقدسه کو پڑھ کر خوب بھی ان پر عمل کریں اور دوسروں کو عمل کی ترغیب بھی تلا میں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین حنف کا محلص خادم اور سچا سپاہی بنائے اور اہل علم کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین

وَصَلَى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

وکتبہ

حافظ محمد واعظی

رفیق ادارہ لصاز الشنہ پبلینکیشنز لاہور

مصنف کے حالات زندگی

نام اور کنیت:

نام احمد بن محمد بن عیسیٰ بن الازھر ہے۔ کنیت ابو العباس۔ بغداد کے گرد و نواح میں بستی برٰت کے ساتھ نسبت کی وجہ سے البریٰ البغدادیٰ کہا جاتا ہے۔

پیدائش:

امام ذہبیٰ نے سیر اعلام البلاع (۲۷۰ھ/۱۸۰) میں لکھا ہے کہ آپ سن ۱۹۰ھجری کے بعد پیدا ہوئے اور تذكرة الحفاظ (۵۹۶ھ/۲۰۰) میں فرمایا کہ آپ ۲۰۰ھجری سے قبل پیدا ہوئے۔

خاندان:

آپ پیدائش بغدادیٰ ہیں اور بغداد میں ہی فوت ہوئے۔ آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ابو حبیب تھا اور وہ بہت بڑا عالم تھا، اس نے سن ۳۰۸ھ میں وفات پائی۔

طلب علم:

امام برٰتیٰ نے فقرہ کا علم ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوز جانی، محمد بن الحسن الشیعیانی کے شاگرد سے حاصل کیا اور اسی سے محمد بن حسن الشیعیانی کی کتب روایت کیں۔ اس کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہل بغداد، اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے بھی کافی علم روایت کیا۔ آپ حدیث بھی تھے اور فقیہ بھی۔ حنفی مذہب کے ساتھ تعلق رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود امام احمد بن حنبل رض جو کہ اپنے زمانے کے امام الحمد شیعین کہلانے جاتے تھے سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ طبقات حتابلہ کی کتب میں امام احمد رض سے یہی ہوئے سوالات کا ذکر موجود ہے۔ این ابی یعلیٰ نے ان میں سے دو سوالوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے ان کی فقاہت اور معرفت بالحدیث کی دلیل ملتی ہے۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ و مشائخ کی فہرست کافی لمبی ہے۔ چند کا تذکرہ صوب ذیل ہے:

و

- ۱: احمد بن محمد بن الیوب، ابو جعفر صاحب المغازی: ابن حجر نے کہا کہ یہ صدوق ہے لیکن ان میں کچھ غفلت پائی جاتی تھی۔ ان سے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پا گئے۔ ①
- ۲: اسحاق بن اساعیل الطالقانی ابو یعقوب: ابن حجر نے اسے ثقہ کہا ہے۔ صرف اکیلے جریر سے ان کے سامع میں کلام کیا گیا ہے۔ ان سے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۳۰ ہجری میں وفات پا گئے۔ ②
- ۳: حفص بن عمر بن الحارث بن سخراۃ الا زدی ابو عمر الحوضی: ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے لیکن ایک عیب بھی لگایا ہے کہ یہ حدیث پر اجرت لیتے تھے۔ ان سے امام بخاری اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے ان کے شاگرد سے روایت کیا ہے۔ سن ۲۵۵ ہجری میں وفات پا گئے۔ ③
- ۴: خلف بن ہشام بن شغلب البزار المقری الخوی: ابن حجر نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ان سے امام مسلم اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۲۹ ہجری میں وفات پا گئے۔ ④
- ۵: داؤد بن عمرو بن زهیر بن عمرو الفصی ابو سلیمان البغدادی: ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا۔ ان سے نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے روایت کیا۔ ان کا سیر میں ترجمہ موجود ہے۔ سن (۲۲۸ ہجری) میں فوت ہوئے۔ ⑤
- ۶: سلیمان بن حرب بن بکیل بن الا زدی البصری قاضی مکہ: ابن حجر نے انہیں ثقہ، امام، حافظ کہا ہے۔ امام بخاری اور امام ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے اور امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۲ ہجری میں وفات پا گئے۔ ⑥
- ۷: عاصم بن علی بن صالح بن صہیب الواسطی ابو الحسن لیثی: ابن حجر نے "صدوق له او هام" کہا ہے۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن (۲۲۱) ہجری میں وفات پا گئے۔ ⑦
- ۸: عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم الحبیبی: ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ اور حافظ راوی ہے۔ ان سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۵ ہجری میں وفات پا گئے۔ ⑧

① تہذیب الکمال: ۱/۱ - ۴۳۱ - ۴۳۲ .

② سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۱۰ - ۳۵۴ .

③ أیضاً: ۱۱/۱۳۰ .

۴ أیضاً: ۲/۴۰۹ - ۴۱۲ .

۵ أیضاً: ۱۰/۵۷۶ .

۶ أیضاً: ۱۰/۳۳۰ .

۷ أیضاً: ۱۱/۱۲۲ .

۸ أیضاً: ۹/۲۶۲ .

۹: عبد اللہ بن مسلمہ بن قعْبَ لفظی المارثی ابو عبد الرحمن الہصیری: ابن حجر نے میں کہا کہ یہ ثقہ اور عابد تھے۔ ابن المدینی اور ابن مسیم موطا میں اس سے بڑھ کر کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔ امام بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔
سن ۲۲۱: ہجری میں وفات پاگئے۔ ①

۱۰: عبد اللہ بن عمر بن میسرۃ القواریری ابو سعید الہصیری: ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ ان سے امام بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے ان سے بیان کیا ہے یعنی ان کے اور نسائی کے درمیان تیسرا اور آدمی بھی ہے۔ سن ۲۳۵: ہجری میں وفات پاگئے۔ ②

۱۱: عثمان بن محمد بن ابراہیم الحبیب المعروف ابن الیثیب: ابن حجر نے کہا کہ ثقہ حافظ کے لقب سے مشہور جیں لیکن ان کے بارے میں کئی وہم ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن الجہ نے روایت کیا ہے اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۹: ہجری میں وفات پاگئے۔ ③

۱۲: عفان بن مسلم بن عبد اللہ الباهی ابو عثمان البصری: ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ ابن المدینی نے کہا: جب حدیث کے بارے میں کسی لفظ میں انہیں شک پڑ جاتا تو اسے ترک کر دیتے اور کبھی کبحار وہم میں پڑھاتے۔ ابن مسیم نے کہا ہے: ہم نے صفر سن ۲۱۹: ہجری میں اس کا انکار کیا۔ ان سے امام بخاری نے روایت آیا ہے اور باقی پانچوں (یعنی امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن الجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۱۹: ہجری میں وفات پاگئے۔ ④

۱۳: الفضل بن دکیں الحنفی ابو نعیم: ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ ان کا شمار امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہوتا ہے اور باقی پانچوں (امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن الجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۱۸: ہجری میں وفات پاگئے۔ ⑤

۱۴: مالک بن اسماعیل بن درہم الحنفی ابو غسان الکوفی: ابن حجر نے انہیں ثقہ، متقن، صحیح الکتاب اور عابد کہا ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے اور باقی پانچوں (مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن الجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۱۷: ہجری میں وفات پاگئے۔ ⑥

① ایضاً: ۲۵۷/۱۰.

② ایضاً: ۴۲۲/۱۱.

③ ایضاً: ۱۵۱/۱۱.

④ ایضاً: ۲۴۲/۱۰.

⑤ ایضاً: ۱۴۲/۱۰.

⑥ ایضاً: ۴۳۰/۱۰.

٦٦

۱۵: محمد بن زیاد الورکانی ابو عمران الخراسانی نزیل بغداد:..... ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان سے امام مسلم اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پاگئے۔ ①

۱۶: محمد بن سعید بن سلیمان الکوفی ابو جعفر، ابن الصبھانی المعروف حمدان:..... ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے پیان کیا ہے۔ سن ۲۲۰ ہجری میں وفات پاگئے۔ ②

۱۷: محمد بن کثیر العبدی البصري:..... ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان سے امام بخاری اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۳ ہجری میں وفات پاگئے۔ ③

۱۸: محمد بن المنهال البصري التميمي الفخری:..... ابن حجر نے کہا کہ یہ ثقہ حافظ ہے۔ امام بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۱ ہجری میں وفات پاگئے۔ ④

۱۹: مسدود بن مسرحد بن مسرحد بن مستورد البصري الاسدي:..... ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ حافظ ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے بصرہ میں منتد تصنیف کی۔ ان سے امام بخاری اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پاگئے۔ ⑤

۲۰: مسلم بن ابراہیم الرازی الفراہیدی ابو عمر و البصري:..... ابن حجر نے کہا ہے: ثقہ راوی ہیں۔ آخر عمر میں نامینا ہو گئے اور یہ ابو داؤد کے سب سے بڑے استاد تھے۔ ان سے امام بخاری اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور باقی چاروں (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۲ ہجری میں وفات پاگئے۔ ⑥

۱: تاریخ بغداد: ۱۱۶/۲۔ ۲: تاریخ أصبہان: ۱۷۵/۲۔

۳: سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۳۸۳، تقریب التهذیب، ترجمہ رقم: ۶۲۵۱۔

۴: أيضاً: ۱۰/۶۴۲، أيضاً: ۱۰/۵۹۱۔ ۵: أيضاً: ۱۰/۶۳۲۸۔

۶: أيضاً: ۱۰/۳۱۴۔

۲۲: موسیٰ بن اسماعیل التبوزکی ابوسلمه:.....ابن مجرنے ان کے بارے میں ثقہ ثبت کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان سے امام بخاری اور ابوداود نے روایت کیا ہے۔ اور باقی چاروں (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ ①

۲۳: موسیٰ بن مسعود الخدی ابوخذیفہ البصری:.....ابن مجرنے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ صدقہ راوی ہے لیکن حافظہ اتنا زیادہ قوی نہیں، تصحیف کیا کرتے تھے۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابوداود اور ابن ماجہ نے ایک آدی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۰ ہجری میں یا ۲۲۶ ہجری میں وفات پائی۔ ②

۲۴: وہب بن قبیہ بن عثمان الواسطی ابومحمد:.....ابن مجرنے کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ امام مسلم اور ابوداود نے ان سے روایت کیا ہے اور نسائی نے ایک آدی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ③

۲۵: ہشام بن عبد الملک الطیالی البصری ابوالولید:.....ابن مجرنے ان کے بارے میں ثقہ ثبت کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان سے امام بخاری اور ابوداود نے روایت کیا ہے۔ اور باقی چاروں (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۷ ہجری میں فوت ہو گئے۔ ④

۲۶: عیین بن عبد الحمید بن عبد الرحمن الحمانی الکوفی:.....ابن مجرنے انہیں حافظ کا لقب دیا ہے۔ ان سے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پا گئے۔ ⑤

۲۷: عیین بن یوسف ابن ابی کریبہ الخراسانی:.....ابن مجرنے کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے ایک آدی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ ⑥

۲۸: یوسف بن بحلول الشعیری الانباری نزیل الکوفۃ:.....ابن مجرنے کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہے۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۱۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ ⑦

تلانڈہ:

امام برتری سے استفادہ کرنے والے لوگوں میں بڑے بڑے نام آتے ہیں۔ جن علماء کرام نے آپ کی

۱: ایضاً: ۱۳۷/۱۰ ، التقریب: ۱۷۱۰ . ۲: ایضاً: ۱۰/۱۰ .

۳: ایضاً: ۴۶۲/۱۱ . ۴: ایضاً: ۳۴۱/۱۰ .

۵: ایضاً: ۵۴۰/۱۰ . ۶: ایضاً: ۳۸/۱۱ .

۷: تہذیب التہذیب: ۴۰۹/۱۱ .

۶۹

شائگر دی اختیار کی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱: احمد بن سلمان بن الحسن بن اسرائیل ابو بکر البخاری الحسنی البغدادی (م ۳۲۸ھ)۔^۱

۲: احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زناد ابو ہبیل القطان البغدادی (م ۳۵۰ھ)۔ یہ مسند کے روایتی ہیں۔^۲

۳: الحسین بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البغدادی (م ۳۳۰ھ)۔^۳

۴: العباس بن احمد بن محمد بن عیسیٰ ابو حییب البرتی (م ۳۰۸ھ) مصنف کے بیٹے ہیں۔^۴

۵: عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بن المرزاں ابو القاسم الغوی (م ۳۱۷ھ)۔^۵

۶: محمد بن جلید بن حفص العطار ابو عبد اللہ الدوری البغدادی (م ۳۳۱ھجری)۔^۶

۷: یحییٰ بن محمد بن صاعد ابو محمد البغدادی (م ۳۱۸ھ)۔^۷

۸: یعقوب بن اسحاق الاسفرائیلی ابو عوانہ (م ۳۱۶ھ)۔^۸

امام برتری محدثین کی نظر میں:

۱: امام برتری کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔

۲: احمد بن کامل نے کہا: اسماعیل قاضی قضاۓ، روایت اور عدالت میں اپنے تمام ساتھیوں پر امام برتری کو ترجیح دیتے تھے۔

۳: طلیب بن محمد بن حضرت نے کہا: برتری دین اور پارسائی کے اعتبار سے پسندیدہ لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

۴: خطیب بغدادی نے میں ثقہ ثبت حجۃ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور مزید فرمایا کہ برتری صلح اور عبادات گزاری کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

۵: ابن ابی یعلی نے کہا کہ برتری دین دار، پارسا اور پاک دامن تھے۔

۶: حافظ ذہبی نے سیر میں ان کے بارے میں القاضی، العلامہ، الحافظ، الشقة کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۷: اور العبر میں الفقیہ، الحافظ، صاحب المسند کے الفاظ استعمال کرتے مزید کہا کہ وہ فقیہ،

۱: السیر: ۱۵/۵۰۲.

۲: أيضًا: ۱۵/۵۲۱.

۳: أيضًا: ۱۵/۱۲/۱۵۲.

۴: أيضًا: ۱۵/۱۰/۲۸۸.

۵: أيضًا: ۱۴/۱۰/۴۴۰.

۶: أيضًا: ۱۴/۱۰/۴۱۷.

۷: أيضًا: ۱۵/۱۰/۵۰۱.

صاحب بصیرت، حدیث اور اس کے علل کو پہچاننے والے، زاہد اور عبادت گزار شخص تھے اور بہت زیادہ قدر و منزلت والے انسان تھے۔

تالیفات:

(۱) **المسند**:..... یہ ان کی واحد کتاب ہے جو انہوں نے حدیث کے بارے میں تصنیف کی۔ جس نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے، مند کا ضرور تذکرہ کیا۔ لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ اب مظہر عام صرف اس سے مند عبد الرحمن بن عوف ہی باقی رہ گئی ہے باقی مفقود ہے۔
امام ذہبی نے التذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے برتبی کی مند ابو ہریرہ رض معلول سند کے ساتھ سنی ہے۔ اس بات کو رودانی نے اپنی کتاب ”صلة الخلف بموصول السلف“ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ”مجلہ معهد المخطوطات العربیہ“، ص ۴۴۰ : ۲۹ / ۲“ میں مرقوم ہے۔

(۲) مسائل عن احمد:

طبقات حنبلہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے امام احمد سے کیے گئے سوالات کو مرتب کیا تھا۔

وفات:

علم و عرفان اور زہد و تقویٰ کی علامت امام برتبی ہفتہ کی رات ۱۹ ذوالحجہ ۲۲۸ھ کو مالک حقیقی سے جا ملے۔
رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ۔

مصادر الترجمة:

الإكمال لإبن ماكولا: ۱/۱۰، البداية والنهاية: ۱۱/۷۳، تاريخ بغداد، ۵/۶۱،
تذكرة الحفاظ للذهبي: ۲/۵۹۶، العبر للذهبي: ۲/۶۳، سير أعلام النبلاء: ۱۳/۴۰۷،
الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ۱/۳۰۱، طبقات الحفاظ للسيوطى، ص: ۲۷۱،
المقصد الأرشد لإبن مفلح: ۱/۱۶۱.

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

وہ ان آنکھ خوش نصیب ہستیوں میں سے ایک تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ وہ ان دس نیک بخت اشخاص میں سے ایک تھے جنہیں جنت کی بشارت سے نوازا گیا۔ وہ ان چھ اصحاب شوری میں سے ایک تھے جنہیں جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا، اور وہ ان مخصوص علماء صحابہ میں سے ایک تھے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا مجاز قرار دیا گیا۔ وہ ایسے حمالی تھے کہ جن کی اقتداء میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو یہ ہیں عبد الرحمن بن عوف! اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی کرے۔ آمین

عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ ان کا نسب چھٹی پشت پر جا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبہ تھا۔ وہ ان پانچ خوش نصیبوں میں سے تھے جنہوں نے ابتداء ہی میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔ ان کے علاوہ اس وقت تک سیدنا عثمان بن عفان، زیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقار رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے تھے۔

ابھی تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دائر قم نہیں گئے تھے کہ ان کا نام تبدیل کر کے عبد الرحمن رکھ دیا۔ ① ان کے والد عوف کا تعلق قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام شفاء تھا۔ ان کا تعلق بھی بنو زہرہ سے تھا۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے والدین آپکی میں پچاڑا تھے۔ یہ ہجرت سے ۳۲ سال پہلے پیدا ہوئے۔ قبول اسلام کے وقت ان کی عمر کم و بیش ۳۰ سال تھی۔ عمر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۰ سال چھوٹے تھے۔ قریشی انسل تھے۔

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور شروع ہی سے پاکیزہ نفس انسان تھے۔ اپنی سلاست روی کی بدولت زمانہ جاہلیت ہی میں شراب چھوڑ دی تھی۔ ان کے والد عوف ایک تاجر تھے۔ زمانہ جاہلیت میں وہ تجارت کے لیے بیکن گئے ہوئے تھے کہ راستے میں ان کے دشمنوں نے انھیں قتل کر دیا۔ ان کی

❶ المعجم الكبير للطبراني: ۱/۱۲۶، حدیث: ۲۵۳، ۲۵۴.

والدہ شفاء اسلام کی نعمت سے ملا مال ہوئیں اور ہجرت بھی کی۔ ①

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض بھی اپنے والد کی طرح تاجر پیشہ تھے۔ ان کا خاندان بوزہرہ چھوٹا خاندان تھا اور دولت کے لحاظ سے بھی زیادہ نمایاں نہ تھا، بایس وجد ان لوگوں کو مناصب حرم میں سے کوئی منصب نہ مل سکا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا تیرھواں نمبر تھا۔

قبول اسلام کی پاداش میں انھیں بھی بہت ستایا گیا، اس لیے یہ بھی جہش کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے قافلے میں شامل ہو گئے۔ لیکن بعد میں واپس مکہ آگئے اور سن ۱۳ نبوی کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ آئے تو انہاً گھر بار اور تجارت ہر چیز تھی کہ یوئی پیچے بھی مکہ میں چھوڑ آئے۔ یہاں پہنچنے تو بالکل حالی ہاتھ تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے اور سیدنا سعد بن ربيع رض کے مابین مواغات کا رشتہ قائم کیا۔ ان کے اسلامی بھائی نے بے مثال ایثار سے کام لینا چاہا۔ لیکن سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کی بے نیاز اور غیر بیعت نے شکریہ کے ساتھ ان کی پیشکش نامنظور کی۔ سیدنا سعد رض کا کہنا تھا کہ میں مدینہ طیبہ کے امیر تین لوگوں میں سے ہوں۔ میرے کئی باغات اور زرعی زمینیں ہیں، دو بیویاں ہیں۔ میں انپا آدھا مال آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ دونوں بیویاں دکھلے یہاں جو آپ کو پسند آئے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں جب عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کر کے انہاً گھر بسائیں۔ مگر انہوں نے ان کے جواب میں کہا: اللہ آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے آپ بازار کا راستہ بتا دیں جہاں خرید و فروخت ہوتی ہو۔ سیدنا سعد رض نے کہا کہ: ہنوقیقیانع کا بازار بڑا مشہور ہے۔ یہ بازار "البیقع" کے بائیں جانب کچھ فاصلے پر تھا۔ وہ صحیح سوریے بازار گئے۔ شام کو واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاصلہ پیغیر اور گھنی تھا۔ اس کے بعد وہ روزانہ بازار جاتے اور سامان خرید کر فروخت کرتے۔ ایک دن ان کے لباس پر زعفرانی رنگ کا اثر تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا تو پوچھا: عبد الرحمن! کیا ما جرا ہے؟ عرض کیا: میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ ارشاد ہوا: اس کو مہر کیا دیا؟ عرض کیا: سمجھو کر گھٹھلی کے برابر سونا۔ فرمایا: ولیم ضرور کرو، چاہے ایک بکری ہی ہو۔ ②

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کی تجارت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں چار ہزار درہم لے کر حاضر ہوئے۔ ان کے پاس اس روز آٹھ ہزار درہم تھے۔ فرماتے ہیں: میں نے چار ہزار درہم اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑے ہیں اور چار ہزار اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش

① المستدرک للحاکم: ۳۰۶/۳، جامع الأصول لابن أثیر: ۱۲۹/۱۲۔

② صحيح البخاري، كتاب البيوع، رقم: ۲۰۴۸۔

کرنے کے لیے حاضر ہو گیا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائیں: ((بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيمَا أَمْسَكْتَ وَفِيمَا أَعْطَيْتَ .)) ۱

”اللہ تمہارے اس مال میں بھی برکت دے جو تم نے گھر میں باقی چھوڑا اور اس میں بھی جو تم نے اللہ کی راہ میں دیا۔“

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعا کی برکت تھی کہ وہ صحابہ کرام ﷺ میں سے امیر تین شخص بن گئے۔ جیسے ان کے مال و دولت میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے وہ اللہ کی راہ میں زیادہ خرچ کرتے چلے گئے۔ ان کی خواست کے بارے میں سیرت نگاروں نے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں۔ ایک موقع پر جہاد کے لیے انہوں نے پانچ سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ پیش کیے۔ دو مرتبہ چالیس چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں دیے۔ ۲ ان کی ایک تیتی زمین مدینہ میں تھی۔ وہ زمین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں فروخت کر کے ساری رقم فقرائے بنی زہرا اور امہات الموتین میں تقسیم کر دی۔ ۳

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے جری اور بہادر تھے۔ وہ بدر سمیت تمام غزوات میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے والے دوناً انصاری نوجوانوں نے ابو جہل کا اتنا پتا انہی سے پوچھا تھا۔ ۴

بدر کے میدان میں وہ دشمن سے کچھ زر ہیں چھین کر لے جا رہے تھے کہ ان کے زمانہ جاہلیت کے ایک دوست امیہ بن خلف نے انھیں دیکھ کر کہا: کیا تمہیں میری ضرورت ہے؟ میں تمہاری ان زر ہوں سے بہتر ہوں.... اور جب امیہ اور اس کے بیٹے کو سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ گرفتار کر کے لے جا رہے تھے تو اچانک سیدنا بلاں رضی اللہ عنہ کی نظر امیہ پر پڑی۔ بے ساختہ بولے: اوہ! کفار کا سرغنة امیہ بن خلف، اب یا تو یہ رہے گا یا میں، پھر انہوں نے انصار کی مدد سے دونوں باپ بیٹے کو واصل جہنم کر دیا۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ بلاں رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ میری زر ہیں بھی گئیں اور میرے قیدیوں کا بھی صفائیا ہو گیا۔ ۵

۱ تفسیر الطبری: ۷۹/۹، سورۃ التوبۃ۔

۲ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/۱۲۹، رقم: ۲۶۵۔

۳ مسنند احمد: ۶/۱۰۳، المستدرک للحسناکم: ۳۱۰/۳۔

۴ صحيح البخاری، باب فرض الخمس، رقم: ۳۱۴۱۔

۵ صحيح البخاری، کتاب الوکالة، حدیث: ۱/۲۲۰، دلائل النبوة للبیهقی: ۳/۹۲۔

اُحد کے میدان میں سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض نے اپنی بہادری کے جو ہر دکھائے۔ وہ ان صحابہ میں سے تھے جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے لڑتے لڑتے منہ پر چوت کھائی۔ ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ انھیں اس جنگ میں بیس یا اس سے زیادہ زخم آئے جن میں سے بعض کاری زخم پاؤں پر لگے یوں وہ ساری زندگی کے لیے لنگڑے ہو گئے۔ ①

ان کی زندگی کا ایک اور روشن پہلو اس وقت سامنے آتا ہے جب شعبان ۶ ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی قیادت میں ایک لشکر اپنے سامنے بھاکر خود اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر گزدی باندھی، پچھے شملہ چھوڑا اور ہاتھ میں علم عنایت فرمایا۔ ان کوڑائی میں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کی وصیت فرمائی۔ ارشاد فرمایا: اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لینا۔ انہوں نے دو مہینے اپنی کرتین دن تک دعوتِ اسلام دی۔ قبیلہ بنوکلب کا بادشاہ اسخ بن عمرو عیسائی تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سارے لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض نے اللہ کے رسول ﷺ کے حسب فرمان اسخ کی بیٹی سیدہ تماضر رض سے شادی کر لی اور انھیں اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔ مشہور راوی حدیث ابوسلمہ اسی خاتون کے طلن سے تھے۔ کسی قریشی کی بنوکلب میں یہ پہلی شادی تھی۔ آپ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپ کے ہاں بیس بیٹے اور آٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے ایک بیٹے کا نام عثمان تھا جس کی والدہ کسری کی بیٹی غزال تھی۔ جو مذکون کی فتح کے موقع پر لونڈی بی تھی۔ سیدنا سعد بن ابی وقار رض اس لشکر کے قائد تھے۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض بڑے صاحب الرائے تھے۔ وہ نہ صرف اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ اقدس میں نمایاں صحابہ میں سے تھے بلکہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رض کے دور میں بھی ان کے مشیر خاص تھے۔ وہ ان کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رض کے دور میں عراق پر لشکر کشی کا مسئلہ سامنے آیا تو صحابہ کرام رض نے سیدنا عمر فاروق رض کا نام بطور سپہ سالار پیش کیا۔ شوریٰ کا اجلاس جاری تھا۔ اجلاس میں سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض بھی موجود تھے انہوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔ اس موقع پر انہوں نے جو دلائل پیش کیے آئیے ذرا ان کو پڑھتے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ آپ یہیں ٹھہریں، لشکر عراق بھیج دیں۔ اللہ نے کرے اگر اسلامی لشکر نے نکست کھائی تو وہ اسلام کی نکست نہ ہوگی بلکہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی نکست ہوگی اور اگر آپ جنگ کے میدان میں اتر گئے اور نکست کھا گئے تو مسلمانوں کی ترقی رک جائے گی اور اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ان کی اس مدل تقریر نے

۶۹

تمام ارکان شوری کی آنکھیں کھول دیں اور سب نے پُر زور الفاظ میں اس کی تائید کی۔ اب سوال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی قیادت کون کرے؟ یہ مسئلہ بھی اس دانشور شخصیت نے حل کر دیا۔ انہوں نے مجلس میں کھڑے ہو کر فرمایا: میں نے پالیا۔ سیدنا عمر فاروق رض نے پوچھا: وہ کون ہے؟ آپ نے کے پالیا؟ بولے: سعد بن ابی وقاص رض۔ اس حسن انتخاب پر ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی۔

بیت المقدس کی فتح مسلمانوں کو لڑے بغیر ہی نصیب ہوگی۔ اس موقع پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جو معابدہ ہوا اس کے گواہوں میں سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض بھی شامل تھے۔ سیدنا عمر فاروق رض شام کے دورے پر تھے۔ اسی دوران ان کو اطلاع ملی کہ وہاں طاغون کی وبا چیل گئی ہے۔ انہوں نے پلٹنا چاہا تو سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رض نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور کہا کہ آپ شام ضرور جائیں کیا آپ تقدیرِ الٰہی سے فرار ہونا چاہتے ہیں؟ اس موقع پر سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض آگئے۔ آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کسی شہر میں وبا کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم وہاں (پہلے ہی) موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو“، سیدنا سالم بن عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں۔ شام سے واپس پلنے کی وجہ صرف سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کی روایت کردہ حدیث تھی۔ ①

اگر ان کے حالات زندگی کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی نہایت سمجھدار اور صاحب الراءے شخصیت تھے۔ ان کو امیر المؤمنین عمر فاروق رض کا بے حد قرب اور اعتماد حاصل تھا۔

بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رض اپنے بعد خلافت کی ذمہ داریاں انہی کو سونپتا چاہتے تھے مگر وہ اس پر قطعاً راضی نہ ہوئے۔

بلاشبہ وہ نہایت متقدی اور پرہیز گار انسان تھے۔ انتہائی مالدار ہونے کے باوجود وہ بڑے منكسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ روزے سے تھے، افطاری کے وقت ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو فرمایا: مصعب بن عمير رض کو واحد کے میدان میں شہید کر دیا گیا وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو ایک ایسی چادر کا کفن پہنایا گیا کہ اگر اسے سر پر ڈالا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور اگر پاؤں پر ڈالتے تو سر نگاہ ہو جاتا تھا۔ میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا۔ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رض شہید ہوئے، وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے، پھر ہمیں دنیا سے وہ کچھ دیا گیا، (یعنی ہمیں بے حد و حساب دولت دی گئی) حتیٰ کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں فوراً (دنیا ہی میں) دے دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا گیا۔ ②

① صحیح البخاری، کتاب الحیل، رقم: ۶۹۷۳۔ ② صحیح البخاری، الجنائز، رقم: ۱۲۷۵۔

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض امہات المؤمنین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ امہات المؤمنین کو بیت المال سے معقول مقدار میں خرچ ملتا تھا، اس کے باوجود بہت سارے غنی صحابہ ان کے ایک ادنیٰ اشارے پر ہر قسم کی مالی قربانی دینے کے لیے ہر آن ہر گھری تیار رہتے تھے، مگر عبد الرحمن بن عوف رض کا معاملہ سب سے مختلف تھا۔ ان کے ایک باغ کی قیمت چار لاکھ درهم تھی انہوں نے اس کی پیداوار امہات المؤمنین پر خرچ کرنے کی وصیت فرمائی۔^۱

انہوں نے بدری صحابہ کے لیے وصیت کی تھی کہ ان میں سے جو زندہ ہیں ان سب کو میری وفات کے بعد میراث سے چار چار سو دینار دیے جائیں۔ جب ان کی وفات کے وقت بدری صحابہ کو گناہی تو ان کی تعداد سو تھی۔ اس طرح چالیس ہزار دینار کی خطیر رقم صرف بدری صحابہ کو ادا کی گئی۔ ان صحابہ میں سیدنا عثمان بن عفان رض بھی شامل تھے۔ سبھی کو معلوم تھا کہ وہ نہایت امیر کیسر اور مالدار انسان ہیں۔ سیدنا عثمان بن عفان رض کے لیے کوئی بڑی رقم بھی نہ تھی۔ آپ تو غنی تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بھی حسب وصیت رقم وصول کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں۔ میں یہ رقم ضرور وصول کروں گا۔ میرا یہ بھائی بڑا برکت تھا۔ اس کا مال حلال اور برکت والا ہے۔ اس طرح انہوں نے بھی چار سو دینار وصول کیے۔ جب سیدنا عمر فاروق رض کو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رض کے محبوب غلام ابوالولو فیروز نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے خبر گھونپا تو انہوں نے سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کا پاتھک پکڑا اور انھیں اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔ لوگ سیدنا عمر فاروق رض کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ رہے تھے، چنانچہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض نے مختصرًا نماز پڑھائی۔ سیدنا عمر فاروق رض نے اپنے بعد جن شخصیات کے بارے میں فرمایا کہ ان کو میرے بعد خلیفہ چن لیتا ان میں سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض بھی شامل تھے۔ جب شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا تو یہ مسئلہ بڑا مشکل تھا کہ کس کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ مگر انہوں نے یہ مسئلہ بھی بڑی خوش اسلوبی سے حل کر دیا اور آخراً کار صحابہ کے مشورے سے سیدنا عثمان بن عفان رض کو خلیفہ قرار دینے کا اعلان کر دیا۔^۲

وہ سیدنا عثمان بن عفان رض کے دور خلافت میں ان کا مکمل ساتھ دیتے رہے۔ ان کو خیر خواہی کے ساتھ نیک مشورے دیتے رہے اور زندگی بھر خلافت کے استکام کے لیے کوشش رہے۔

ان کی وفات سیدنا عثمان بن عفان رض کے عهد خلافت ۳۲ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۷۲

۱ سنن الترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۵۰۔

۲ صحيح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، رقم: ۳۷۰۰۔

برس کے لگ بھگ تھی۔ انہوں نے وصیت کی کہ میرا جنازہ سیدنا عثمان بن عفان رض پر ہائی میں، چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق امیر المؤمنین عثمان بن عفان رض نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع الغرفہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ ①

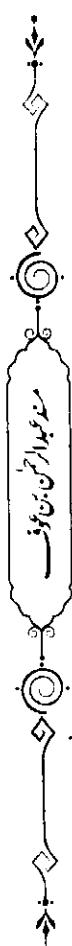
جنازے کی مشایعت جناب علی رض نے کی اور ان الفاظ میں ان سے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا:

“لَقَدْ أَدْرَكْتَ صَفْوَهَا وَسَبَقْتُ زَيْفَهَا يَرْحَمُكَ اللَّهُ.”

”آپ نے دنیا میں سے اس کے عمدہ حصے کو اپنایا اور اس کے خراب حصے چھوڑ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ

آپ کو غریق رحمت کرے۔“ آمین

تاریخ اسلام کے واقعات حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کی سخاوت و شجاعت سے پر ہیں۔ عبد الرحمن بن عوف عظیم المرتبت صحابیوں میں سے تھے۔ مردیات کی تعداد (۲۵) متشق علیہ (۲) صحیح بخاری (۵)، مسند احمد میں (۳۲) اور ہماری اس تحقیق کردہ کتاب میں (۵۲) ہیں۔ ②



① المعجم الكبير للطبراني: ۱/۱۲۸، رقم: ۲۶۳۔

② تفصیل کے لیے دیکھئے: البداية والنهاية: ۷/۳۶ و ۵۷، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۷/۲۰۱ و ۲۰۶، طبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳/۱۲۸، سیر أعلام النبلاء: ۱/۶۸-۹۲۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اجازة في روایة الحديث

الحمد لله الذي جعل الاسناد خصيصة هذه الأمة، وجعله من الدين ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء.

والصلة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين محمد صلى الله عليه وسلم القائل: يحمل هذا العلم من خلف عدوه، والقائل: بلغوا عنى ولو آية والقائل: فالليل الشاهد الغائب والقائل: تسمعون مني ويسمع منكم ويسمع من منكم والقائل: نصر الله امرأ سمع مقالتي فحفظها ثم اداها كما سمعها.

وعلى الله وصحيبه ومن اقتدي بهديه وسنن بيته إلى يوم الدين فنذكر في هذه العجالة روایتنا للحديث واجازاتنا فيه ووصل سندها بالعلماء المحدثين، لكن نجيشه من طلب منا الاجازة، وإن كنت لست أهلاً لذلك ولكن تحقيقاً لرغبة المستجيزين وابقاء لسلسلة الاسناد المباركة نكتب ونقول وبالله التوفيق.

قرأنا الجامع الصحيح لأمير المؤمنين في الحديث الامام البخاري رحمة الله ومؤطا الامام مالك برواية يحيى بن يحيى المصمودي عنه على شيخنا المحدث الحافظ المقلب بجامع المعقول والمنقول الشيخ حاكم على الدھلوي هو قرأ هذين الكتابين وكثيراً من الكتب الأخرى مثل صحيح الإمام مسلم والسنن الأربع على الشيخ المحدث عبيد الله رحمانى رحمة الله عن محدث الوقت الشيخ أحمد لله البرتابى روى الله عن شيخ الكل في الكل رئيس المحدثين في الهند الشيخ نذير حسين المحدث البهارى ثم الدھلوي رحمة الله و يصل سندها إلى الشيخ نذير حسين المحدث الدھلوي بطريق أعلى منه أيضاً، وهو أن شيخنا حاكم على رحمة الله قرأ على الشيخ أحمد الله بلوغ المرام لإبن حجر العسقلاني وجزءاً من مشكاة المصايح والشيخ احمد الله من أشهر تلاميذ الشيخ نذير حسين كما تقدم، فأصبح سندها هكذا: حاكم على عن أحمد الله عن نذير حسين (أى بواسطتين بينى وبين شيخ

الكل) ولله الحمد:

ولنا إجازات عن المشايخ المعروفيين بسند شيخ الكل نذير حسين محدث الدهلوi ونذكر بعضا منها:

أجازنا بجميع مروياته ومسموعاته شيخنا الكريم العالم الكبير المعروف بشيخ العرب والعمجم العلامة بدیع الدین شاه الرشیدی السندی رحمة الله و هو يروي عن كثير من العلماء المحدثین:

فأجازه الشيخ المحدث القوى في المناظرة الشیخ ثناء الله الامرسري عنه.

وأجازه الشیخ الفاضل المحدث ابوسعید شرف الدين المحدث الدهلوi عن المحدث الشیخ محمد بشیر بن بدر الدين السہسوانی عنه.

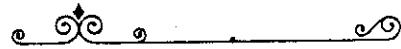
وأجازه الشیخ المحدث التقى الزاهد الشیخ عبد الله رویری عن محدث زمانه الشیخ عبدالمنان بن شرف الدين الوزیر آبادی عنه.

وأجازه الشیخ المحدث المدرس بالحرم المکی الشیخ ابومحمد عبد الحق بن عبد الواحد بن محمد هاشم الهاشمي البهالنفوری عن الشیخ أبي سعید محمد حسین بن عبد الرحیم البیالوی والشیخ أبي الوفاء الامرسري والشیخ أبي الحسین محمد بن حسین الدهلوی والشیخ أبي اسماعیل ابراهیم بن عبد الله والشیخ أبي محمد بن محمود الطنافسی والشیخ أبي تراب عبد التواب بن قمر الدين الملٹانی والشیخ أبي الیسار محمد بن عبد الله الغیطی والشیخ محمد بن أبي محمد الربیاستی كلهم عن شیخ الكل رحمة الله.

وأجازه الشیخ أبواسحاق نیک محمد الامرسري عن الإمام ابن الإمام عبد الجبار بن عبد الله الغزنوی عن شیخ الكل

وكذلك أجازنا بجميع مروياته ومسموعاته واجازاته شيخنا الكريم محدث النیال الشیخ عبدالروف جند انفری النیالی . وشيخنا الفاضل العالم الكبير الشیخ عبد الخالق الرحمنی بن الشیخ المحدث عبد الجبار کندیلوی عن الشیخ عبید الله الرحمنی عن الشیخ احمد الله برتاب غری عن شیخ الكل .

وكذلك أجازنا بجميع مروياته ومسموعاته المحدث الشهیر العالم الزاهد



العبد التقى الشيخ سلطان محمود جلالفوري عن الشيخ عبد التواب ملتاني عن شيخ الكل .

والشيخ عبيد الله رحماني حصلت له الإجازة والرواية عن الشيخ المحدث أبي العلى محمد عبد الرحمن المباركفورى صاحب تحفة الأحوذى عن شيخ الكل (فأصبح بيني وبين الشيخ المباركفورى واسطنان) ولله الحمد ويصل سندا إلى المحدث الشهير الإمام الشوكانى رحمة الله عن طريق الشيخ أحمد الله برتاب غرى رحمة الله فقد حصلت له الإجازة والرواية عن الشيخ المحدث حسين بن محسن الأنصارى الخزرجى اليمانى عن محمد بن ناصر الحسنى الحازمى وعن أحمد بن محمد بن على الشوكانى كلاما عن الإمام الشوكانى رحمة الله واسعة .

قلت: والأسانيد من شيخ الكل نذير حسين المحدث الدهلوى إلى الأئمة الأعلام مذكورة في كتب الحديث والترجم .

وها أنا أسوق منها سندا واحدا إلى رئيس المحدثين وأمير المؤمنين في الحديث الإمام محمد بن اسماعيل بن ابراهيم البخاري الجعفى رحمة الله ، **ويف الله التوفيق .**

الشيخ نذير حسين المحدث الدهلوى حصل له السمع والقراءة والإجازة عن الشيخ محمد اسحاق الدهلوى عن جده من جهة الأم الشيخ عبد العزيز الدهلوى عن شيخ أبي طاهر محمد بن ابراهيم الكردي عن أبيه ابراهيم بن حسن الكردي ، وهو قرأ صحيح البخاري على الشيخ أحمد بن محمد القشاشى قال أخبرنا به الشيخ شمس الدين بن محمد احمد الرملي أخبرنا الشيخ زين الدين زكريا بن محمد الانصارى قال قرأت على الشيخ الحافظ أبي الفضل شهاب الدين أحمد بن على ابن حجر العسقلانى عن الشيخ أبي اسحاق ابراهيم بن أحمد التنوخي عن المسند المعمر أبي العباس أحمد بن أبي طالب الحجار سمعا للجميع عن الشيخ سراج الدين أبي عبد الله الحسين بن المبارك الزبيدي عن الشيخ أبي الحسن عبد الرحمن مظفر الداودى عن أبي محمد عبد الله بن أحمد السرخسي عن أبي عبد الله محمد بن يوسف الفربى عن مؤلفه أمير المؤمنين في الحديث أبي عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري رحمة الله .

٩٦

قلت قد أجزت لجميع ما تقدم من مروياتي وسموعاتي وإجازاتي أخرى في الله
الشيخ حافظ هامد محمود بعد ما قرأ على **الصحيح للإمام البخاري** وأوصيه
 بتفويى الله تعالى في السر والعلن وأن يخلص نيته ويتمسك بمنهج العلماء المحدثين
 في خدمتهم للسنة المطهرة على صاحبها ألف ألف تحية من حيث القراءة والسماع
 والحفظ والعمل والنشر والأداء كما قال الإمام عبد الله بن المبارك رحمة الله: أول
 العلم إلنیة ثم السماع ثم الفهم ثم الحفظ ثم العمل ثم النشر، وان يجعل في يده دائمًا
 كتابا من كتب الحديث في إقامته ورحلاته كما سئل الإمام البخاري عن دواء الحفظ
 فقال: إدمان النظر في الكتب، وأن يقف أمام أماء السنة من المنكرين لها والمؤولين
 والمحرفين فيها وأن لا ينسانا ومشايخنا والديني وكل من حمل لواء السنة المطهرة
 في صالح دعواته وخاصة في الأوقات المشهود لها بالاستجابة على لسان سيد الانبياء
 والمرسلين ، واصلى واسلم عليه وعلى آله وصحبه وأهل طاعته أجمعين .

خادم زمرة الحفاظ المحدثين

عبد الله ناصر عبد الرشيد الرحمن

غفر الله له ولوالديه وأساتذته



ما رواه عبد الله بن عباس ، عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنهما
وهو حديث جاء عبد الله بن عباس من عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنهما سے روایت کیا ہے
أخبرنا أبو سهل أَخْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيَادِ الْقَطَانِ قَرَأَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ فِي
مَسْجِدِهِ دَارَ قَطْنَنَ فِي ذِي الْحِجَةِ مِنْ سَنَةِ اثْنَيْنِ وَأَرْبَعِينَ وَثَلَاثَمَائَةٍ: قَالَ أَبُو الْعَبَّاسِ
أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَيسَى الْقَاضِي الْبَرْتَى .

ابوالعباس احمد بن محمد بن عيسى القاضي البرتى نے کہا: سن ۳۴۲ ہجری ذوالحجہ مسجد دارقطن میں ہمیں ابوہل احمد بن محمد
بن عبد اللہ بن زیاد القطان نے حدیث بیان کی، اس طرح کہ ان پر پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔

[1] حَدَّثَنَا الْقَعْنَيُّ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَابِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبَّاسِ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَابِ ، خَرَجَ إِلَى الشَّامَ ، حَتَّى إِذَا كَانَ يُسْرَعُ لِقَيَّهُ أُمَّرَاءُ الْأَجَادِ
أَبُو عَبِيدَةَ وَأَصْحَابِهِ ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ ، قَالَ أَبُو عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ
أَدْعُوا إِلَى الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ
، فَاخْتَلَفُوا عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ:
مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَرَى أَنْ تُقْدِمُهُمْ عَلَى
هَذَا الْوَبَاءِ ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا إِلَى الْأَنْصَارِ ، فَدَعَوهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ
فَسَلَّكُوا سَيِّلَ الْمُهَاجِرِينَ وَأَخْتَلَفُوا كَآخْتِلَافِهِمْ ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا
لِي مِنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشِيقَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرِي الْفُتُحِ فَدَعَوهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ
رَجُلٌ ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمُهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي
النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهِيرٍ فَاصْبِحُوا عَلَيْهِ ، فَقَالَ: أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَراحِ: أَفَرَأَرُ مِنْ قَدْرِ
اللَّهِ؟ ، فَقَالَ عُمَرُ: لَوْغَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عَبِيدَةَ ، نَعَمْ تَفَرُّ مِنْ قَدْرِ اللَّهِ إِلَى قَدْرِ اللَّهِ جَلَّ
وَعَزَّ ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِلَّا فَهَبَّكْ وَادِيَ لَهُ عُدُوتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ
الَّذِيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدْرِ اللَّهِ؟ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي

٦٦٦

بعض حاجته ، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما ، فقال بيده: هذا كتاب من رب العالمين فيه أسماء أهل الجنة وأسماء أباائهم وقبائلهم مجمل على آخرهم ، لا يزداد فيهم ولا ينقص منهن ، وهذا كتاب من رب العالمين فيه أسماء أهل السار وأسماء أباائهم وقبائلهم مجمل على آخرهم ، لا يزداد منه ولا ينقص منهن ، فرع ربكم جل وعز ، فريق في الجنة وفريق في السعير ، إن من كان من أهل الجنة ختم له يعمل أهل الجنة ، وإن عمل كل عمل ، ومن كان من أهل النار ختم له يعمل أهل النار ، وإن عمل كل عمل .

تخریج الحديث موطاً، كتاب الجامع، باب ما جاء في الطاعون: ٨٩٤، ١٥٨٧،

صحيح بخاري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، رقم: ٥٧٢٩، صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، رقم: ٢٢١٩، مسند احمد: ١٩٤/١٦٨٣، صحيح ابن حبان، رقم: ٢٩٥٣، مسند أبي يعلى، رقم: ٨٣٧، مسند بزار، رقم: ٩٩٠.

ترجمة الحديث عبد الله بن عباس رض نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رض شام کی طرف نکلے، جب سر غ مقام پر پہنچ تو انہیں امیر شکر ابو عبیدہ اور ان کے ساتھی ملے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ شام میں وباء طاعون پھیل چکی ہے۔ ان عباس رض نے کہا کہ عمر رض نے فرمایا: میرے پاس پہلے مهاجرین کو بلاو، آپ رض نے انہیں بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں وباء پھیل چکی ہے تو انہوں نے اس پر اختلاف کیا، بعض نے کہا کہ آپ ایک ایسے کام کے لیے نکلے ہیں جس سے واپسی ہم اچھی نہیں سمجھتے۔ (جبکہ) بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ باقی ماندہ لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض ہیں تو ہم اچھا نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں بیماری والی جگہ پر لے جائیں۔ پھر کہا کہ میرے پاس انصار کو بلاو، انہوں نے انصار کو بلایا تو آپ رض نے ان سے بھی مشورہ طلب کیا، تو انہوں نے بھی مهاجرین والا رستہ اختیار کیا اور اختلاف رائے کیا، آپ نے فرمایا: تھیک ہے آپ لوگ چلے جاؤ، پھر کہا کہ یہاں فتح کے کے مهاجرین قریش کے جوشیون (بڑھے آدمی) موجود ہیں انہیں بلاو، ان میں سے دوآدمیوں نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور وباء والی جگہ پر نہ لے جائیں تو سیدنا عمر رض نے لوگوں میں واپسی جانے کا اعلان کر دیا۔ ابو عبیدہ بن الجراح رض نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فرار اختیار کرو گے تو سیدنا عمر رض نے کہا: اے ابو عبیدہ کاش تم یہ بات نہ کہتے، جی ہاں! ہم اللہ کی

تقریر سے بھاگ رہے ہیں لیکن اللہ عز وجل کی تقدیر کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ کا اونٹ کسی ایسی وادی میں اترے جس کے دو کنارے ہوں: ایک سر بزر اور دوسرا خشک بخرا، اور تم سر بزر کنارے میں اسے چڑاوے گے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں؟ (اتئے میں) حضرت عبد الرحمن بن عوف رض تشریف لے آئے اور وہ کسی کام کی غرض سے آئے تھے۔ انہوں نے حدیث بیان کی کہ: ایک دن ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اشارہ کر کے فرمایا: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے جس میں اہل جنت، ان کے آباء کے نام اور قبائل شروع سے لے کر آخرتک موجود ہیں (اب) ان میں نہ زیادتی کی جاسکتی ہے اور نہ کم۔ اور یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے جس میں اہل جہنم کے نام، ان کے آباء اور قبائل کے نام شروع سے لے کر آخرتک موجود ہیں، نہ ان میں زیادتی اور نہ کم کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ (ان کاموں سے) فارغ ہو چکا ہے۔ ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک جہنم میں۔ جو اہل جنت میں سے ہے اس کا خاتمه اہل جنت کے عمل پر ہوگا اگرچہ اس نے ہر قسم کا عمل کیا ہو۔ اور جو اہل جہنم میں سے ہے، اس کا خاتمه اہل جہنم کے عمل کے ساتھ ہوگا اگرچہ اس نے ہر قسم کا عمل کیا ہو۔

شرح الحديث

اس حدیث پاک سے کئی ایک مسائل مستحبہ ہوتے ہیں:

طاعون:

”فَأَخْبَرُواهُ أَنَّ الْوَيَّاءَ قَدْ وَقَعَ“: ۱۸ میں ایک بھیانک و ہولناک حادث پیش آیا، ۱ تاریخی مصادر و مراجع میں اسے ”طاعون عمواس“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عمواس ایک چھوٹی سی بستی ہے، جو ”بیت المقدس“ اور ”رمد“ کے درمیان واقع ہے، یہیں سب سے پہلے طاعون کی وبا پھیلی تھی اور پھر پورے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اس لیے اس بستی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اسے طاعون عمواس کہا جانے لگا۔ ۲

ہمارے محدث علم کے مطابق اس بیماری کا سب سے جامع تعارف جنہوں نے پیش کیا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلان ہیں۔ انہوں نے طاعون کے بارے میں متعدد اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”اہل لغت، فقهاء اور اطباء کے ذریعے سے اس کی جو تعریف و حقیقت مجھ تک پہنچی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی عضو میں خون کے سیخا نہ ہونا میں بیجان و تیزی ہو جانے کی وجہ سے اس عضو میں پھوٹے کی طرح خطرناک درم ہو جانے اور اسے بے کار کر دینے و طاعون کہتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر اسباب مثلاً فضا و موسم کی خرابی سے لاحق ہونے

۱ تاریخ القضاۓ، ص: ۲۹۴۔

۲ خلاصۃ تاریخ ابن کثیر، محمد کعنان، ص: ۲۳۶۔

۶۶

والے امراض کو مجازی طور پر طاعون کہا جاتا ہے، کیونکہ اس مرض کے تیزی سے پھیلا دا اور موت کی کثرت میں دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ ① اس بیماری کے اصل سبب کی تشخیص میں فرق کا لحاظ اس لیے کیا گیا ہے تا کہ عام و باقی بیماری اور طاعون میں فرق کیا جاسکے اور یہ رخ متین کیا جاسکے کہ وہ حدیث نبوی ﷺ بالکل صحیح ہے جس میں وارد ہے کہ ”طاعون“ مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا جب کہ ”وابا“ اس میں داخل ہو گی اور پچھلی صدیوں میں اس کی مثال بھی گزر چکی ہے۔ ② اس وقت طاعون کی بیماری اس لیے پھیلی تھی کہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان طویل خوزیری، مقتولین کی کثرت، فضا کے تعفن اور مردہ لاشوں کی سڑاندگی کثرت ہو گئی تھی اور اسی کے نتیجہ میں اس کا پھیننا ایک فطری عمل تھا، تاہم یہ سب کچھ اللہ کی حکمت و قدرت پر ہوتی تھا۔ ③

جہاز و شام کی سرحد ”سرغ“ سے عمر بن الخطاب کا واپس لوٹنا:

”فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ إِنِّي مُضْبِعٌ عَلَى طَهْرٍ“: یا ہم میں عمر بن الخطاب نے دوبارہ شام جانے کا ارادہ کیا، چنانچہ آپ مہاجرین و انصار کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے، جب جہاز و شام کی سرحد پر مقام ”سرغ“ پہنچ تو فوج کے کمانڈروں نے آپ سے ملاقات کی اور بتایا کہ سرزین شام میں بیماری پھیلی ہوئی ہے، اس وقت ”طاعون“ نے ملک شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پھر واپس لوٹنے کا فیصلہ کر لیا، اس وقت آپ اور دیگر بعض صحابہ میں کیا گفتگو ہوئی اس کو سنیے۔

سیدنا عمر بن الخطاب کو اس دباؤ کی خبر پہنچی اور شام کے قریب میں مقام ”سرغ“ پر گوزوں کی آپ سے ملاقات ہوئی، آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار تھے، آپ نے ان کو مشورہ کے لیے اکٹھا کیا کہ کیا سفر جاری رکھوں یا واپس لوٹ جاؤں؟ لیکن مشورہ میں اختلاف ہو گیا۔ کسی نے کہا: آپ خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے نکلے ہیں، یہ دباؤ آپ کو ارادے سے نہ پھیر دے۔ کسی نے کہا یہ ایک ناگہانی مصیبت ہے اور موت و حیات کا مسئلہ ہے، ہماری رائے میں آپ آگے نہ بڑھیں۔ پھر آپ نے فتح مکہ کے قریشی مہاجرین کو بلایا، انہوں نے بلا اختلاف رائے آپ کو واپس ہو جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ عمر بن الخطاب نے لوگوں میں اعلان کروادیا کہ میں (واپسی کے لیے) کوچ کرنے والا ہوں۔ سیدنا ابو عبیدہ بن عوف نے فرمایا: کیا اللہ کی تقدیر سے راو فرار اختیار کرتے ہوئے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارا اونٹ

۱ فتح الباری: ۱۸۰ / ۱۰.

۲ أبو عبيدة عامر بن الجراح، محمد شراب، ص: ۲۲۰.

۳ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲۲۴.

کسی ایسی وادی میں اتر جائے جس کے دو کنارے ہوں، ایک کنارہ سر بزر اور دوسرا کنارہ خشک، اگر تم اسے سر بزر حصہ میں چڑھتے ہو تو کیا اسے اللہ کی تقدیر سے نہیں چرایا؟ اور اگر خشک جگہ میں چڑھتے ہو تو کیا اللہ کی تقدیر سے نہیں چرایا؟ چنانچہ عبد الرحمن بن عوف نے ان کی یہ آوازیں سن لیں، ان کے پاس آئے اور کہا: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ يَأْرُضِ فَلَا تَقْدِمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ يَأْرُضِ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ)) ①

”جب تم سنو کہ یہ (وابا) کسی علاقے میں پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی علاقے میں یہ پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔“

عمر بن الخطاب کے واپس لوٹ جانے کے بعد طوفانی شکل میں طاعون کی بیماری پھیلی جسے طاعون عمواس کا نام دیا جاتا ہے، اس کا زیادہ اثر شام میں تھا۔ اس میں بہت سارے اللہ کے محبوب بندے وفات پا گئے۔ جیسے کہ ابو عبیدہ بن جراح بن شعبہ، جو وہاں کے امیر تھے، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان اور حارث بن ہشام بن خالدؑ آخر الذکر کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ معرکہ روموک میں شہید ہوئے، نیز سعیل بن عمرو اور عتبہ بن سعیل بن شعبہ اور دیگر مشاہیر جاں بحق ہوئے اور جب عمرو بن عاص بن شعبہ وہاں کے امیر بنائے گئے تب یہ وہاں سے ختم ہوئی، چنانچہ زمام امارت ہاتھ میں لینے کے بعد آپ نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑک اٹھتی ہے، اس سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لو، چنانچہ آپ خود وہاں سے نکل گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے، پھر مختلف مقامات پر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ اللہ نے ان سے اس مصیبت کو دور کر دیا۔ عمرو بن عاص بن شعبہ کے اس عمل و تدبیر کی خبر عمر بن شعبہ کو بھی پہنچی لیکن آپ نے اسے ناپسند نہیں کیا۔ ②

ابو عبیدہ بن شعبہؓ کی وفات:

جب طاعون کی وبا پھیل گئی اور اس کی خبر امیر عمر بن شعبہؓ کو پہنچی تو آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن شعبہؓ کے نام ایک خط تحریر کیا، مقصد یہ تھا کہ ان کو وہاں سے نکال لیں، خط کا مضمون یہ تھا:

”سَلَامُ عَلَيْكَ، اما بعد! مجھے تم سے ایک اہم ضرورت آپڑی ہے جس میں براہ راست میں تم

① صحیح مسلم، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۹۔

از: الراسدون، النجاشی، ص: ۲۲۵، تاریخ الطبری: ۳۶/۵۔

سے بات کرنا چاہتا ہوں، لہذا جب تم اس خط کو پڑھو تو اس سے پہلے کہ خط اپنے ہاتھ میں رکھو میری طرف روانہ ہو جاؤ۔*

ابوعبدیہ رض نے خط کے مضمون سے اندازہ کر لیا کہ مجھ پر شفقت و محبتانی کے پیش نظر امیر المؤمنین کا مقصد مجھے اس دبا سے بچانا ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی مغفرت فرمائے!“ اور پھر خط کا جواب یوں تحریر کیا:

”اے امیر المؤمنین! آپ کو مجھ سے حضورت ہے میں نے اسے بخوبی سمجھ لیا، میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں، ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں، میں ان کی جدائی کا ارادہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنا حکم و فیصلہ نافذ کر دے۔ لہذا اے امیر المؤمنین مجھے اپنے عزم و ارادے سے آزاد کر دیجیے اور مجھے اپنی فوج میں چھوڑ دیجیے۔“

جب امیر عمر رض نے یہ جواب پڑھا تو رونے لگے۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین کیا ابو عبدیہ کی وفات ہو گئی؟ آپ نے فرمایا: گویا یہی سمجھو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے ابو عبدیہ کے نام خط لکھا: ”سلام علیک، اما بعد! تم نے لوگوں کو پست اور گھری زمیں میں اٹا رہے، انہیں لے کر بلند اور ستری زمیں میں جاؤ۔“

چنانچہ جب امیر المؤمنین کا یہ خط ابو عبدیہ رض کو ملا تو آپ نے ابو موسیٰ اشعری رض کو بلا یا اور کہا: اے ابو موسیٰ میرے پاس امیر المؤمنین کا جیسا خط آیا ہے، تم اسے دیکھ رہے ہو، لہذا جاؤ اور لوگوں کے لیے بہترین رہائش گاہ تلاش کرو اور پھر ان کو لے کر میں تھارے پاس آتا ہوں۔ ابو موسیٰ رض اپنے گھر واپس گئے وہاں دیکھا کہ ان کی بیوی بھی طاعون کی بیماری میں بیتلہ ہو چکی ہے۔ یہ دیکھ کر ابو موسیٰ رض ابو عبدیہ رض کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا، پھر ابو عبدیہ نے اپنا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا اور جو ہبی اپنا پیر گھوڑے کے پالان پر رکھا طاعون نے ان کو آدبو چاہا، پھر آپ کہنے لگے: اللہ کی قسم میں بھی اس میں بیتلہ ہو گیا ہوں۔ *

جنتاب عروہ سے روایت ہے کہ طاعون عمواس کی تکلیف سے ابو عبدیہ رض اور ان کے گھرانے کے لوگ محفوظ تھے، لیکن ابو عبدیہ رض نے کہا: اے اللہ! آں! ابو عبدیہ میں تیرا حق ہے، پھر ان کو ایک چھنی نکلی، آپ اس کو دیکھنے لگے، لوگوں نے کہا: یہ تو بہت معمولی چیز ہے۔ آپ نے کہا: نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس چھنی نماز ختم میں ضرور برکت دے گا۔ *

② تاریخ الاسلام، الذہبی، ص: ۱۷۴۔

۳۵ / ۵ تاریخ طبری:

طاعون کی بیماری میں بتلا ہونے سے پہلے آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ دیا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے رحمت ہے اور تمہارے نبی محمد ﷺ کی دعا کی برکت ہے اور تم سے پہلے نیکوکاروں کی موت کا سبب ہے، ابو عبیدہ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اپنی طرف سے وہ اس کا (طاعون) حصہ اے بھی دے دے۔ ①

چنانچہ جب آپ طاعون میں بتلا ہو گئے تو مسلمانوں کو بلوایا، وہ آپ کے پاس آئے، آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تم کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اگر تم اسے مان گئے تو جب تک زندہ رہو گے اور مرنے کے بعد بھی بغیر و عافیت رہو گے، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، روزے رکھو، صدقہ و خیرات کرو، حج و عمرہ کرو، آپس میں محبت اور صدر حبی کو روایج دو، اپنے حکمرانوں سے سچی بات کہو، ان کو دھوکہ نہ دو، یاد رہے! دنیا تھیں غافل نہ بنا دے، کیونکہ ایک شخص اگرچہ ہزاروں سال کی عمر سے نواز دیا جائے تاہم اسے اسی چوکھت یعنی موت سے گزرنا ہے جس سے اس وقت میں گزر رہا ہوں، اور تم دیکھ رہے ہو اللہ نے تمام انسانوں پر موت لکھ دی ہے، سب یقیناً مرنے والے ہیں، ان میں سب سے ہوشیار وہ ہے جو اپنے رب کا سب سے زیادہ مطلع اور آخرت کے لیے سب سے زیادہ توشہ تیار کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ سے کہا: اے معاذ! لوگوں کو نماز پڑھاؤ، آپ نے سب کو نماز پڑھائی، اور پھر ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ و مغفرۃہ و رضوانہ کی وفات ہو گئی۔ ②

اس کے بعد سیدنا معاذ بن جبل ؓ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور کہا: ”اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور چے دل سے توبہ کرو، کیونکہ بندہ اگر اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو تو اللہ پر اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے اور جس آدمی پر قرض ہو وہ اسے ادا کر دے، کیونکہ انسان اپنے قرض کے بد لے رہا ہے۔ تم میں سے جس نے کسی مسلمان سے لٹائی کی حالت میں صبح کی اسے چاہیے کہ اس سے جا کر ملے اور صلح کر لے اور اس سے مصالحت کر لے، کیونکہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا گناہ بہت بڑا ہے۔ اے مسلمانو! تھیں ایک عظیم خصیت کی موت کا صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے نرم طبیعت والا، نیک و صاف دل، کینہ و برائی سے دور، عوام کے لیے خیر خواہ اور شفقت و مہربانی والا، ان سے بڑھ کر کوئی اور ہو، پس تم ان کے لیے رحمت الہی کی دعا کرو، پھر ان پر نماز جنازہ کے لیے جمع ہو جاوے،

① تاریخ الطبری: ۵/۲۶.

② الاشتقاء بما نضمنه من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثة الخلفاء لأبی الربيع: ۳/۳۰۶.

اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہوں سے در گزر فرمائے۔ اللہ کی قسم ان جیسا تم پر کوئی حاکم نہ آئے گا۔” یہ سن کر لوگ اکٹھے ہوئے اور ابو عبیدہ بن عوف کا جنازہ لایا گیا، معاذ بن عوف آگے بڑھے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ جب آپ کے جد خاکی کو قبر کے پاس لایا گیا تو آپ کی قبر میں معاذ، عمرو بن عاص، اور ضحاک بن قیس علیہما السلام داخل ہوئے، پھر جب لوگوں نے آپ کی قبر پر منی ڈالنا شروع کی تو معاذ علیہما السلام نے فرمایا:

”اے ابو عبیدہ! تھج پر اللہ کی رحمت برے۔ اللہ کی قسم میں ابو عبیدہ کے بارے میں جتنا جانتا ہوں اتنی تعریف ضرور بالضرور کروں گا۔ یقیناً جھوٹی تعریف نہ کروں گا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا غصہ مجھے نہ کھیرے۔ اے ابو عبیدہ! میرے علم کے مطابق تو ان پارسا لوگوں میں سے تھا جو اللہ کو کیثرت یاد کرتے ہیں اور تیری ذات ان لوگوں میں سے تھی جو رائے زمین پر عاجزی و تواضع سے چلتے ہیں اور جب جاہل و تاعاقبت اندیش لوگ انہیں مخاطب کرتے ہیں تو ان سے در گزر کرتے ہیں۔ اور تو ان لوگوں میں سے تھا کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ سنبھوی سے کام لیتے ہیں، بلکہ ورمیانی راستہ اپناتے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم میرے علم کی حد تک عاجزی کرنے والوں، تواضع پسندوں اور تیمبوں و مسکینوں پر رحم کرنے والوں میں سے تھا اور ان میں سے تھا جو سُنگِ دل و مُتکبر سے نفرت کرتے ہیں۔“ ①

ابو عبیدہ علیہما السلام کے فوت ہونے پر معاذ علیہما السلام سے بڑھ کر کوئی غمگین اور پریشان نہ تھا۔ ②

معاذ علیہما السلام نے عمر بن عوف کے پاس ابو عبیدہ علیہما السلام کی وفات کی خبر دیتے ہوئے یہ خط لکھا:

”اما بعد! میں اس شخص کے سلسلہ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھوں جو اللہ کا امین تھا اور اس کی نگاہ میں اللہ کی بڑی عظمت تھی، اے امیر المؤمنین! وہ ہم کو اور آپ کو بھی نہایت عزیز تھا، میری مراد ابو عبیدہ بن جراح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہوں کو بخش دے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس نیکوکاروں میں سے ہیں، ان کے حق میں بھلائی کے لیے اللہ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ میں نے یہ خط آپ کے پاس تحریر کیا ہے درآ نحالیکہ موت اور طاعون کی وبا نے پڑا وہ ذال دیا ہے، کسی کی موت اس کی ذات سے خطا نہیں کر سکی، جواب تک زندہ ہے وہ بھی عنقریب وفات پانے والا ہے۔ اللہ نے اس کے لیے اپنے پاس جو کچھ باقی رکھا ہے وہ اس کے

② الاکتفاء: ۳۰۷ / ۳۔

لیے بہتر ہے اور اگر اس نے ہمیں زندہ رکھایا تو بھی اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور عوام و خواص کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آپ اس کی رحمت، مغفرت، رضا مندی اور جنت سے نوازے جائیں۔ والسلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ۔^۱

جب یہ خط امیر عمر بن الخطاب کے پاس پہنچا تو آپ اس کو پڑھ کرو نے لگے اور بہت زیادہ روئے، اور ساتھیوں کو حضرت ابو عبیدہ بن عوف کی وفات کی خبر سنائی۔^۲ خبر سن کر سب لوگ رو نے لگے اور سب کے سب تقاضاء و قدر سے راضی رہتے ہوئے بہت ہی رنجیدہ علمگیں ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت ابو عبیدہ بن عوف کی وفات کے بعد چند دنوں تک معاذ بن جبل کو نماز پڑھاتے رہے، ادھر طاعون کی وبا سخت ہو گئی اور لوگوں کی کثرت سے موت ہونے لگی، آپ بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! طاعون کی یہ بیماری تمہارے رب کی طرف سے رحمت اور تمہارے نبی محمد ﷺ کی دعا کی قبولیت اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا سبب ہے اور معاذ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ آپ معاذ کے لیے اس بیماری سے ان کا حصہ عطا کر دے، چنانچہ آپ کے صاحبزادے عبد الرحمن بن معاذ طاعون کا شکار ہو گئے۔^۳ جب آپ نے اپنے صاحبزادے کو دیکھا تو کہا:

﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَنَّينَ﴾ (البقرة: ۲/ ۱۴۷)

”حق وہی ہے جو تیرابت کہے تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔“

اور کہا اے میرے بیٹے:

﴿إِنَّ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الصفات: ۳۷/ ۱۰۲)

”اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔“

پھر تھوڑی ہی دیر بعد آپ کے صاحبزادے وفات پا گئے اور معاذ بن جبل نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو دفن کیا۔ جب آپ گھر واپس لوئے تو آپ کو بھی طاعون نے آگھیرا اور پھر رفتہ رفتہ تکلیف بڑھ گئی، لوگ باری باری آپ سے ملنے آنے لگے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان سے کہتے: ”عمل کرو، تم مہلت، زندگی اور باقی مانندہ عمر کو کارآمد بناؤ، اس سے پہلے کہ تمہیں عمل کرنے کے لیے

① الاکتفاء: ۳۰۹/۳۔ ۳۱۰/۳۔

② الاکتفاء: ۳۰۹/۳۔

③ تاریخ الطبری: ۳۶/۵۔

تمنا کرنی پڑے اور تم اس کے لیے مہلت نہ پاؤ۔ موت آنے سے پہلے جو کچھ تمہیں میراً عے اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اسی حسن عمل کو اپنے بعد والوں کے لیے میراث چھوڑو اور جان لو کہ تمہارا مال صرف وہی ہے جو تم نے کھاپی لیا اور پہن لیا اور خرچ کر لیا اور گزر گئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بچے گا وہ تو تمہارے ورثاء کا ہے۔ جب آپ کی تکلیف میں شدت آگئی تو آپ کہنے لگے: "اے اللہ میری جان جلدی سے نکال لے۔^۰

میں یقین رکھتا ہوں کہ تجھے سے میری محبت کا تجھے بخوبی علم ہے۔^۱ جب موت آپنگی تو آپ نے کہا: موت کو مبارکباد ہو، ایسے زیارت کرنے والے کو خوش آمدید ہے جو میرے فاقہ کی حالت میں یہاں آیا، جو اس سے شرمائے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں دنیا میں نہیں جاری کرنے اور درخت لگانے کے لیے زندہ رہنا پسند نہیں کرتا تھا بلکہ اس لیے زندگی کی بقا چاہتا تھا طویل رات میں عبادت کی مشقتیں برداشت کرنے، دن کی بھی لگڑیاں اطاعت و عبادت میں گزارنے، خت گرمی کے موسم میں عبادت کے ذریعے سے گرنی کی حدت کو کم کرنے اور ذکر کے حلقوں میں شریک ہو کر علماء کے گروہ میں شرکت کرنے کا خود کو پابند رکھوں گا۔^۲ جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر اٹتیں (۳۸) برس تھی۔^۳ آپ کے بعد عمرو بن العاص رض آپ کے جانشین ہوئے، انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی قبر میں داخل ہوئے اور آپ کو محل میں رکھا، آپ کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی قبر میں داخل ہوئے اور جب عمرو بن العاص رض قبر سے باہر آئے تو کہا: اے معاذ! اللہ تم پر رحم فرمائے، ہمارے علم کے مطابق تم مسلمانوں کے خیر خواہوں اور ان کے چنیدہ لوگوں میں سے تھے، تم جاہلوں کو ادب سکھانے والے، فاجروں پر سخت اور مومنوں کے لیے رحم دل تھے۔^۴

حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل رض کی وفات کے بعد اسلامی شکر کی قیادت عمرو بن العاص رض کے ذمہ آگئی، آپ نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے رمایا: اے لوگو! طاغون کی یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑک اُختتی ہے، لہذا تم یہاں سے نکل کر پہاڑوں میں پناہ لے لو، پھر آپ خود وہاں سے نکل گئے اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے اور پھر مختلف مقامات پر منتشر ہو گئے اور اللہ نے ان سے اس مصیبت کو دور کر دیا۔^۵

حضرت عمرو بن العاص رض نے امیر عمر رض کو یہ خط لکھا:

۱. الامتناع: ۳۰۸/۳.

۲. الامتناع: ۳۰۸/۳.

۳. حلیۃ الاولیاء للأصفهانی: ۱/۲۸۸ تا ۲۴۴. ۴. حلیۃ الاولیاء: ۱/۲۸۸ تا ۲۴۴.

۵. الامتناع: ۳۰۹/۳.

۶. البداية والنتها: ۷/۹۵.

”سلام عليك ، بے شک میں آپ کے بارے میں اس اللہ جل شانہ کا شکر گزار ہوں جس کے علاوہ کوئی معبد بر قت نہیں ہے۔ اما بعد! معلوم ہوا کہ معاذ بن جبلؓ وفات پاچے ہیں اور مسلمانوں میں موت تیزی سے پھیل چکی ہے، لوگوں نے صحرائی طرف بھاگ لکھنے کی مجھ سے اجازت مانگی، حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مقیم کی اقامت اسے اس کی موت کے قریب نہیں کرتی اور نہ بھاگنے والے کا بھاگنا اسے اس کی موت سے دور کرتا ہے اور نہ اس سے اس کی قسم کو روکا جاسکتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔“^۱

چنانچہ عمرو بن العاصؓ کا خط امیر المؤمنین کو موصول ہوا جس میں معاذؓ کی وفات کی خبر تھی اور معاذؓ کی وفات ابو عبیدہؓ کی وفات کے بعد ہوئی۔ معاذؓ کی وفات کی خبر سے آپ بہت ہی بے تاب و پریشان ہوئے، آپ اور دیگر مسلمان رونے لگئے اور اس حادث پر بہت غمگین ہوئے۔ عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ معاذ پر رحم فرمائے، اس نے معاذ کو وفات دے کر اس امت سے بہت زیادہ علم اٹھالیا۔ با اوقات ان کے مشورے بہتر ہوتے تھے اور ہم نے اسے قبول کیا اور دیکھا کہ ہمیں اس کا بہت فائدہ ہوا ان کے علم نے بہت نفع دیا اور خیر کی طرف ہماری رہنمائی کی، اللہ تعالیٰ اسے نیکوکاروں کا بدله عطا کرے۔^۲

طاعون عمواس میں عظیم مسلم جرنیلوں میں جنہیں طاعون کے ذریعے سے شہادت ملی ان میں شرحبیل بن حسنةؓ کا نام آتا ہے۔^۳

امیر عمرؓ کی شام روانگی اور وہاں کے معاملات کو منظم کرنا:

امیر عمر فاروقؓ شام میں طاعون کی وجہ سے اپنے عظیم جرنیلوں اور شیردل مسلم فوجوں کی وفات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کو بہت غم لاحق ہوا، آپ کے پاس بعد میں وہاں کے افسران و ذمہ داران کے کئی خطوط آئے، وہ سب شہدائے طاعون عمواس کی متروکہ میراث کے بارے میں نیز چند نئے معاملات کے بارے میں آپ سے پوچھ رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو کٹھا کیا اور نئے پیش آمدہ مسائل پر ان سے مشورہ لیا اور پھر آپ نے عزم کر لیا کہ مسلمانوں کے شہروں میں خود جا کر ان کے حالات معلوم کریں گے تاکہ ان کے معاملات کو منظم کر سکیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ میں لوگوں سے رائے اور مشورہ کرنے کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کام کی

۱ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، د. محمد حمید اللہ ص: ۴۹۰۔

۲ الائتماء: ۳۱۰/۳۔

۳ الكامل فی التاریخ: ۱۷۱/۲، ۱۷۲، تاریخ الذہبی، ص: ۱۸۱۔

۶۹

انجام دی سب سے پہلے شام سے شروع کریں اور تقدیم کی وجہ جواز بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ شام والوں کی میراث ضائع ہوئی، لہذا میں شام سے اپنا دورہ شروع کروں گا، ان میں میراث تقسیم کروں گا اور ان کی خاطر جو کرنا چاہتا ہوں کروں گا۔ پھر وہاں سے لوٹوں گا، ہر ہر شہر میں جاؤں گا اور ان کے سامنے اپنی بات رکھوں گا۔ چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں علی بن ابی طالب رض کو اپنا نائب مقرر کیا۔ ① جب آپ شام پہنچتے تو عطیات کو تقسیم کیا، موسیٰ سرما اور گرما کی جنگی ہمبوں کے لیے فوجی دستوں کو تعيین کیا، شام کی سرحدوں کو بند کر دیا، افسران کو ذمہ داریاں سونپیں، عبد اللہ بن قیس کو ہر ضلع کے ساحلی علاقوں کا افسر مقرر کیا اور امیر معاویہ رض کو دمشق کا گورنر بنایا، فوجیوں، جرنیلوں اور عوام الناس کے معاملات کو منظم کیا، فوت شدہ افراد کی میراث کو ورثاء میں تقسیم کیا ② اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے آپ سے مطالبه کیا کہ بلاں رض کی اذان سنی تھی سب کا حکم فرمائیں، بلاں رض نے اذان دی، پھر جس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بلاں رض کی اذان سنی تھی سب رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داؤ ہیاں تر ہو گئیں، عمر رض ان میں سب سے زیادہ رونے والے تھے اور جس نے بلاں رض کی اذان نہیں سنی وہ سب رونے والوں کو دیکھ کر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگے۔ ③

مدینہ والوں لوٹنے سے پہلے آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: سنو، میں تم پر ذمہ دار بنایا گیا ہوں، تمہارے جن معاملات کا اللہ نے مجھے نگراں بنایا تھا میں نے ان شاء اللہ انہیں پورا کر دیا ہے، ہم نے تمہارے درمیان تمہارے نے، مکانات اور اموال غنیمت کو کھول کھول کر رکھ دیا، جو ہمارے پاس تھا اسے تم تک پہنچا دیا، تمہارے لیے فوجوں کو تیار کر دیا اور آسانیوں کو تمہیں بھم پہنچایا، تمہارے لیے مٹھانے کا انتظام کیا اور جتنا تمہارا مال نے تھا اسے تم کو دے دیا، تمہاری خوراک و غذا کو نامزد کر دیا، تمہیں تمہارا عطیہ، روزی اور اموالی غنیمت دینے کا حکم دے دیا، لہذا جسے مزید کسی چیز کی ضرورت ہو اور اس پر عمل کرنا مناسب ہو تو اسے چاہیے کہ مجھے اس سے مطلع کر دے ہم اس پر عمل کریں گے، ان شاء اللہ لا حول ولا قوة الا بالله۔ ④

آپ نے یہ خطبہ مذکورہ نماز سے پہلے دیا تھا، درحقیقت طاعون عواس مسلمانوں کے لے ایک ظیمہ ہلاکت تھی، اس میں بیش ہزار سے زائد افراد جاں بحق ہوئے اور وفات کنندگان کی یہ تعداد باشندگان شام کی تقریباً

❶ الفاروق عمر بن الخطاب، محمد رضا، ص: ۲۳۰۔

❷ الخلفاء الراشدون، النجاري، ص: ۳۲۵، الفاروق، محمد رشید، ص: ۲۳۰۔

❸ خلاصة تاريخ ابن كثير والخلافة الراشدة، ص: ۲۳۶۔

❹ البداية والنهاية: ۷/ ۷۹۔



نصف آبادی تھی، ایسا لگتا ہے کہ اموات کی کثرت دیکھ کر اس وقت مسلمان کچھ سہم گئے اور روم والوں سے خطرہ محسوس کیا، اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر روم والے مسلمانوں کے اس نازک وقت یعنی مسلم فوجیوں کی پر ذرا بھی دھیان دے دیتے اور اسلامی شہروں پر ہلہ بول دیتے تو موجودہ فوجیوں (ریزرو فورس) کے لیے ان کو ہٹانا کافی مشکل ہو جاتا، لیکن چونکہ مایوسی و نامیدی الٰہ روم کے دلوں میں گھر کر گئی تھی اس لیے وہ مسلمانوں کی مجاز آرائی سے باز رہے، خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شہروں کے غیر مسلم باشندے بھی مسلمانوں کی حکومت سے راضی تھے، اپنے عدال پرور حاکم اور اس کی خوش خلقی سے وہ دلی طور پر خوش تھے اور بغیر ان کی مدد کے شاہ روم کے اندر یہ سکت نہ تھی کہ شام کے مسلمانوں پر چڑھائی کرتا، خاص طور پر اگر مذکورہ سبب کے ساتھ ہم اس بات کو بھی دھیان میں رکھیں کہ روی قوم جنگ سے اکتا چکی تھی، اسے ایسی قوم سے مقابلہ و مجاز آرائی سے نجات اور مستقل راحت کی تلاش تھی کہ ہر موز پر الٰہی مدد جس کی حلیف تھیری اور جس کے غلبہ و قوت کا رعب ہر انسان کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔^۱

طاعون زدہ زمین میں جانے اور نکلنے کا حکم:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدِمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوهُ اِفْرَارًا مِنْهُ))^۲

”جب تم اس وبا (طاعون) کے بارے میں سنو کہ وہ کسی شہر و بستی میں واقع ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب یہ کسی علاقے میں پھیل جائے اور تم اس میں موجود ہو تو وہاں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے نہ بھاگو۔“

طاعون زدہ زمین میں جانے اور وہاں سے نکلنے کی ممانعت کے مفہوم کے بارے میں صحابہ کرام میں اختلاف رہا ہے، بعض صحابہ نے حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا ہے اور بعض نے اس کی تاویل کی ہے۔ جن لوگوں نے ممانعت کی تاویل کی ہے انہوں نے طاعون زدہ زمین سے نکل جانے کو جائز قرار دیا ہے اور پچھلے صفات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ عمر بن شٹانے طاعون زدہ بستی سے ابو عبیدہ بن شٹا کو نکالنے کی کیسی تدابیر اپنائی تھی، لیکن ابو عبیدہ بن شٹا نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح عمر فاروق بن شٹا نے ہی ابو عبیدہ بن شٹا کو حکم دیا تھا کہ تالاب

۱. أشهر المشاهير، رفيق العظم: ۳۶۱ / ۲.

۲. صحيح مسلم، كتاب السلام، رقم: ۲۲۱۹.

اور گزھوں سے بھری ہوئی سیلیں والی زمین سے مسلمانوں کو لے کر صحت افزا اور بہترین آب و ہوا والے علاقے میں چلے جائیں اور پھر ابو عبیدہ بن عوف نے ایسا ہی کیا تھا۔ واضح رہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب نے ابو عبیدہ بن عوف کے نام مذکورہ خط اس وقت لکھا تھا جب مقام ”سرغ“ پر ان دونوں کی ملاقات ہو چکی تھی اور طاعون زدہ علاقے جانے اور وہاں رہنے ہوئے نہ نکلنے کی ممانعت پر عبد الرحمن بن عوف بن عوف سے مردی حدیث دونوں سن چکے تھے۔ پھر عمر بن عوف وہیں سے مدینہ واپس لوٹ آئے تھے۔

بہر حال اس وقت کے حالات بتاتے ہیں کہ جب آپ وہاں سے لوٹے تھے تو یہ دبا اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی، وہ ابھی پھیلی نہ تھی اور نہ اس میں شدت ہی آئی تھی، لیکن جب آپ واپس ہو کر مدینہ پہنچ گئے تو طاعون کے سبب مسلمانوں کی بکثرت موت کی خبریں آپ کو پہنچنے لگیں۔ عمر بن الخطاب نے طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کا جو مفہوم سمجھا تھا اس کی تائید بعض ایسے صحابہ کے عمل سے بھی ہوئی جنہوں نے شام میں ابو عبیدہ بن عوف کے ساتھ زندگی گزاری اور خود اس مصیبت و آزمائش سے دوچار ہوئے۔ مثلاً عمر و بن عاص اور ابو موسیٰ الشعراً وغیرہما۔

دراصل اختلاف طاعون زدہ زمین میں جانے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس بارے میں ہے کہ اس زمین میں سکونت اختیار کرنے کی حالت میں وہاں سے نکلا جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے نکلا جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اللہ کے قضاء و قدر سے راہ فرار اور یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہاں سے بھاگ نکلنے سے موت سے محفوظ ہو جائے گا۔ البتہ اگر کوئی کسی اضطراری ضرورت کے لیے وہاں سے باہر جاتا ہے تو اس کے لیے وہاں سے نکلا جائز ہے۔ اسی طرح دوا اور علاج کے لیے نکلا بھی جائز ہے۔ پس اگر طاعون زدہ علاقے سے منتقل ہو کر کسی صحت افزا اور بہترین آب و ہوا والے علاقے میں چلا جائے تو یہ اور اچھی بات ہے اور یہی مطلوب ہے۔

رہا مسئلہ ابو عبیدہ بن عوف کے عدم خروج اور عمر فاروق بن عوف سے معدورت خواہی کا تو دراصل اس کے کچھ صحت جسمانی، معاشرتی، سیاسی اور قیادت و حکمرانی سے متعلقہ اسباب تھے، جنہیں دین اسلام منظم شکل میں دیکھنا چاہتا ہے اور ایسی ہی منظم زندگی امانت دار قیامت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے، پس ابو عبیدہ بن عوف کی قیادت کا کیا کہنا! وہ تو اس امت کے امین تھے۔ چنانچہ آپ نے طاعون زدہ زمین میں اپنی ثابت قدمی کی وجہ بتاتے ہوئے کہا: میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں۔

بعض علماء نے طاعون سے راہ فرار اختیار کر کے طاعون زدہ زمین سے نکلنے کی ممانعت کی علت ذکر کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو کی ہے اور اچھی بات کہی ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر سارے لوگ ایک ساتھ طاعون زدہ علاقے سے نکلنے لگیں تو جو عاجز ہے..... یعنی طاعون میں بٹلا ہے..... اور جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے ان سب کی

مصلحتیں و مفادات رائیگاں ہو جائیں گے، اس لیے کہ زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں ان کا کوئی محافظہ و مددگار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایسی زمین سے نکل جانے کی عام اجازت ہو جائے اور طاقتوروں تار لوگ اس بستی سے نکل جائیں تو کمزور و نادار افراد جو نکل نہ سکے ہیں ان کی لامحالہ دل ٹھکنی ہوگی اور گویا انہیں ان کی ذلت و رسائی کا احساس دلانا ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ طاعون زدہ علاقے میں باقی رہ جانا رخصت ہے اور نکل جانا بھی رخصت ہے۔ جو شخص طاعون میں بیٹلا ہو جائے اس کے باہر نکل جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ وہ اس راستے سے اپنے مرض کو دیگر تدرست افراد تک پہنچا دے گا اور جو اس میں بیٹلا ہے ہوا ہوا سے علاج و دوا کی غرض سے اس بستی سے باہر نکلا جائز ہے بشرطیکہ پوری بستی کے لوگ نہ لٹکیں، بلکہ وہاں کچھ لوگ ضرور ہیں جو مریضوں کی خبر گیری اور دواعلاج کریں۔ ①

تقدیر پر ایمان لانا:

”أَفَرَأَرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ“: یہ بھی بتا چلا کہ کہ تقدیر میں بختی اور جہنمی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لیکن کچھ لوگ ایسی احادیث سے غلط استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو فیصلہ ہمارے بارے میں کرچکے ہیں وہ تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ ایسے لوگ اصل میں تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نیک کو نیک پر اور بد کو بد پر مجبو نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے انبیاء ﷺ کے ذریعے نیکی اور برائی کا راستہ دکھادیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ إِقْمَاشَا كِرَأً وَ إِقْمَاكَ لَفُورًا﴾ (الدهر: ۳/۷۶)

حضرت علیؑ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعُدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعُدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ، قَالُوا، يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَكَلَا نَشَكِّلُ عَلَىٰ كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلُّ مُسِيرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيِّرْ لِعَمَلِ الشِّقَاوَةِ ثُمَّ قِراءَ «فَآتَاهَا مَنْ أَعْطَلَ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَيِّرْ لِلْيُسْرَىٰ وَ أَمَّا مَنْ بَخْلَ وَ اسْتَغْنَىٰ وَ كَذَبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَيِّرْ لِلْعُسْرَىٰ)) (الدلیل: ۱۰ تا ۵۵ ص ۹۲)

”تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ کھی جا چکی ہے۔ لوگوں نے اس پر کہا: ”اے اللہ کے

① أبو عبيدة عامر بن الجراح، شرائب، ص: ۲۳۲ تا ۲۳۷.

② صحيح بخاري، كتاب التفسير، رقم: ۴۹۴۵.

رسول ﷺ! پھر ہم اپنے لکھے ہوئے کا کیوں سہارا نہ لیں اور عمل چھوڑ دیں۔ ”آپ ﷺ نے فرمایا: ”نهیں، عمل کرو، کیونکہ ہر شخص کو اسی چیز کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو خوش نصیب ہو، اس کو جنتی کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو بد نصیب (جہنمی) ہے، اس کو جہنمی کاموں کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے سورہ ولیل کی یہ دو آیتیں پڑھیں: ”جس نے مال خرچ کیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور بہترین بات کی تصدیق کی (یعنی اسلام لایا) تو ہم اس کو اچھی زندگی (یعنی جنت) کی توفیق دیں گے اور جس نے اپنا مال دینے میں بخل سے کام لیا اور (اللہ سے) بے پرواہ اور اچھی زندگی کو جھٹالا یا تو ہم اس کو تکلیف والی زندگی (جہنم) کی توفیق دیں گے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات طے ہے کہ آدمی اپنے کن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہو گا اور وہ کن اعمال کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ اللہ نے اس ”تقدیر کو“ بروی تفصیل سے قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور حضور ﷺ نے بھی وضاحت سے پیش کر دیا ہے۔ اب یہ آدمی کا کام ہے کہ وہ جہنم کی راہ پر چلتا پنڈ کرتا ہے یا جنت کی راہ پر۔ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کی ذمہ داری اس لیے ہے کہ اللہ نے اس کو ارادہ کی آزادی بخشی ہے اور راستہ کے انتخاب میں آزاد چھوڑا ہے۔ یہی آزادی اس کو سزا اور دعائی اور اسی کی بدولت وہ جنت پائے گا،..... لیکن بہت سے کندڑ ہن آدمی اپنی ذمہ داری اللہ کے سر پر ڈال دیتے اور اپنے کو مجبور بکھ لیتے ہیں۔

((عَنْ أَبِي حُزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولُ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رُقَى نَسْرَقِيهَا وَدَوَاءَ نَتَدَاوِي بِهِ وَتُقَاهَةَ نَتَقِيهَا هَلْ تَرِدُ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ شَيْئًا؟ قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ .))

”ابی حزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ: یہ دعا تعویذ جسے ہم اپنی بیماریوں کے سلسلے میں کرتے ہیں اور یہ دوائیں جو ہم اپنے مرض کو دور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ اختیاطی تدابیر جو ہم دھکوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے اختیار کرتے ہیں، یہ اللہ کی تقدیر کو ناٹکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہیں۔“

حضور ﷺ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس اللہ نے یہ بیماری ہمارے لیے لکھی، اسی اللہ نے یہ بھی طے کیا کہ فلاں دوا اسے اور فلاں تدبیر سے دور کی جاسکتی ہے۔ اللہ بیماری کا خالق بھی ہے اور اس کو دور کرنے والی

دوا کا بھی، سب کچھ اس کے طے شدہ ضابطے اور اعدہ قانون کے تحت ہے۔

نفع و نقصان کا اصل سرچشمہ:

((عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا عَلَمًا إِنِّي أُعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ إِحْفَظْتَ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظْ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعْنُ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعْتُ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ .))

”سیدنا ابن عباس رض کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسالم کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں (غور سے سن)۔ دیکھ تو اللہ کو یاد رکھ، تو اللہ تجھے یاد رکھے گا۔ تو اللہ کو یاد رکھ، تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگے تو اللہ سے مانگ۔ جب تو کسی مشکل میں مدد کا طالب ہو تو اللہ سے مدد طلب کر، اللہ کو اپنا مددگار بنا اور اس بات کا یقین کر کہ لوگ تمدھ طور پر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے (یعنی کسی کے پاس دینے کو کچھ ہے ہی نہیں کہ دے گا، سب کچھ تو اللہ کا ہے، وہ جتنا دینے کا کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے، اتنا ہی ملتا ہے، چاہے جس ذریعہ سے طے) اور اگر لوگ اکٹھا ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدار کر دیا ہے (تو پھر اللہ ہی کو اپنا واحد سہارا بنانا چاہیے)۔“

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسالم نے فرمایا:

((الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلِّ خَيْرٍ إِخْرِصٌ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعْنُ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزُ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقْلُ لَوْ آتَيْتَ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدْرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانَ))

① سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، رقم: ۲۵۱۶، مسند احمد: ۲۹۳/۱.

② صحيح مسلم، كتاب القدر، رقم: ۲۶۶۴، مسند احمد: ۳۷۰/۲، سنن ابن ماجة، رقم: ۲۶۶۴.

۶۶

”طاقوتِ مومن بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند ہے جو نسبت کمزور مومن کے اور دونوں ہی میں خیر و منفعت ہے اور تو (آخرت میں) نفع دینے والی چیز کا حریص بن اور اپنی مشکلات میں اللہ سے مدد طلب کر اور ہمت نہ بار اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آپڑے تو یوں مت سوچ کر اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا بلکہ یوں سوچ کر اللہ نے یہ مقدر فرمایا جو اس نے چاہا وہ کیا، اس لیے کہ ”لَوْ“ (اگر) شیطان کے عمل کا دروازہ کھوتا ہے۔“

اس حدیث کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی ذہانت، تدبر و قوت کو سہارا نہیں بناتا بلکہ اس پر جب مصیبت آتی ہے تو اس کا ذہن یوں سوچتا ہے کہ یہ مصیبت میرے رب کی طرف سے آئی ہے، یہ تو میری تربیت کے کورس کا ایک حصہ ہے اور اس طرح یہ مصیبت اس کے توکل بڑھانے کا ذریعہ بن جاتی ہے ۶

آلام روزگار کو آسان بنا دیا
جو غم ہوا اسے غم جاتا بنا دیا

مشورہ طلب کرنا:

”فَاسْتَشَارُهُمْ“ اس موقع پر حضرت عمر بن الخطابؓ کا صحابہ کرام ﷺ سے مشورہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان کی روشنی میں تھا: (وَشَأْوْهُمْ فِي الْأَمْرِ) (آل عمران: ۱۵۹/۳) ”اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجیے۔“ چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں صحابہ کرام ﷺ سے بہت معاملات میں مشورہ کرتے رہے، غزوہ بدر کے موقع پر دشمن کی فوج کو جایلیں کے بارے میں مشورہ کیا، غزوہ احد کے موقع پر مشورہ کیا کہ شہر میں رہ کر ہی دفاع کیا جائے یا باہر نکال کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، غزوہ خندق کے موقع سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے ساتھ مشورہ کے بعد جو رائے طے پائی جائے، اس کام کو کر گزرنے کے لیے اللہ پر بھروسہ کیجیے، لوگوں کے مشورہ پر نہیں۔

امام شوکانی لکھتے ہیں کہ مقصود انہی امور میں مشورہ کرنا ہے، جن کے بارے میں شرع میں حکم صریح موجود نہ ہو۔ بعض علمائے امت کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان حکام کو علماء سے ان امور میں ضرور مشورہ کرنا چاہیے، جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے۔ ۱

قرطبی نے ابن عطیہ کا قول نقل کیا ہے کہ علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو حاکم،

۱ فتح القدر للشوکانی: ۱/۳۲۰، طبع دارالكتب العلمية بیروت.

اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔ ①

فخر الدین رازی لکھتے ہیں: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ توکل کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ آدمی اپنے آپ کو ہمہ اور بے کار سمجھے، جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے، ورنہ مشورہ کرنا توکل کے خلاف ہوتا۔ ②

[2] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفُرُ بْنُ عَوْنَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ رَوِيْمٍ، عَنْ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَوٍ، قَالَ: جِئْتُ عُمَرَ حِينَ قَدِيمَ مِنَ الشَّامِ فَوَجَدْتُهُ قَائِلًا فِي خَيْبَاءٍ لَهُ فَانْتَظَرْتُهُ فِي الْخَيْبَاءِ، قَالَ: فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَضَوَّرَ مِنْ تَوْمِهِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي رُجُوعِي مِنْ سَرْعٍ.

تخریج الحديث مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰/۷، ۳۳۸۴۸، استادہ حسن.

ترجمة الحديث عبد اللہ بن عمر وہی شہانے بیان کیا کہ جب عمر بن حیثما شام سے واپس آئے تو میں ان کے پاس گیا، وہ اپنے خیسے میں قیلوہ کر رہے تھے۔ میں نے خیسے کے باہر ان کا انتظار کیا، جب آپ میں کی نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے انہیں یہ الفاظ کہتے سن: ”اے اللہ! ”سرغ“ سے واپس آنے کی غلطی کی وجہ سے مجھے معاف فرمادینا۔“

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستدبل ہوتے ہیں:

① دو پہر کے وقت تھوڑا سا سونا قیلوہ کھلاتا ہے اور یہ مسنون عمل ہے۔ سیدنا انس بن میثا سے روایت ہے کہ نبی مظہم نے ارشاد فرمایا:

(قِيلُوا فِيَنَ الشَّيْطَانَ لَا يَقِيلُ .) ③

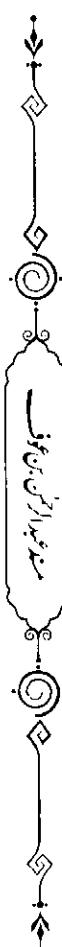
”قیلوہ کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلوہ نہیں کرتے۔“

② پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب عمر بن حیثما نے حضرت عبد الرحمن بن عوف میثما کے مشورے سے اور حدیث بیان کرنے سے مقام سرغ سے واپسی کی جبکہ ابو عبیدہ بن جراح میثما اس بات کے خلاف تھے کہ آپ لوگ اللہ کی لقدری سے بھاگ رہے ہیں شاید حضرت عمر میثما کو بعد میں یہ احساس ہوا ہوگا۔ ابو عبیدہ میثما کی بات درست تھی بایں وجہہ اللہ سے استغفار کر رہے تھے۔

① احکام القرآن للقرطبی: ۲/۱۰۷۴.

② تفسیر کبیر للرازی، تحت الآية.

③ طبرانی معجم اوسط، رقم: ۲۸، استادہ حسن.



[3] حَدَّثَنَا القَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّمَا انْصَرَفَ بِالنَّاسِ عَنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ.

تخریج الحديث مؤطا، كتاب الجامع، باب ما جاء في الطاعون، رقم: ١٥٩٠، ١٩٧٣، صحيح بخارى، كتاب الحigel، باب ما يكره من الاحتياط، الخ، رقم: ٢٢١٩، صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة واللهاه ونحوها.

ترجمة الحديث سالم بن عبد الله نے بیان کیا کہ سیدنا عمر بن خطاب رض سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کی حدیث کو (منظیر) رکھتے ہوئے لوگوں کو واپس لے گئے۔

[4] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالْقَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمَكِّيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أَذَاكُرُ عُمَرَ الصَّلَاةَ، فَأَتَى عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: أَلَا أَهْدِكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: أَشْهُدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَشَكَ فِي النُّقْصَانِ فَلَيُصَلِّ حَتَّى يَسْكُنَ فِي الْزِيَادَةِ

تخریج الحديث مسند احمد: ١٩٥/١، رقم: ١٦٨٩، مصنف عبد الرزاق: ٢/٣٠٧، رقم: ٣٤٧٦، مسند بزار، رقم: ٩٩٧، سنن دارقطني: ١/٣٦٩، سنن الكبرى للبيهقي: ٢/٣٣٢.

ترجمة الحديث سیدنا عبد الله ابن عباس رض سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں سیدنا عمر رض کے ساتھ نماز کے بارے میں مذاکرہ کر رہا تھا، اچاکہ ہمارے پاس عبد الرحمن بن عوف رض تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سئی ہے، ہم نے کہا، کیونکہ نہیں، انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے تھا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اسے رکعت کم پڑھنے کا شک پڑ جائے تو وہ نماز پڑھتا رہے حتیٰ کہ اسے زیادتی کا یقین ہو جائے۔ یعنی اسے یقین ہو جائے کہ زیادہ رکعت ہو گئی ہیں۔

شرح الحديث اس حدیث شریف کی تکمیل و تتمہ اور مفہوم واضح کرنے کے لیے صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ حضرت عبد الله بن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز

پڑھائی، جب سلام پھیرا تو آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ اے اللہ کے رسول! کیا نماز میں کوئی نئی چیز روئنا ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں پوچھتے ہو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے اتنی اتنی نماز ادا فرمائی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہیں اپنے پاؤں پھیر لیے اور قبلہ رو ہو گئے اور دو سجدے کیے، پھر سلام پھیر دیا۔ پھر بخاری جانب رخ زیبا متوجہ کر کے فرمایا:

((إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَأْتُكُمْ بِهِ وَلِكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَبَيِّنُ فَذَكَرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلِيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلِيَقُيمَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسْلِمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ)) ①

”اگر نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہوتی تو میں تحسین بتا دیتا، ایسی کوئی بات نہیں، لیکن یہ یاد رکھیں میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ میں بھی اسی طرح بھول جاتا ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو، جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دہانی کروادیا کرو اور جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کا شکار ہو جائے تو درست صورت حال تک پہنچنے کی کوشش کرے، اس کے مطابق نماز مکمل کر لے، پھر دو سجدے کرے۔“

مذکورہ بالا حدیث میں جو درستگی تلاش کرنے کا حکم ہوا ہے، اس سے مراد وہی بات ہے جسے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نماز کو اگر ایک اور دو میں شبہ ہو تو ایک کو یقین کر جھے، اور دو اور تین میں شک ہو تو دو رکعت کو درست قرار دے، تین اور چار میں اگر اشتباہ پڑ جائے تو تین کو یقین تصور کرے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے ہو کے کر لے، اور یہ بھی اختیار ہے، سلام پھیر کر دو سجدے سہو کر لئے، اور دوسری مرتبہ پھر سلام پھیر لے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ نماز کی تکمیل کرے، پھر سلام پھیرے، پھر سجدے کرے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے سلام پھیرنے اور کلام کرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

احمد، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے، جو کہ معروف ہے، ”جسے اپنی

نماز میں شک واقع ہو جائے وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے۔“ ②

① صحیح بخاری، کتاب الصلاة، رقم: ۴۰۱، صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۲۷۴۔

② مسند احمد: ۱۰/۱۹۰، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، سنن ابو داؤد، کتاب الصلاة، رقم: ۱۰۳۳، سنن

نسائی، کتاب الإفتتاح، رقم: ۱۲۴۷، صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۱۰۲۲۔

۹۹

مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رض سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہو جائے، اسے یہ پتہ نہ رہے کہ اس نے قمی رکعات پڑھی ہیں، چار، تو ایسی صورت میں شک کو نظر انداز کر دے اور جس پر یقین ہواں ہو اس پر نماز کی بنا رکھے۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے، اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہوں گی تو یہ سجدے انبیاء (حاتم رکعات کو) جفت بنا دیں گے، یعنی چھ رکعات بنا دیں گے، اگر اس نے پوری پڑھی ہوگی تو یہ دو سجدے شیطان کے لیے ذات و رسولی ہوں گے۔“^۵

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب نمازی کو رکعات کی تعداد میں اشتباہ پڑ جائے تو اسے کم پر بنا رکھنی چاہیے۔ اس میں یقین کا امکان ہے۔ امام مالک رض، امام شافعی رض، امام احمد رض اور جمہور علماء کا یہی مذهب ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رض کہتے ہیں کہ نماز میں شک واقع ہونے کی صورت میں اسے تحری کرنی چاہیے۔ یعنی یاد کرنے کی انتہائی کوشش کرے۔ اگر مگاں غالب کسی طرف ہو جائے تو اسی پر عمل کرے، اگر تحری کے باوجود دونوں اطراف مساوی نظر آئیں تو پھر کم پر بنا رکھے۔ دونوں باتوں میں وزن ہے تو کوئی بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔

حدیث عبد الله بن عامر بن ربیعہ، عن عبد الرحمن

عبدالله بن عامر بن ربیعہ رض کی عبد الرحمن رض سے بیان کردہ حدیث

[5] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ الْأَصْبَهَانِيُّ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ عَاصِمٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ ، قَالَ : سَمِعَ عُمَرُ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفِ الْحُدَىِ ، فَأَتَاهُ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَصْبَحَ رَأَى عَلَيْهِ خُفَانٌ ، فَقَالَ : وَالْخُفَانُ مَعَ الْحُدَىِ ، فَقَالَ : لَقَدْ لِسْتُهَا مَعَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ ، يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

تخریج الحديث مسند احمد: ۱/۱۹۲، رقم: ۱۶۶۸، مجمع الزوائد: ۳/۴۹۹، رقم: ۳/۱۶۶۸.

مسند أبویعلیٰ، رقم: ۸۴۲ و ۸۴۳.

ترجمة الحديث

عبدالله بن عامر بن ربیعہ نے بیان کیا، کہا کہ: سیدنا عمر رض نے عبد الرحمن بن عوف رض کو (سفر کم میں) (اوپنے کو حدی باؤاز بلند ہا لکتے) سن، تورات کے کسی حصے میں ان کے ساتھ کم داخل ہوئے، جب صبح ہوئی تو انہیں موزے پہنے دیکھا، تو فرمایا: آپ نے موزے پہن رکھے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے ایسی شخصیت کی موجودگی میں انہیں پہننا جو آپ سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ ﷺ۔

شرح الحديث پس منظر: مسند احمد اور ابویعلیٰ کے الفاظ سے بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا عمر رض

۱ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۲۷۲۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف اور دوسرے کچھ لوگوں سمیت مکہ کی طرف سفر کر کے گئے رات کے حصے میں مکہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور جب صبح کی روشنی ہوئی تو دیکھا کہ جناب عبد الرحمن بن عوف نے موزے پہنے ہوئے تھے، چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب نے تجھ کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپ یہ اتار دیں ورنہ لوگ بھی یہی عمل شروع کر دیں گے۔

مسائل کا استنباط:

① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم رات میں بھی کسی وقت مکہ مکرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی اور نسائی نے حضرت محشر کعی بن الخطاب سے روایت نقل کی ہے:

(أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلًا مِنَ الْجِعْرَانَةِ حِينَ مَشَى مُعْتَمِرًا، فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتٍ .) ①

”بے شک حضرت جب نبی کریم ﷺ ہرانہ سے عمرے کی غرض سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کی روایتی رات کو ہوئی، پھر آپ ﷺ صبح کے وقت ہرانہ میں ایسے تھے کہ گویا کہ آپ نے رات (وہیں) برکی ہوئی۔“

امام نسائی نے اس حدیث پر عنوان تحریر کیا ہے: ”دُخُولُ مَكَّةَ لَيْلًا“ ”مکہ میں رات کو داخل ہونا۔“ بعض علماء نے محرم کے لیے دن کو مکہ مکرہ آنا مستحب قرار دیا ہے۔ اس بارے میں ان کی دلیل مسلم کی روایت ہے جو انہوں نے نافع سے نقل کی ہے:

(أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْدُمُ مَكَّةً إِلَّا بَاتَ بِذِي طَوَى حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ) ②

”بے شک ابن عمر بن الخطاب مکہ (مکرہ) آتے، تو ذی طوی میں رات برکرتے، پھر صبح ہونے پر غسل کرتے، پھر دن کے وقت مکہ (مکرہ) میں داخل ہوتے۔“

امام نووی نے اس حدیث پر عنوان لکھا ہے:

”بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَيِّتِ بِذِي طَوَى عِنْدَ إِرَادَةِ دُخُولِ مَكَّةَ وَالْأَغْسَالِ“

① سنن ترمذی، أبواب الحج، رقم: ۹۲۹، سنن نسائی، كتاب مناسك الحج، رقم: ۲۸۶۳۔ محمد بن الحانی نے اسے ”صحیح“ نہیں۔

② صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ۲۲۷ / ۱۲۰۹۔

لِدُخُولِهَا وَدُخُولِهَا نَهَارًا“

”مکہ میں داخلے کے وقت ذی طوی میں رات ببر کرنے، اس میں داخلے کے لیے غسل کرنے اور اس میں دن کو داخل ہونے کے متحب ہونے کے متعلق باب۔“
الغرض محرم رات دن کے کسی وقت میں بھی مکہ مکرہ آ سکتا ہے۔ دونوں اوقات میں آنے کے جواز پراتفاق ہے۔

② دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جوتے میسر نہ آنے کی صورت میں محرم موزے پہن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض نے عمل کیا۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رض سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ”مَنْ نَهِيَ عَنِ الْمُحْرِمِ فَلَيَلْبِسْ الْخُفَّيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِذَارًا فَلَيَلْبِسْ سَرَافِيلَ لِلْمُحْرِمِ“

”جس محرم کے پاس جوتے نہ ہوں، وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس اس حدیث سے پتا چلا کہ جس محرم کو جوتے میسر نہ آئیں تو اسے موزے پہننے کی اجازت ہے۔ مزید برآں موزے پہننے والا محرم انہیں مخنوں کے نیچے سے کاٹ لے، جیسا کہ ابن عمر رض کی روایت سے ثابت ہے: ((وَلِيُقْطِعُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.....الحدیث)) ③

امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

”ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمُحْرِمَ إِنَّمَا أُبَيِّحُ لَهُ فِي لِبْسِ الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عَدْمِ النَّعْلَيْنِ، إِذَا قَطَعُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ“ ④

”اس بات کا ذکر کہ محرم کے لیے جوتوں کے میسر نہ آنے پر موزے پہننے کی اجازت تب ہے، جب کہ وہ انہیں مخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔“

جمہور علمائے امت کی بھی یہی رائے ہے، البتہ امام احمد سے اس بارے میں دو روایات ہیں۔ مشہور

① صحیح بخاری، کتاب جزء الصید، باب لبس الخفین للمحرم إذا لم يجر نعلين، رقم: ۱۸۴۱، صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۳/ ۱۱۷۷۔ الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۴۲، صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۲/ ۱۱۷۷۔

③ الإحسان في تقریب صحیح حبان، کتاب الحج: ۹۴/ ۹۔

روایت یہ ہے کہ موزوں کو نخنوں کے نیچے سے کاشنا ضروری نہیں اور دوسری روایت جہو علامہ کی رائے کے موافق ہے۔^۱

امام ابن قدامة دونوں آراء اور ان کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

وَالْأَوَّلِي قَطْعُهُمَا عَمَّا لِبَسَ الْحَدِيثُ الصَّحِيفَ، وَخُرُوجًا مِنَ الْخَلَافِ، وَأَخْذًا بِالْإِحْتِيَاطِ۔^۲

”صحیح حدیث کے مطابق عمل کرنے، اختلاف سے بچنے اور احتیاط کے پیش نظر (موزوں کا) کاشنا بہتر ہے۔“

مجبوڑی کی حالت میں موزے بہنے کی صورت میں محرم پر کوئی فدیہ نہیں، امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رض کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

**ذَكْرُ النَّبِيِّ الْمُذِحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ لِبْسَ الْمُخْرِمِ الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عَدَمِ النَّعْلِ
أَوِ السَّرَّاوِيْلِ عِنْدَ عَدَمِ الْإِزارِ، عَلَيْهِ دَمٌ۔^۳**

”اس شخص کے قول کی تردید کرنے والی حدیث، جو یہ سمجھتا ہے کہ جوتا نہ ہونے پر موزے اور تہبند نہ ہونے پر شلوار بہنے والے محرم پر دم ہے۔“

[6]..... حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَوْبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْحَاقِ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبْنُ شَهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَا أَنَّ عُمَرَ رَجَعَ بِالنَّاسِ مِنْ سَرْغٍ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فَلَمَّا رَجَعَ عُمَرُ، رَجَعَ عُمَالُ الْأَجْنَادِ إِلَى أَعْمَالِهِمْ۔

نَخْرِيجُ الْحَدِيث صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب ما یکرہ من الاحتبال، الخ، رقم: ۲۲۱۹۔

تَرْجِمَةُ الْحَدِيث عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اور سالم بن عبد اللہ بن عمر رض دونوں نے بیان کیا کہ سیدنا عمر رض نے سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو ”سرغ“ سے واپس ہٹالیا، جب عمر رض لوٹ آئے تو لشکروں کے عاملین اپنے کاموں کی طرف لوٹ گئے۔

۱ المفہوم شرح صحیح مسلم: ۲۵۸/۳۔

۲ المعنی لابن قدامة: ۱۲۲/۵۔

۳ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، رقم: ۹۸/۹۔

حدیث انس بن مالک، عن عبد الرحمن سیدنا انس بن مالک علیہ السلام کی عبد الرحمن علیہ السلام سے حدیث

[7] حَدَّثَنَا أَبُو حُذِيفَةَ، أَخْبَرَنَا سُفِيَّاً، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ وَأَخْرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَتْ عِنْدَ الْأَنْصَارِيِّ امْرَاتٌ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُونِي عَلَى السُّوقِ، فَأَتَى السُّوقَ فَرَيَحَ شَيْئًا مِنْ أَقْطِيلِ وَسَمْنِ، فَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَضَرَّ مِنْ صُفَرَةَ فَقَالَ: مَهِيمٌ يَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: تَزَوَّجْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟، قَالَ: وَزْنُ نَوَافِهِ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: أَوْلُمْ وَلَوْ بِشَاةً.

تخریج الحدیث

صحیح بخاری، کتاب البيوع، باب ما جاء في قول الله تعالى، رقم: ٢٠٤٨، سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مواساة الاخ، رقم: ١٩٣٣ - مسند احمد: ١٩٠ / ٢٦، معجم کبیر طبرانی: ٥٤٠٣، رقم: ١٦٤١، معجم طبرانی اوسط، رقم: ١٠٤١١ . مصنف عبدالرزاق، رقم: ١٠٤١١ .

ترجمة الحدیث

سیدنا انس بن مالک علیہ السلام نے بیان کیا، کہا کہ عبد الرحمن بن عوف علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ علیہ السلام نے ان کے درمیان اور سعد بن الربيع الانصاری علیہما السلام کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا۔ حضرت سعد علیہ السلام کے پاس دو بیویاں تھیں، انہوں نے انہیں پیش کی کہ وہ ان کے گھر بار اور مال سے آدھا حصہ بانٹ لیں (یعنی ایک بیوی اور آدھا مال) لے لیں۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمن بن عوف علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت دے، مجھے بازار کی راہ دکھادیں، اگلے دن وہ بازار گئے اور پنیر اور گھنی میں کچھ لفڑ کیا، پھر ایک دن انہیں نبی کریم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان پر جملہ عربی کے نشانات تھے۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا: اے عبد الرحمن کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا، اللہ کے رسول! میں نے انصار کی ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ آپ علیہ السلام نے کہا: اسے کتنا مهر پیش کیا؟ انہوں نے کہا: کبھور کی گھنٹی کے برابر سونا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

شرح الحدیث

حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے:

① رسول اللہ ﷺ نے تاریخ انسانی کا ایک نہایت تابناک کارنامہ انجام دیا جسے مهاجرین و انصار کے درمیان مواحدات اور بھائی چارے کامل کا نام دیا جاتا ہے۔ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مهاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مهاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غنیوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

فَوَأُولُو الْأَكْحَافِ بَعْضُهُمُ أُولَى بِعَيْنٍ (الاحزاب: ۲۳)

(”نسبی قرابت دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“) (یعنی وراثت میں)

تو انصار و مهاجرین میں باہمی توارث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اور بھائی چارہ کرایا تھا جو خود باہم مهاجرین کے درمیان تھا لیکن پہلی بات ہی ثابت ہے۔ یوں بھی مهاجرین اپنی باہمی اسلامی اخوت، ولنی اخوت اور رشتہ و قرابت داری کی اخوت کی بنابر آپس میں اب مزید کسی بھائی چارے کے محتاج نہ تھے۔ جبکہ مهاجرین اور انصار کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ ①
اس بھائی چارے کا مقصود۔ جیسا کہ محمد غزالی نے لکھا ہے۔ یہ تھا کہ جاہلی عصیتیں تخلیل ہو جائیں۔ حمیت و غیرت جو کچھ ہواہ اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور دل میں کے امتیازات مت جائیں۔ بلندی و پیشی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا ناذ اعلم عہد و پیمان قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارکباد تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو بلکہ اس بھائی کے ساتھ ایثار و نگساری اور موانت کے جذبات بھی مخطوط تھے اور اسی لیے اس نے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا تھا۔ ②

چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ مهاجرین جب مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن رفیع کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن عوف نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا: ”انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میرا مال و حصوں میں بانٹ کر (آدھا لے لیں) اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند ہو مجھے بتا دیں میں اسے طلاق دے دوں اور عدت

② فقہ السیرة، ص: ۱۴۰، ۱۴۱۔

۶

گزرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر لیں۔” حضرت عبد الرحمن بن عوف نے کہا، اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے۔ آپ لوگوں کا بازار کہاں ہے؟ لوگوں نے انہیں بوقیقانع کا بازار بتلادیا۔ وہ آپ س آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل خیر اور گھی تھا۔ اس کے بعد وہ روزانہ جاتے رہے۔ پھر ایک دن آئے تو ان پر زردی کا اثر تھا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے شادی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، عورت کو مہر کتنا دیا ہے؟ بولے ایک نواہ (گھٹل) کے ہم وزن (یعنی کوئی سواتل) سونا۔^۱

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رض سے ایک روایت آئی ہے کہ انصار نے نبی ﷺ سے عرض کیا، آپ ﷺ ہمارے درمیان اور ہمارے بھائیوں کے درمیان ہمارے بھجور کے باغات تقسیم فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ انصار نے کہا، تب آپ لوگ یعنی مہاجرین ہمارا کام کر دیا کریں اور ہم بچل میں آپ لوگوں کو شریک رکھیں گے۔ انہوں نے کہا تھیک ہے ہم بات سنی اور مانی۔^۲

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا اور کس قدر محبت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا تھا اور مہاجرین ان کی اس کرم و نوازش کی کتنی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا کوئی غلط فائدہ نہیں اختیا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی نوئی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کر سکتے تھے۔

www.KitaboSunnat.com

اور حق یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ ایک نادر حکمت، حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش بہت سارے مسائل کا ایک بہترین حل تھا۔

② عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں اہل اسلام تجارت کیا کرتے تھے اور ان کا بہترین پیشہ تجارت ہی تھا۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض جو قریشی ہیں بھرت فرمکر جب مدینہ آئے تو انہوں نے غور و فکر کے بعد اپنے قدیمی پیشہ تجارت ہی کو یہاں بھی اپنایا۔ اور اپنے اسلامی بھائی سعد بن رفیع رض کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی آڈھی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی پیش کش کی تھی بازار کا راستہ لیا اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آپ نے تیل اور گھنی کا کاروبار شروع کیا، اللہ نے آپ کو تھوڑی ہی مدت میں ایسی کشادگی عطا فرمائی کہ آپ نے ایک انصاری عورت سے اپنا عقد بھی کر لیا۔

③ مردوں کو رنگ دار خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اور سیدنا عبد الرحمن رض پر جملہ عروضی کے جو نشانات تھے

^۱ صحیح بخاری، باب اخاء النبی رض بین المهاجرین والأنصار / ۱ / ۵۵۳۔

^۲ أيضاً، باب اذا قال اكفي مؤنة النخل : ۱ / ۳۱۲۔

وہ ان کو ان کی بیوی سے لگے تھے، یا پھر زور گک شاید کسی عطر کا ہو یا کسی ایسی مخلوط چیز کا جس میں کوئی زرقہ کی چیز بھی شامل ہو اور آپ نے اس سے عسل وغیرہ کیا ہو۔

④ نکاح میں حق مہر ضروری ہے حق مہر اتنا ہونا چاہیے جتنا خاوند آسانی سے دے سکے اتنا کم بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جس کی خاوند کے ہاں کوئی وقت نہ ہو۔ انہوں نے مہر میں اپنی بیوی کو نواہ من ذہب دی۔ نواہ سے مراد کھجور کی گھٹلی کے برابر وزن ہے۔ اور بعض کا موقف ہے کہ وزن نواہ پانچ درہم ہیں جو سونے کا تقریباً ڈیڑھ تو لہ بنتا ہے۔ امام نووی رضی اللہ عنہ کا موقف ہے پانچ درہم سونے کے بھی قول صحیح ہے۔

⑤ مذکورہ روایت سے ولیمہ کرنے کی تاکید بھی ثابت ہوئی کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ کم از کم ایک بکری کا ولیمہ کریں۔ اہل علم نے ولیمہ میں بکرے یا بکری کے ذبیحہ کو مستحب گردانا ہے۔ ولیمہ سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی مولانا ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت کھجور اور تھوڑے سے ستو کے ساتھ ولیمہ کیا۔ ①

[8] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا سُفِيَّاً ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوَيْلِ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَنَّسَ بْنَ مَالِكَ ، قَالَ : قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفَ الْمَدِينَةَ فَأَخْرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ ، وَعِنْدَ الْأَنْصَارِيِّ أَمْرَاتَانِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ، دُلُونِي عَلَى السُّوقِ ، فَأَتَى السُّوقَ فَرَبَحَ شَيْئًا مِنْ أَقْطِ ، وَشَيْئًا مِنْ سَمِّنٍ ، فَرَأَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَيَامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرِّ مِنْ صُفْرَةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ : مَهِيمٌ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ ؟ ، قَالَ : تَزَوَّجْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ ، قَالَ : فَمَا سُفِّتَ إِلَيْهَا ؟ ، قَالَ : وَزْنُ نَوَاهِي مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ : أُولُمْ وَلَوْ بِشَاءَ .

تخریج الحديث صحيح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۰۷۲.

ترجمہ الحدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن الربيع الانصاری کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت سعد کے پاس دو بیویاں تھیں، تو انہوں نے پیش کی کہ میرے گھر بار اور مال سے آدھا بانت لیں، مگر سیدنا عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت دے، آپ میری بازار کی طرف رہنمائی کر دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے

① سنن ابو داؤد، رقم: ۳۷۴۴، سنن ترمذی، رقم: ۱۰۹۵۔ حدث البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

بازار میں آ کر پنیر اور گھنی سے بہت نفع کمایا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں کچھ دنوں بعد دیکھا تو ان پر زرد نشانات تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: عبد الرحمن کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے انصار کی ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اسے کیا مہر دیا ہے، انہوں نے کہا کہ کھجور کی گھنلی کے برابر سونا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ولیہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

[9] حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَادٌ ، عَنْ ثَابِتَ الْبَنَانِيِّ ، وَحُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ ، فَدَمَ الْمَدِينَةَ فَأَخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ ، فَقَالَ لَهُ : سَعْدَ أَيْ أَخِي إِنِّي أَكْثُرُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ مَالًا ، فَانظُرْ شَطْرَ مَالِيِّ فَخُذْهُ ، وَعِنْدِي امْرَأَتَانِ فَانظُرْ أَيُّهُمَا أَعْجَبَ لَكَ حَتَّى أَكْلِقُهَا لَكَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : بَارَكِ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ، دُلُونِي عَلَى السُّوقِ ، فَدَلَّوْهُ عَلَى السُّوقِ ، فَذَهَبَ وَاشْتَرَى وَبَاعَ فَرِيقَ فَجَاءَ بِشَيْءٍ مِّنْ أَطْوَافِ وَسَمِينِ ، فَلَمَّا شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَلْبَثَ ، فَجَاءَ عَلَيْهِ رَدْعُ زَعْفَرَانَ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَهِيمٌ؟ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَوَجْتُ امْرَأَةً ، فَقَالَ : مَا أَصْدَقْتَهَا؟ ، قَالَ : وَزْنُ نَوَّاهِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْلَمْ وَلَوْ إِشَاءَ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : فَلَقَدْ رَأَيْتِنِي بَعْدَ ذَلِكَ لَوْ رَفِعْتُ حَجَرًا لَظَنَتْنِي أَنِّي سَاجِدٌ تَحْتَهُ ذَهَبًا وَفَضَّةً .

تخریج الحديث مسنند أحمد: ۲۷۱ / ۳، سنن أبو داود، كتاب النكاح، باب قلة المهر، رقم: ۲۱۰۹۔ حدث البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

ترجمة الحديث حضرت انس بن مالک رض نے بیان کیا کہا کہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن الربيع الانصاری رض کے درمیان رشتہ اخت قائم کر دیا، انہیں سیدنا سعد الانصاری رض نے کہا: اے میرے بھائی! میں مدینے والوں میں سے زیادہ مال والا ہوں۔ میرے مال سے آدھا مال لے لیں اور میرے پاس دو بیویاں ہیں جو آپ کو زیادہ پسند لگتی ہے میں اسے آپ کے لیے طلاق دیتا ہوں (وہ عدت گزار لے تو آپ اس سے شادی کر لیں) عبد الرحمن رض نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل دمال میں برکت دے، آپ میری منڈی کی طرف راہنمائی کر دیں، تو انہوں نے منڈی کا راستہ بتادیا، آپ رض منڈی میں گئے، خرید و فروخت کی اور کچھ پنیر اور گھنی کما کر لے آئے۔ آپ اس طرح اللہ نے

جتنا چاہا کام کرتے رہے۔ (ایک دفعہ) آپ ﷺ اور آپ پر الجلہ عروی کے نشانات تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کہا، یہ کیا ہے، انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے حق کتنا مہر ادا کیا ہے؟ کہا: محجور کی گھصلی کے برادر سونا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو، تو سیدنا عبد الرحمن بن عوف نے کہا: اس کے بعد آپ نے مجھے دیکھا، اگر میں پھر اٹھاتا تو مجھے گان ہوتا کہ اس کے نیچے سے میں نے سونا اور چاندی اٹھانا ہے۔

شرح الحديث مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے خود کوشش کرنے سے کاروبار میں اللہ ذوالجلال برکت ذال دینا ہے۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف کے ماں میں اتنی برکتیں ہوئیں کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرج کرتے رہے۔ اس کے باوجود وفات کے وقت اتنا ماں چھوڑا کہ چار بیویوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں تقریباً ۸۳ ہزار دینار آئے، اولاد کا حصہ اس کے علاوہ تھا، اور جو مویشی چھوڑے ان میں سے ۳ ہزار بکریاں، ایک ہزار اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

[10] حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ ، وَالزُّبَيرَ بْنَ الْعَوَامِ ، شَكَّيَا الْقُمْلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَرَأَخْصَ لَهُمَا فِي قَمِيصِ الْحَرِيرِ فِي غَزَّةِ لَهُمَا .

تخریج الحديث صحيح بخاری، کتاب الجهاد، باب الحریر فی الحرب، رقم: ۲۹۲۰، صحيح مسلم، کتاب اللباس، والزینة باب إباحة لبس الحریر، رقم: ۲۰۷۶، سنن ابو داؤد، رقم: ۴۰۵۶، سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۵۹۲، مسند احمد: ۱۲۲/۳، صحيح ابن حبان، رقم: ۵۴۳۰، رقم: مسند ابی یعلیٰ، رقم: ۳۱۴۸۔

ترجمة الحديث حضرت انس بن مالک رض روایت ہے کہ عبد الرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رض نے رسول اللہ ﷺ سے جوؤں کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے انہیں غزوات میں ریشم کے قمیض کی اجازت مرحت فرمائی۔

شرح الحديث ریشم پہننا جائز نہیں۔ البت محجوری میں پہنی جاسکتی ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ریشم پہننے کی اجازت جوؤں کی وجہ سے تھی۔ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت جہاد میں ہوئی اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ یہ اجازت سفر میں دی۔ اور ایک روایت میں کھلبی کا ذکر ہے تو تقطیق یوں ہوگی کہ پہلے جو میں پڑی ہوں گی پھر جوؤں کی وجہ سے کھلبی پیدا ہوگی اور وہ کسی غزوہ میں

سفر پر ہوں گے۔ حکماء کہتے ہیں ریشمی کپڑا خارش کو کھو دیتا ہے اور جوؤں کو مار ڈالتا ہے۔ ۰

حدیث المسور بن مخرمة، عن عبد الرحمن

مسور بن مخرمة کی عبد الرحمن بن عوفؑ سے حدیث

[11] حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرُو، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ أَبْنِ أَبِي مُلِيقَةَ، عَنْ الْمُسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا يُكَفَّرُ مَنْ أَنْزَلَ عَلَيْنَا: جَاهَدُوا كَمَا جَاهَدْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةً قَالَ: بَلَى ، قَالَ: فَإِنَّا لَا أَجِدُهَا إِلَّمْ يَكُنْ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا: قَالَ: أَسْقَطْتُ مِمَّا أُسْقَطَ مِنَ الْقُرْآنِ، قَالَ: تَخْسِي أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ كُفَّارًا، قَالَ: مَا شَاءَ اللَّهُ، قَالَ لَئِنْ رَجَعَ النَّاسُ كُفَّارًا لَيُكَوِّنُنَّ أَمْرًا وَهُمْ بَنُو قُلَانٍ، وَوُزَّارَاؤُهُمْ بَنُو قُلَانٍ.

تخریج الحديث عبد الرزاق فی الأمالی، رقم: ۶۹۔ شرح مشکل الآثار: ۹/۱۲، رقم:

. ۴۰۹۹

ترجمة الحديث

حضرت مسور بن مخرمة نے روایت کیا، کہا: عمر بن خطاب نے عبد الرحمن بن عوفؑ سے کہا: کیا ہم پر نازل کردہ آیات میں سے یہ آیت نہیں ہے: «جَاهَدُوا كَمَا جَاهَدْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةً» تم نے جس طرح پہلے جہاد کیا نے اب بھی کیا کرو۔ تو انہوں نے کہا: ہاں یہ آیت ہے، فرمایا تو مجھے یہ آیت مصحف میں نہیں ملی، فرمایا کہ یہ آیت قرآن کے منسوخات میں سے ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ذر ہے کہ لوگ کافرنے بن جائیں۔ انہوں نے کہا: جو اللہ چاہے گا ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا: اگر لوگ کافر بن جائیں گے تو وہ بنو قلاب کے امراء اور بنو قلاب کے وزراء بن جائیں گے۔

شرح الحديث

حدیث ہذا میں آیت «جَاهَدُوا كَمَا جَاهَدْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةً» کے نفع کا بیان ہے۔ یہ آیت کریمہ منسوخ تلاوہ ہے منسوخ الحکم نہیں۔

قرآن کے اعجاز اور حقانیت پر یہودیوں، مستشرقین اور دوسرے منکرین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں نفع کا ذکر ہوا ہے حالانکہ نفع انسان کی کتاب میں تو ہو سکتا ہے اس لیے کہ انسان کی رائے بدلتی رہتی ہے اور اس کے علم میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے لیکن اللہ کی کتاب میں نفع کا امکان نہیں ہے اس لیے کہ اس کے علم میں کسی دبیشی اور تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے۔ یہ اعتراض چونکہ قرآن نے مجرہ ہونے کو مشکوک بنانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

۱ ماخوذ از فتح الباری۔

علوم القرآن کی مباحث میں سے نسخ کی بحث ایک کثیر الجہات بحث ہے جو مشکل مباحث میں شمار ہوتی ہے اس لیے مختصر مکمل جامع بحث کی گئی ہے تاکہ موضوع سے متعلق تمام مباحث کی تعریف و تحقیق فارمین کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔

نسخ کی بحث:

یہود، جن جن طریقوں سے لوگوں کو اسلام سے تنفس کرنے کا کردار ادا کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک یہ ہی تھا کہ قرآن کو مشکل قرار دیا جائے۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ اگر قرآن بھی منزل من اللہ ہے اور تورات تو منزل من اللہ ہے ہی۔ پھر قرآن اور تورات کے احکام میں اختلاف کیوں ہے؟ اس اعتراض کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ قرآن میں ایک حکم نازل ہوتا ہے پھر اس کی جگہ کوئی اور حکم آ جاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں کہ میں پہلے کیا حکم دے چکا ہوں اور اب کیا دے رہا ہوں؟ یہود کے ایسے ہی اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے اور فرمایا کہ عیوب نہ پہلے حکم میں تھا اور نہ دوسرے حکم میں ہے۔ حالات اور موقع کی مناسبت سے جس طرح کے احکام کی ضرورت ہوتی ہے، ویسے ہی دیے جاتے ہیں اور تمہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ مالک الملک ہے وہ جیسے چاہے حکم دے سکتا ہے۔ پہلے کے احکام منسوخ بھی کر سکتا ہے اور نئے دے بھی سکتا ہے۔

متقدیں نے نسخ کا مفہوم بہت وسیع معنوں میں لیا۔ وہ احکام میں تدریج کو بھی نسخ کے معنوں میں لیتے تھے اور اس طرح انہوں نے آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک شمار کر دی جب کہ احکام میں تدریج پر نسخ کا اطلاق درست نہیں۔ نسخ سے مراد کسی حکم کا اٹھ جانا ہے اس لحاظ سے شاہ ولی اللہ صاحب نے آیات منسوخہ صرف پانچ شمار کی ہیں۔ جن کی مثالیں درج ذیل ہیں:

قرآن سے نسخ کی مثالیں:

① اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۱ میں فرمایا کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ ... يَالَّمَعْرُوفِ﴾ اس آیت کی رو سے میت پر والدین اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے وصیت کرنا فرض تھا۔ پھر جب سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۱۲ اور ۱۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے میراث کے حصے خود ہی والدین اور اقربیں کے حق میں مقرر فرمادیے تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور میت پر وصیت کرنا فرض نہ رہا۔ بلکہ اب وہ صرف غیر ذوی الفروض کے حق میں ہی وصیت کر سکتا ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ تہائی مال تک، نیز یہ وصیت فرض نہیں بلکہ اختیاری اور مستحب ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۵۱ میں زانیہ عورت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ بقیہ عمر اسے گھر میں

مقدیر کھا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی نئی سزا مقرر فرمادے۔ پھر جب سورہ نور نازل ہوئی جس میں زانی مرد کو اور زانی عورت کو سوسوکوڑے مارنے کا ذکر ہے تو اس حکم سے پہلی سزا کا حکم اٹھ گیا۔ یعنی وہ منسوخ ہو گئی۔

۳ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۰ کی رو سے میت کے دارثوں پر فرض تھا کہ وہ اس کی بیوہ کو ایک سال بھر سے نہ کالیں اور اس کا خرچ برداشت کریں۔ بعد میں جب بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہو گئی۔ نیز آیت میراث کی رو سے خاوند کے ترکہ میں بیوی کا حصہ بھی مقرر ہو گیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اب بیوہ کے حق میں تو یہ حکم ہوا کہ وہ بس عدت کے ایام اپنے مرنے والے شوہر کے ہاں گزارے۔ بعد میں وہ آزاد ہے اور اس دوران نام و نفقہ بھی دارثوں کے ذمہ اور ترکہ سے ہی ہو گا اور سال بھر کے خرچ کا مسئلہ میراث میں حصہ ملنے سے حل ہو گیا۔

مندرجہ مثالیں ایسی ہیں جن میں سابقہ آیت کا حکم قطعاً منسوخ ہے۔ اب ہم کچھ ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ جن میں دونوں قسم کے حکم حالات کے تقاضوں کے تحت ساتھ ساتھ چلتے ہیں مثلاً:

۴ سورہ انفال (جو کہ جنگ بدر کے فوراً بعد نازل ہوئی تھی) آیت نمبر ۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جرأت ایمانی کا معیار مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مسلمان کو دس کافروں پر غالب آنا چاہیے۔ یہ حکم ان مسلمانوں کے لیے تھا جو علم و عمل میں پختہ اور ہر طرح کی سختیاں برداشت کرچے تھے اور ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل کامل تھا۔ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان جن کی تربیت بھی پوری طرح نہ ہو سکی تھی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے معیار میں کافی تخفیف کرتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا کہ ان میں سے بھی ایک مسلمان کو کم از کم دو کافروں پر ضرور غالب آنا چاہیے۔ اب اس بعد والے حکم سے پہلے حکم منسوخ نہیں ہوا۔ بلکہ جب بھی کسی خطہ میں تحریک جہاد شروع ہوگی تو حالات کے مطابق دونوں قسم کے احکام لاگو ہوں گے۔

۵ سورہ محمد کی آیت نمبر ۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنگ کے بعد جنگی قیدیوں کو خواہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا احسان رکھ کر۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کو لوٹنڈی غلام بنانے سے منع فرمادیا ہے۔ دوسری طرف سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۰ کی رو سے عام مسلمان تو درکار خود رسول اللہ ﷺ کو جنگی قیدیوں کو لوٹنڈی غلام بنانے بلکہ لوٹنڈیوں سے تبتغ کی بھی اجازت فرمائی ہے ہیں اور ان دونوں طرح سے احکام میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا ناخ نہیں ہے۔ بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق دونوں میں سے کسی نہ کسی پر عمل درآمد ہو گا اور ایسی مثالیں قرآن میں اور بھی بہت ہیں۔

آیات میں تبدیلی کی دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ ہم اس آیت یا اس جملہ کو بھلا ہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ اعلیٰ میں فرمایا: ﴿سَنُقْرِعُكَ فَلَا تَسْتَأْنِي لِإِلَامَاشَاءَ اللَّهُ ط﴾ (الاعلیٰ: ۷، ۶/۸۷) ”یعنی ہم تمہیں پڑھائیں گے جسے تم بھولو گئے نہیں مگر جو اللہ چاہے۔“ اور اس بھلانے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں سیدنا جبریل ﷺ کے ساتھ نازل شدہ قرآن کریم کا دورہ کیا کرتے، اس دوران جن الفاظ یا جس جملہ کو منسون خ کرنا اللہ کو منظور ہونا تھا وہ آپ بھول جاتے تھے اور جبریل بھی اس کا سکرار نہیں کرتے تھے۔ ایسے نئے کی بھی پتند مشائیں درج ذیل ہیں:

- ① اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ پھر یا اس سے بھی کسی حقر مخلوق کی مثال بیان کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی آیت بھی نازل کی تھی جس میں پھر کی مثال بیان کی گئی تھی۔ جسے کافروں نے انحصار کہ بنا یا تھا اور چونکہ وہ پھر کی مثال والی آیت قرآن میں موجود نہیں۔ لہذا اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ بخلافی گئی تھی۔

② سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۳ میں ﴿فَيَا أَسْتَشْتَعِنُ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کے بعد ﴿إِنَّ أَجَيلَ مُسَيَّغٍ﴾ کے الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جس کی رو سے مجاہدین کے لیے مجاز جنگ کے دوران متعہ حلال ہوتا رہا۔ لیکن بالآخر اس کی ابدی حرمت ہو گئی تو یہ آخری الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے بھلا دیے اور شامل قرآن نہ ہو سکے۔

③ آیت رجم بھی اس قبیل سے ہے جس کے متعلق سیدنا عمر رض نے اپنی آخری زندگی کے ایک خطبہ میں برس منبر فرمایا تھا۔ ”اس کتاب اللہ میں رجم کے حکم کی بھی آیت تھی۔ جسے ہم نے پڑھا، یاد کیا اور اس پر عمل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے ذر ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس فریضہ کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتنا رچھوڑ کر مر جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت، جبکہ اس کے زنا بر کوئی شرعی ثبوت یا حمل موجود ہو۔^۱

معزلہ کا نئے سے انکار:

منزل من اللہ وحی میں سے اللہ کی حکمت کے تحت کچھ آیات یا جملے یا الفاظ بھلا بھی دیے گئے اور کچھ احکام منسون بھی ہوئے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں میں بھی ایک فرقہ قرآن میں کسی طرح کے نفع کا قائل نہیں لہذا یہ مثالیں پیش کرنا ضروری سمجھا گیا اور ان پر اکتفا کیا گیا۔ حالانکہ قرآن میں ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔

^① صحيح بخاري، كتاب المحاربين، باب رجم الحيل.

حدیث جبیر بن مطعم، عن عبد الرحمن
جبیر بن مطعم کی عبد الرحمن بن عوفؑ سے حدیث

[12] حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطَعِّمٍ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَهِدْتُ وَأَنَا عَلَامٌ ، حَلْفًا مَعَ عُمُومَتِي الْمُطَبِّينَ فَمَا أُحِبُّ أَنْ لِي حُمْرَ النَّعْمَ وَإِنِّي نَكْتُبُهُ .

ترجمة الحدیث ہمیں حضرت جبیر بن مطعمؑ سے عبد الرحمن بن عوفؑ سے بیان کیا۔ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے چھوٹ کے ساتھ حلف المطیین میں حاضر ہوا اور اس وقت میں پکھ تھا اور آج میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے سرخ اوٹ دیے جائیں اور ان کے بدے میں اس (معاہدے) کو توڑ دوں۔

تخریج الحدیث صحيح الجامع الصغير، رقم: ٧٣١٧، مسنند احمد: ١/١٩٠، ١٩٣، صحيح ابن حبان، رقم: ٤٣٧٣۔ مسنند بزار، ٢١٣/٣، رقم: ١٠٠٠، مستدرک حاکم: ٢٣٩، مسنند أبویعلی: ١٥٦/٢، ١٥٧، رقم: ٨٤٤، الأحاداد والمثانی: ١/١٧٥، رقم: ٩١٨، سلسلة الصحيحۃ: ١٩٠٠.

شرح الحدیث زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی خانہ جنگلی کی وجہ سے سینکڑوں گھرانے تباہ و بر باد ہو چکے تھے۔ لوگوں کے اندر احساس پیدا ہوا کہ ملک میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش اور مسافروں کی حفاظت اور غربیوں کی امداد کریں گے اور مظلوموں کو ظالموں کے پیچے سے چھڑائیں گے۔ یہ معاہدہ قریش کے پانچ قبیلوں میں ہوا، بنو هاشم، بنو عبد المطلب، بنو اسد، بنو زہرا اور بنو قیم۔ اس معاہدے کو حلف الفضول کہا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی حلف الفضول میں شرکت:

اسے مطیین کا حلف بھی کہتے ہیں۔ مسنند احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے بچاؤں کے ساتھ مطیین کے حلف میں شریک ہوا تھا۔ اس وقت میں نوجوان تھا۔ مجھے کوئی سرخ اوٹوں کا ریوڑ بھی دے تو میں وہ عہد توڑنا پسند نہ کروں۔“ ①

نبیقہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں حلف المطیین کے علاوہ قریش کے کسی

① مسنند احمد (تحقيق احمد شاکر): ١٢١/٣۔

معاہدے میں شریک نہیں ہوا۔ سرخ اونٹوں کے عوض بھی مجھے وہ عہد توڑنا گوار نہیں۔^۱
 امام تیہقی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چند سیرت نگاروں نے کہا ہے: ”اس عہد سے مراد ”حلف الفضول“ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حلف المطیین کا دور نہیں پایا۔^۲
 ہمارے نزدیک سیرت نگاروں کی یہ بات صحیح ہے۔ خود امام تیہقی نے سنن کبریٰ میں یہی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلف المطیین کا دور نہیں پایا۔^۳

احمد، تیہقی اور اہل سیر کی روایت میں بُنْتَنْ یوں ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں حلف المطیین کی تجدید کر کے اس کا نام حلف الفضول رکھ دیا گیا۔^۴ واللہ اعلم
 مند حیدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک معاہدے میں موجود تھا۔ اگر آج بھی مجھے اس معاہدے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو ضرور قبول کروں گا۔ اس معاہدے کے شرکاء نے عہد کیا تھا کہ ہر حق والے کو اس کا حق دلایا جائے گا اور کوئی ظالم کسی پر کوئی زیادتی نہیں کر سکے گا۔“^۵

ابن احیا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک معاہدے میں موجود تھا۔ مجھے پسند نہیں کہ مجھے اس معاہدے میں شرکت کے بجائے سرخ اونٹ ملتے اور اگر اسلام میں بھی مجھے اس قسم کے معاہدے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔“^۶

یہ باہمی معاہدہ بنوہاشم، بنعبدالمطلب، بنواسہ، بنوزہرہ اور بنوتیم نے کیا تھا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دیں گے۔^۷ یہ ماوذیقعد میں بخشش سے میں سال پہلے کا واقعہ ہے جب قریش فغار سے واپس آئے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر میں برس تھی۔ اس معاہدے کے اولین داعی نبی اکرم ﷺ کے چچا زیبر بن عبدالمطلب تھے۔

۱ دلائل النبوة للبیهقی: ۲/۳۷، ۳۸، والبداية والنهاية: ۲/۳۱۵۔

۲ دلائل النبوة للبیهقی: ۲/۳۶۷۔ ۳ السنن الكبير للبیهقی: ۶/۳۶۷۔

۴ النهاية في غريب الحديث والأثر: ۳/۴۵۶، مادة الفاء مع الضاد، وحاشية مسنده أحمد (تحقيق أحمد شاكر): ۳/۱۲۲، سبل الهدى والرشاد: ۲/۲۰۹۔

۵ البداية والنهاية: ۲/۳۱۵۔

۶ السيرة النبوية لابن هشام: ۱/۱۸۲، ۱۸۳۔

۷ السيرة النبوية لابن هشام: ۱/۱۸۲۔

اس کا سبب یہ تھا کہ زبید قبلیہ کا ایک آدمی اپنا تجارتی سامان لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ عاص بن واہل سہی نے اس سے وہ سامان خرید لیا۔ عاص بہت بڑا سردار تھا۔ اپنی سرداری کے زعم میں اس نے اس غریب کی رقم دبالی۔ زبید کے آدمی نے احلاف کے قبائل عبد الدار، مخزوم، جع اور سہم سے مدد طلب کی۔ انھوں نے نہ صرف اس بے چارے کی مدد سے انکار کیا بلکہ اسے ڈانت ڈپٹ کی۔ جب اس زبیدی نے خطرہ محسوس کیا تو وہ طلوع ثمہ کے وقت جبل ابو قبیس پر چڑھ گیا، اس وقت قریشی کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی رقت اور بلند آہنگی یہ شعر پڑھے:

يَا آلِ فَهْرِ لَمَظْلُومٌ بِضَاعْتُهُ
وَمُخْرِمٌ أَشْعَثَ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ
إِنَّ الْحَرَامَ لِمَنْ تَمَّتْ مَكَارِمُهُ
يَطْعُنْ مَكَّةَ نَائِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ
يَا لَلَّرَجَالِ وَبَيْنَ الْحَجَرِ وَالْحَجَرِ
وَلَا حَرَامَ لِتَنْوِبِ الْفَاجِرِ الْغَدِيرِ
”اے آل فہر! (قریشیو!) اس مظلوم کی مدد کرو جس کا تجارتی مال واوی مکہ میں چھین لیا گیا وہ یہاں غریب الوطن اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔ اس نے احرام باندھ رکھا ہے۔ پرانگندہ سر ہے۔ ابھی تک اس نے عمرہ بھی پورا نہیں کیا۔ اے ججر اسود اور ججر کے مابین بیٹھے ہوئے لوگو! (میری مدد کرو۔) عزت و حرمت تو اس شخص کی ہے جس کے کام اچھے ہیں۔ غدار اور بدکار (عاص بن واہل) کی چادر کی کوئی عزت نہیں۔“

یہ سن کر زبیر بن عبدالمطلب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ”کیا اسے بے یار و مدد گار چھوڑا جاسکتا ہے؟“ اس پر قریش، زبرہ اور تم عبد اللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے اور آپس میں معاهدہ کیا کہ وہ مظلوم کی مدد کے لیے یک جان رہیں گے حتیٰ کہ ظالم مظلوم کا حق واپس کر دے۔ وہ اس معاهدے پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک سمندر میں پانی کی ایک بوند بھی باقی ہے اور جب تک شیر اور حرا پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں۔ اور یہ کہ وہ امور روزگار میں بھی ایک دوسرے کی ڈھارس بندھائیں گے۔

یہ معاهدہ ماہ حرام ذی القعڈہ میں طے ہوا اور قریش نے اس معاهدہ کو ”حلف الفضول“ کا نام دیا کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ یہ لوگ ایک فضیلت والے کام پر اکٹھے ہوئے ہیں، پھر یہ لوگ عاص بن واہل کے پاس گئے اور اس سے مظلوم کا سامان چھین کر اس کے سپرد کر دیا۔ ①

حلف الغضول میں شرکت کی حکمت:

﴿ اگر اہل جاہلیت اپنے فطری جذبات کی بنیاد پر ظلم کے سداب کے لیے انھے سکتے ہیں تو اہل اسلام کے لیے تو ناگزیر ہے کہ وہ اپنے عقیدے کی بنیاد پر ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ اسلام کی توعوت ہی یہ ہے کہ ظلم کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسلام فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور اسے ہر قسم کی بھی اور اخراج سے بچانا چاہتا ہے۔ کوئی تجب کی بات نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس معاهدے کی اہمیت پر زور دیں کیونکہ اس معاهدے کا مضمون سراسر اسلام کی دعوت ہے کہ حق کو قائم رکھا جائے اور باطل اور ظلم کو منادیا جائے۔

﴿ رسول اللہ ﷺ کے پیچازبیر نے اس معاهدے میں جو کروار ادا کیا وہ اس حقیقت کی بڑی روشن دلیل ہے کہ ہاشمی خاندان کے لوگ جوان مرد تھے اور ایسے موقع پر وہ دوسروں سے افضل ثابت ہوتے تھے۔ اس خاندان کے شرف و فضل کے لیے یہ یگانہ نظرت ہی بہت کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسی خاندان سے ہیں۔

حدیث عبد الله بن ربیعہ، عن عبد الرحمن بن عوف

عبدالله بن ربیعہ کی عبد الرحمن بن عوفؑ سے حدیث

[13] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبِيعَةَ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ أَخْبَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطْرِيقُ الشَّامَ يَسِيرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : إِنَّ هَذَا الْوَجَعَ أَوْ هَذَا السَّقَمَ عُذْبَ بِهِ الْأُمُّ قَبْلُكُمْ ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بَارِضٍ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بَارِضٍ وَأَتْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فَرَأَيْمُهُ ، قَالَ : فَرَاجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ .

تخریج الحديث صحیح بخاری، کتاب الطہب، باب ما یذكر فی الطاعون، رقم: ۵۷۳، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرة، رقم: ۲۲۱۹، مستند احمد: ۱/۱۹۳، معجم طبرانی الكبير: ۱/۱۳۰-۲۶۷، موطا مالک: ۲/۷۹۶-۷۹۷، رقم: ۲۴، سنن الکبری للنسائی: ۴/۳۶۲، رقم: ۷۵۲۱، مستند الشاشی: ۱/۳۶۸-۳۶۹، رقم: ۲۳۶۔

ترجمہ الحدیث عبد الله بن ربیعہ سے مردی ہے کہ عبد الرحمن بن عوفؑ نے سیدنا عمرؑ کو تب بتایا جب وہ شام جا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس تکلیف یا بیماری کے ساتھ تم سے پہلی اموتوں کو عذاب دیا گیا، جب تم کسی زمین میں اس وبا کے پھیل جانے کا سن لو تو اس میں داخل نہ ہو، اور جب تم کسی جگہ پر ہو اور یہ بیماری وہاں پھیل جائے تو اس سے نہ بھاگو، انہوں نے کہا کہ یہ حدیث سن کر عمر بن خطابؓ واپس

لوٹ آئے۔

شرح الحديث دیکھئے فوائد حدیث نمبر ۱۔

عبد الرحمن بن أبي بكر ، عن عبد الرحمن بن عوف
سیدنا عبد الرحمن بن أبي بكر کی عبد الرحمن بن عوف رض سے روایت

14 حَدَّثَنَا أَبُو حُذِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ
قَالَ: كَانَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَمِيصٌ مِنْ حَرَيرٍ يَلْبِسُهُ تَحْتَ ثِيَابِهِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَا
هَذَا؟ فَقَالَ: لِيْسَتُهُ عِنْدَنِي هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ.

تخریج الحديث سنن الکبریٰ للبیهقی : ۲۶۹ / ۳

ترجمہ الحديث عبد الرحمن بن أبي بکر نے بیان کیا، کہا: عبد الرحمن بن عوف رض کے پاس ریشم کی ایک
قمیص تھی جسے وہ اپنے کپڑوں کے نیچے (بنیان کے طور پر) پہنتے تھے۔ امیر عمر رض نے ان سے کہا یہ کیوں
پہنتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہ قمیص ایسی شخصیت کے پاس بھی پہنی جو آپ سے بہتر تھے۔

شرح الحديث سیدنا عمر رض کے علم میں نہیں تھا کہ نبی معلم صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ نے انہیں توجہاد میں خارش کی تکلیف
کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی ہے۔ اس لیے انہوں نے اعتراض کیا تھا، جب انہیں پنا چل گیا تو
خاموش ہو گئے۔ تفصیل فائدہ نمبر ۱۰ پر دیکھیں۔

أبو سلمة بن عبد الرحمن ، عن أبيه
ابو سلمة کی اپنے باپ عبد الرحمن رض سے روایت

15 حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو ، عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ ،
أَنَّ أَبَاهُ ، عَادَ أَبَا الرَّدَادِ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الرَّدَادِ: مَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِكَ أَوْ صَلْلُ لِيْ مِنْكَ ، فَقَالَ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيُ عَنْ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ قَالَ:
أَنَّ الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحْمُ ، اشْتَقَقْتُ لَهَا مِنْ أَسْمِي ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتْهُ وَمَنْ قَطَعَهَا
قَطَعَهُ

تخریج الحديث مسند احمد: ۱/۱۹۴ ، مسند ابی یعلیٰ ، رقم: ۸۴۰۔ مستدرک حاکم:

۱۵۷/۴ ، مسند بزار ، رقم: ۹۹۲۔

ترجمہ الحديث جناب ابو سلمہ نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت ابو درداء کی بیمار پر سی

کرنے گئے تو حضرت ابو درداء رض نے انہیں کہا: تمہاری قوم میں سے تم سے بڑھ کر میرے ساتھ کوئی صدر جی نہیں کرتا، تو حضرت عبد الرحمن رض نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ اپنے رب عزوجل سے بیان کرتے ہیں، کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: میں "رحمٰن" ہوں، اور مادہ "رحم" میں نے اپنے نام سے نکلا ہے، جس نے اسے ملایا میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اسے توڑا میں اُسے توڑوں گا۔

شرح الحديث یہ حدیث قدسی ہے اور اس میں صدر جی کا بیان ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱ حدیث قدسی:

"القدس" بمعنی پاکیزگی کی طرف منسوب ہے۔ اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو:

"وَهُوَ مَا وُرِدَ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْأَلْهَمِيَّةِ وَتَسْمَى: الْقَدِيسِيَّةُ۔" ①

علامہ طیبی فرماتے ہیں: قرآن عزیز کے الفاظ و معانی بواسطہ جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے جبکہ حدیث قدسی وہ ہے جس کے معنی سے رب کریم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام یا خواب کے ذریعے آگاہ کیا: "قال الطیبی: القرآن وهو اللفظ المنزل به جبریل على النبی صلی اللہ علیہ وسلم، والقدسي اخبار اللہ معناہ بالالہام او بالمنام، فاخبر النبی امته بعبادة نفسه، وسائر الاحادیث لم يضفها الى اللہ تعالیٰ ، ولم يروها عنہ تعالیٰ۔" ②

"علامہ کرمانی (محمد بن یوسف) شارح بخاری فرماتے ہیں: قرآن مجید کلام ہے اور بواسطہ جبریل منزل ہے، جبکہ حدیث قدسی غیر مجید اور بغیر واسطہ کے من جانب اللہ ہے، ایسی حدیث کو حدیث قدسی، حدیث الہی اور حدیث ربی کہا جاتا ہے، اب اگر پوچھئے کہ سب احادیث من جانب اللہ ہیں، کیونکہ ارشاد ربی ہے کہ: «وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهَوَى ۚ» پس اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث قدسیہ کی نسبت برآ راست اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔"

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں فرق:

①.....قرآن عزیز مجید ہے اور حدیث قدسی مجذوب نہیں۔

۱ قواعد التحديد، القاسمی، ص: ۶۴۔

۲ أيضاً، ص: ۶۶، شرح صحيح البخاری، الكرمانی: ۷۹/۹۔

۶۵

②..... تلاوت قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن اگر نماز میں حدیث قدسی پڑھی جائے تو نماز ادا نہ ہوگی۔

③..... قرآن عزیز کا منکر کافر ہے، حدیث قدسی اگر متواتر نہ ہو تو اس کا منکر کافر نہیں بلکہ مبدع ہے۔

④..... قرآن عزیز کا نزول بواسطہ جبریل ہوا ہے، جبکہ حدیث قدسی کا معاملہ یہ نہیں۔

⑤..... قرآن عزیز کے الفاظ و معانی دونوں اللہ کی جانب ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی اللہ کی جانب سے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں اور بعض اوقات اللہ کے ہوتے ہیں لیکن یہ کلام الہی قرآن کا درجہ نہیں پاتا۔

⑥..... قرآن کریم کا باوضو چھونا زیادہ مناسب ہے جبکہ حدیث قدسی کا یہ معاملہ نہیں۔ ①

[2] صلد رحمی:

مسلمان کا جو حسن سلوک صرف اس کے والدین، بیوی بپوں، اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ہوتا ہے صلد رحمی کہلاتا ہے۔ رشتہ داروں سے مراد وہ اعزاء ہیں جن کا انسان سے نسب کے واسطے سے تعلق ہو۔ خواہ ان کو میراث میں حصہ ملتا ہو یا نہ ملتا ہو۔

اسلام میں صلد رحمی کی اہمیت و فضیلت:

اسلام نے صلد رحمی کو وہ معزز اور بلند مقام دیا ہے جو پوری تاریخ انسانیت میں کسی مذہب، کسی نظریہ اور کسی شریعت نے نہیں دیا۔ اسلام نے رشتہوں کا پاس و لحاظ کرنے کی وصیت کی ہے۔ صلد رحمی کی ترغیب دلائی ہے اور قطع رحمی سے ڈرایا ہے۔

رشتہ کے ساتھ اسلام کے اعزاز و اکرام کا اندازہ اس سے بڑھ کر کسی چیز سے نہیں ہو سکتا کہ جس کی تصویر کشی رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی ہے کہ رشتہ اللہ تعالیٰ کے روپ و اس بڑے میدان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں مخلوق کی تخلیق فرمائی کھڑا ہوتا ہے اور رشتہوں کے کانے والوں سے پناہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی اس درخواست کو قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ جو رشتہوں کو جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے جوڑتا ہے اور جو رشتہوں کو کاٹتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے کاٹ دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کیں یہاں تک کہ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو رشتہ کھڑا ہوا اور عرض

کیا: کیا یہ جگہ اس کے کھڑے ہونے کی وجہ سے جوتیرے ذریعے قطع رحمی سے پناہ مانگے۔ فرمایا:

((أَمَا تَرْضِيْنَ أَنْ أَصِلَّ مَنْ وَصَلَكَ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكَ؟ قَالَتْ بَلَى: يَارَبِّ!

❶ الاحادیث القدسیہ، ص: ۷، طبع المجلس الاعلى للشئون الاسلامیہ، قاهرہ۔

۹

قالَ فَهُوَ لَكِ ۝

”ہاں کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھے جوزے میں اسے جوڑوں اور جو تجھے کانے میں اسے کاٹوں۔ رشتہ نے کہا کیوں نہیں؟ اللہ نے فرمایا: تیرے لیے ایسا ہی ہوگا۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھو:

﴿فَهَلْ عَسِيْتُمْ أَنْ تَوَيْلُنُمْ أَنْ تُقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقْطِعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمْ

اللَّهُ فَاصْسَهُمْ وَأَعْنَى أَبْصَارَهُمْ ۝﴾ (محمد: ۴۷ / ۲۲ - ۲۳)

”اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور موقع کی جاسکتی ہے کہ تم اٹھ منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں قطع رحمی کرو گے۔ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرا بھاولیا۔“

قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں جو اسلام میں رشتہ کا مقام واضح کرتی ہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، رشتوں کا احساس کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں ذکر الحسن ہونے پر ابھارتی ہیں اور ان کے حقوق کو ہضم کرنے، انھیں پامال کرنے یا ان کے سلسلہ میں ظلم و زیادتی کرنے یا تکلیف پہنچانے سے بچنے کا حکم دیتی ہیں اور رشتہ کے تعلقات کو خراب کرنے سے ڈرالتی ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْفُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامُ ۝﴾ (النساء: ۱ / ۴)

”اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ اور قربات کے تعلقات کو بگاڑنے سے پر بھیز کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد متصلاً رشتوں کے بارے میں حکم دیا ہے۔ اس طرح اس نے رشتہ کی عظمت کا احساس دلایا ہے اور رشتہ کا پاس و لحاظ کرنے اور ہمیشہ اس کے خنک سایہ میں بناہ لینے کی تاکید کی ہے۔

پچ سے مسلمان کے شعور و احساس میں رشتہ کی اہمیت و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ بیشتر آیات میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بعد بھی صلح رحمی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

﴿وَتَقْتُلُنِي رَبِّكَ الَّذِي تَعْبُدُو وَالَّذِي أَرَيَاكُمْ وَبِإِلَوْكِ الدِّينِ إِحْسَانًا ۝﴾ (بني اسرائیل: ۱۷ / ۲۳)

۱ صحیح البخاری کتاب الادب، رقم: ۵۹۹۷، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۵۴

”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔“

﴿وَأَنْتَ ذَا الْفُرْقَانِ حَقَّهُ وَالْمُسْكِينَ وَابْنَ السَّيِّئِيلِ وَلَا تُبْدِي رَتْبَنِيَّرًا ﴾ ①

(بنی اسرائیل: ۲۶/۱۷)

”اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین، مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو۔“

صلدر جی ان اولین اسلامی مبادی و اصول میں سے ہے جن کے ساتھ یہ دین روز اول ہی سے دنیا والوں کے سامنے ظاہر ہوا، جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت کا اعلان کیا، اس کی بنیادوں کی تشریع کی اور اس کے نقوش واضح کیے۔ چنانچہ رشتہ داروں کے ساتھ تعلق اور نیک برداود، شریعت اسلامی کے ممتاز اور نمایاں اصولوں میں سے ہے۔ اس کی تائید ہر قل کے ساتھ ابوسفیان کی اس گفتگو سے ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب ہر قل نے ابوسفیان سے پوچھا: تمہارا نبی تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتا ہے؟ تو جواب دیا: وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ تھراو اور جو کچھ تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے اسے چھوڑ دو، وہ نماز، سچائی، پاک دامتی اور صدر جی کا حکم دیتے ہیں۔ ②

یہاں صدر جی کو اس دین حنفی کے بنیادی اصولوں توحید، نماز، سچائی اور پاک دامتی کی فہرست میں گنوایا گیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ صدر جی اس دین کی ان ممتاز خصوصیات میں سے ہے جن کے بارے میں دین کے متعلق پہلی مرتبہ پوچھنے والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرہ بن عبّس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مردی ہے جس میں اسلام کے جملہ اصول و آداب بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہ آغاز نبوت کا زمانہ تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کیا ہیں؟ فرمایا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا: نبی کے کہتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا: کن چیزوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ فرمایا:

((أَرْسَلَنِي بِصَلَةِ الْأَرْحَامِ وَكُسْرِ الْأُوْكَانِ وَأَنْ يُوَحِّدَ اللَّهُ لَا يُشَرِّكُ بِهِ شَيْئًا .)) ③

”اس نے مجھے ان احکام کے ساتھ بھیجا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، بتوں کو

① صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم: ۷، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، رقم: ۱۷۷۳۔

② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، رقم: ۸۳۲۔

توڑا جائے۔ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ فہرایا جائے.....”

یہ بالکل عیاں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں اسلام کے اہم اصول و مبادی کی مختصر تشریع کرتے ہوئے صدر حجی کو مقدم رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو ان اصولوں اور مبادی میں سرفہرست ذکر کیا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْطِلَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُسَأَّلَهُ فِي أَتْرِهِ فَلَيَصِلَ رَحْمَةً.)) ۱

”جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صدر حجی کرے۔“

معلوم ہوا کہ صدر حجی کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ صدر حجی مال میں اضافہ کرتی ہے، اسے پروان بجھاتی ہے، اس کے عرصہ حیات کو دراز کرتی ہے اور زندگی میں برکت دیتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنْ اتَّقَى رَبَّهُ وَوَصَّلَ رَحْمَةً نُسِيَّءَ فِي أَجْلِهِ وَتَرَى مَالُهُ وَأَحَبَّهُ أَهْلُهُ)) ۲

”جو شخص اپنے رسمے ڈرے گا اور صدر حجی کرے گا، اس کی عمر دراز کر دی جائے گی، اس کے مال میں اضافہ کر دیا جائے گا اور اس سے اس کے اہل خوش رہیں گے۔“

قطع حجی کرنے والے بخختی اور محرومی کے لیے بھی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحْمٍ.)) ۳

”جنت میں قطع حجی کرنے والا انہیں جائے گا۔“

اسلامی تعلیمات کے مطابق صدر حجی کی جائے:

چنانچہ مقتنی اور باشعور مسلمان صدر حجی کرتا ہے اور مال و دولت، بیوی بچے اور دنیا سے عزیزوں اور رشتہ داروں کی خبر گیری کرنے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کا اکرام و احترام اور تعاون کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں وہ دین حنیف کی تعلیمات وہدیات کی پیروی کرتا ہے جس نے اس تعلق کو قائم کیا ہے اور اسے اہمیت و قربات کے مطابق سلسلہ وار قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلے مال کا درجہ قرار دیا، پھر باپ کا، پھر

۱ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۸۶، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۰۵۷۔

۲ الادب المفرد للبخاري، رقم: ۵۸، سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ۲۷۶۔

۳ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۸۴، صحیح مسلم، کتاب الادب، رقم: ۲۰۵۶۔

۶۶۶

ترتیب و اقرب ترین رشتہ داروں کا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ سخت کون ہے؟ فرمایا:
 ((أُمْكَ، ثُمَّ أُمْكَ، ثُمَّ أُمْكَ، ثُمَّ أَبُوكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ، أَدْنَاكَ)).^١

”تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر رشتہ داروں میں جو تم سے قریب ترین ہو۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”اللہ تعالیٰ ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے، پھر ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔ پھر بارپوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔ پھر رشتہ دار قریب ترین رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔“^٢

رشتہ داروں کے ساتھ صدر حجی کریں، اگرچہ وہ صدر حجی نہ کریں:

چنانچہ مسلمان اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صدر حجی کرتا ہے خواہ وہ لوگ اس کے ساتھ صدر حجی نہ کریں کیونکہ وہ صدر حجی کے ذریعے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے اور خود کو اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ و پیراستہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِنِ وَلَكِنَ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحْمُهُ وَصَلَّاهَا)).

”صدر حجی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرے بلکہ دراصل صدر حجی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع حجی کی جائے تو وہ صدر حجی کرے۔“

بعض احادیث کے ذریعے اس شخص کے نفس میں جو صدر حجی کرتا ہے مگر اس کے رشتہ دار اس کے بدلے میں اس سے قطع حجی، بختی اور بدسلوکی کا معاملہ اختیار کرتے ہیں، حل و بردباری، صبر، عفو اور سماحت و کرم کے اخلاق راخن کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہوتی ہے جو صدر حجی کرتا ہے، مگر دوسرے اس کے ساتھ صدر حجی نہیں کرتے۔ اسی طرح اس گناہ کی بھیاں ایک اور خوف ناک تصور کی شی

١ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۷۱، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۴۸۔

٢ مسند احمد: ۱۳۴ / ۴، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، رقم: ۳۶۶۱۔

٣ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۹۱، سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، رقم: ۱۹۰۸۔

کی گئی ہے جوختی برتنے والوں، احسان فراموشی اور ناشکری کرنے والوں اور قطع رحمی کرنے والوں کو ملتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان کے ساتھ صدر رحمی کرتا ہوں لیکن وہ نہیں کرتے۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں لیکن وہ براٹی اور بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں حلم و بردباری سے کام لیتا ہوں لیکن وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَآتِمًا تِسْفِهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ
عَلَيْهِمْ، مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ .))

”اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم ان کو گرم راکھ کھلارہ ہے ہو (حدیث میں ”مل“ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں گرم راکھ) اور تمہارے ساتھ ہمیشہ اللہ کی مدد رہے گی۔ وہ ان اذیتوں اور شر و رکور کو درفع کرنے والا ہے، جب تک کہ تم اس صفت پر قائم ہو۔“

چھ اور دین کی تعلیمات کو سمجھنے والے مسلمان کے نزدیک صدر رحمی کا مفہوم بہت زیادہ عام اور وسیع ہے۔ صدر رحمی غریب رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے سے ہوتی ہے۔ صدر رحمی زیارتیں اور ملاقاتیں سے ہوتی ہے جس سے قرابت کے رشتے مضبوط ہوتے ہیں۔ محبت کے تعلقات پائیدار ہوتے ہیں اور باہم رحم و ہمدردی اور اخلاق و مودت میں اضافہ ہوتا ہے۔ صدر رحمی آپ سی میں ایک درسرے کی خیرخواہی، بھلائی، تعاون، ایثار اور انصاف کے ذریعے سے ہوتی ہے، صدر رحمی، اچھی بات، خندہ پیشانی، شکفتہ ملاقات اور محبت، مسکراہٹ سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ صدر رحمی ان دیگر اعمال سے بھی ہوتی ہے جن سے دلوں میں محبت کے سوتے پھونتے ہیں اور عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ محبت والفت، باہمی رحم و ہمدردی اور تعاون کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔

[16] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، قَالَ : دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ عَلَى أَبِي الرَّدَادِ الْلَّيْثِيِّ ، فَقَالَ : إِنَّ خَيْرَهُمْ وَأَوْصَلَهُمْ أَبُو مُحَمَّدٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ رَبُّكُمْ جَلَّ وَعَزَّ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَتُ الرَّحْمَةَ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّهُ .

ترجمہ الحدیث جناب ابو سلمہ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: حضرت عبد الرحمن بن عوف، اللش

(بنیشا) کے پاس تیمارداری کرنے کے لیے تشریف لے گئے، تو انہوں نے کہا: ان میں سے بہتر اور زیادہ صدر رحمی

۹۶

کرنے والے ابو محمد (یعنی حضرت عبد الرحمن بن عوف) ہیں۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سن: تمہارے رب عزوجل نے فرمایا ہے: میں اللہ وہ ذات ہوں جس نے صدر جی کو پیدا کیا، تو جس نے اس کو ملایا میں اسے ملاوں گا اور جس نے اسے کھانا میں اسے کاٹ دوں۔

[17] حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، قَالَ : دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى أَبِي الرَّدَادِ الْلَّيْثِيِّ ، فَقَالَ : خَيْرُكُمْ وَأَوْصَلُكُمْ أَبُو مُحَمَّدٍ ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ رَبُّكُمْ جَلَّ وَعَزَّ : أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَتُ الرَّحْمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ أَسْمِي فَإِنَّا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحْمُ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّهُ .

تخریج الحديث مستدرک حاکم: ۱۵۸/۴، مکارم الأخلاق للخرائطی: ۲۷۴/۱، رقم: ۲۶۰.

ترجمة الحديث ابو سلمہ ۃللہ نے کہا: عبد الرحمن بن عوف، ابو رداد الیش (بن عوف) کے ہاں تیمارداری کے لیے گئے تو انہوں نے کہا: سب سے بہتر اور زیادہ صدر جی کرنے والے ابو محمد ہیں۔ (عبد الرحمن بن عوف نے کہا) میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سن: تمہارے رب عزوجل فرماتا ہے: میں اللہ وہ ذات ہوں جس نے رحم (یعنی صدر جی) کو پیدا کیا اور اس کو اپنے نام سے لفظ کالا، میں ”رحم“ ہوں، اور یہ ”رحم“ ہے۔ تو جس نے اسے ملایا میں اسے ملاوں گا اور جس نے اسے کھانا میں اسے کاٹوں گا۔

[18] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ : اشْتَكَى أَبُو الرَّدَادِ فَعَادَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ : خَيْرُهُمْ وَأَوْصَلُهُمْ مَا عَلِمْتُ أَبُو مُحَمَّدٍ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ : أَنَّ اللَّهَ وَأَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحْمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ أَسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّهُ .

تخریج الحديث سنن ابو داؤد، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم، رقم: ۱۶۹۴، سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب قطیعة الرحم، رقم: ۱۹۰۷، مسند احمد: ۱/۱۹۴، مسند ابی یعلی، رقم: ۸۴۰.

ترجمة الحديث جناب ابو سلمہ نے بیان کیا، کہا کہ: ابو رداد ۃللہ تیمار پڑے گئے، سیدنا عبد الرحمن بن

عوف بن عوف کی بیمار پرپی کے لیے گئے، تو انہوں نے کہا: سب سے بہتر اور زیادہ صدر جمی کرنے والے میرے علم کے مطابق ابو محمد ہیں، حضرت عبد الرحمن بن عوف بن عوف نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنائی: اللہ عز وجل نے کہا، میں اللہ ہوں، اور میں رحمن ہوں۔ میں نے صدر جمی کو پیدا کیا اور اس کے لیے اپنے نام سے لفظ نکالا، تو جس شخص نے اسے ملایا میں اسے ملاوں گا اور جس نے اسے کاتا میں اسے کاٹوں گا۔

[19] حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شَيْبَانَ الْحُدَّانِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ وَسَنَّتْ قِيَامَةَ قَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَيَقِينًا كَانَ لَهُ كَفَارَةً لِمَا مَضَى أَوْ لِمَا سَلَفَ أَوْ كَمَا قَالَ .

ترجمة الحديث جناب ابوسلمه نے اپنے باپ عبد الرحمن سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ عز وجل نے رمضان کے روزے فرض قرار دیے ہیں، اور اس کے قیام کو میں نے سنت قرار دیا ہے، جو شخص ایمان و یقین اور نیکی حاصل کرنے کی خاطر اس (میں) کے روزے رکھے گا اور قیام کرے گا تو یہ کام اس کے لیے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، یا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

[20] حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلَيِّ الْجَهْضُومِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شَيْبَانَ الْحُدَّانِيُّ ، قَالَ : قُلْنَا لَا يُنْهَا سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا أَفْضَلَ شَيْءٍ سَمِعْتَ مِنْ أَبِيكَ فِي رَمَضَانَ ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، أَتَهُ سَمِعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكْرَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَفَضَّلَهُ عَلَى الشُّهُورِ بِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ ، قَالَ : إِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ شَهْرًا فَتَرَضَ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَسَنَّتْ قِيَامَهُ ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنَ الدُّنُوبِ كَيْوَمْ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .

تخریج الحديث سنن نسائی، کتاب الصیام، باب ثواب من قام رمضان، رقم: ۲۲۰۸

سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی قیام شہر رمضان، رقم:

۱۳۲۸، الترغیب والترہیب: ۶۰۲، مسند ابو یعلی: ۸۶۵، مسند عبد بن حمید، رقم:

۱۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۵/۳، رقم: ۲۲۰۱، الأحادیث المختارۃ للمقدسی:

۹۰۸: ۱۰۶/۳، رقم: ۹۰۸.

ترجمة الحديث نصر بن شیبان الحدانی نے بیان کیا، کہا، ہم نے ابوسلمه بن عبد الرحمن سے کہا جو کچھ

آپ نے اپنے باپ سے سنا ہے اس میں سے رمضان کے بارے میں سب سے افضل حدیث ہمیں بتائیں، ابوسلمہ نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن عوف رض نے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر فرمایا تو اسے دوسرے مہینوں پر فضیلت دی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فضیلت دی ہے۔ ارشاد فرمایا: بلاشبہ رمضان کا مہینہ ایسا مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض قرار دیے ہیں اور اس کا قیام میں نے سنت قرار دیا ہے تو جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور نیکی حاصل کرنے کی غرض سے اس کے روزے رکھے اور اس کا قیام کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔

شرح الحديث

ان احادیث میں رمضان المبارک سے متعلقہ احکام و مسائل کا بیان ہے۔

۱..... ماہ رمضان کی فضیلت اور روزہ کی فضیلت کا بیان ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتُبَ عَلَيْكُمُ الظِّيَامُ كُمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشَكُّونَ﴾ (البقرة: ۲/۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے دیے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔“

اور مزید ارشاد فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلْنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهَرَ فَلِيصُمِّهُ طَوْمَانًا كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعَدَّهُ مِنْ أَيَّامِ أُخْرَ طَيْرِيْدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۖ وَلَيُكْتَبُوا الْعِدَّةَ وَلَيُتَكَبَّرُوْ اللَّهُ عَلَى مَا هَدَى كُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشَكُّونَ﴾ (البقرة: ۲/۱۸۵)

”وہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کو راہ راست دکھاتا ہے اور جس میں ہدایت کے لیے اور حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے کے لیے نہایاں ہیں، پس جو کوئی اس مہینہ کو پائے روزہ رکھے اور جو کوئی مریض ہو، سفر میں تو اتنے دن گئن کر بعد میں روزے رکھ لے، اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تمہارے لیے تنگی کو اللہ پسند نہیں کرتا اور تاکہ تم روزے کی گنتی پوری کرلو، اور روزے پورے کر لینے کی توفیق و ہدایت پر تکبیر کہو، اور اللہ کا شکر ادا کرو۔“

ان آیات کریمہ میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض کر دیے ہیں جیسے

گزشتہ قوموں پر فرض تھے۔ اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے بھائی ہے اور اس لیے کہ آدمی جب اللہ کے لیے کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر دیتا ہے تو اللہ اسے تقویٰ کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

اور ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا۔

② اور قیام اللیل کی سدیت اور فضیلت کا بیان ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے گے۔“ ①
نماز تراویح کو قیام رمضان، صلوٰۃ فی رمضان، قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل وغیرہ کہا جاتا ہے اور اس کا وقت نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک ہے۔ یہ رات کے کسی بھی حصے میں پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

”نبی کریم ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا کرتے تھے اور ہر دور کعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت و تراویح کرتے۔“ ②

رمضان سے متعلقہ مزید احکام:

رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے، اسلامی مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔ شعبان المعظم کی ۲۹ تاریخ کو اگر مطلع ابرآسود ہو تو شعبان المعظم کے ۳۰ دن پورے کر لیے جائیں، اگر شعبان کی آخری تاریخ اور رمضان المبارک کی کم تاریخ میں شک ہو تو روزہ نہ رکھے، بلکہ شعبان کے ۳۰ دن پورے شمار کر کے اس شک کا ازالہ کر لے، کیونکہ اسلامی مہینہ ۳۰ دن سے زائد کا نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اگر تم پر مطلع ابرآسود ہو تو شعبان کے تین دن پورے کرلو۔“ ③

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اتی دیر تک روزہ نہ رکھو جب تک تم چاند نہ دیکھ لو اور اتنی دیر تک روزہ افطار نہ کرو جب تک تم

① صحیح بخاری، کتاب صلاة التراویح، رقم: ۲۰۰۹۔

② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، رقم: ۱۲۲، ۱۷۳۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۰۹۔

چاند نہ دیکھ لو، اگر تم پر مطلع ابر آ لود ہو تو چاند کا اندازہ کرو۔^۱
سیدنا عدی بن حاتم رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”جب رمضان المبارک کی آمد ہو جائے تو تیس روزے رکھو، سوائے اس کے کہ تم اس سے پہلے
چاند دیکھ لو۔^۲

پہلے سیدنا عمر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”جس نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم محمد رض کی نافرمانی کی۔^۳
سیدنا طلحہ بن عبد اللہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو کہتے:
((اللَّهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالآمِنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةَ وَالاسْلَامِ رَبِّنَا وَرَبِّكَ
اللَّهُ)).^۴
”اے اللہ! یہ چاند ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال، (اے چاند!) میرا اور تیرا
رب اللہ ہی ہے۔“

علیہ سیدنا عمرو بن العاص رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان حد فاصل سحری کھانا ہے۔^۵

سیدنا سلیمان رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”تمیں چیزوں میں برکت ہے، جماعت، ثریہ اور سحری۔^۶
سیدنا انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”سحری کھانا، کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔^۷
سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور زید بن ثابت رض نے سحری کھائی، جب
سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ کے سحری سے سحری ہونے

^۱ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۰۶.

^۲ مسند أحمد ۴/۳۷۷، طرانی کبیر ۱۱/۴۸۶، رقم: ۱۳۴۳۵.

^۳ صحيح بخاری، قبل الحدیث، رقم: ۱۹۰۶، سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، رقم: ۲۳۲۴.

^۴ سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۵۱، مسند أحمد: ۱/۱۲۶، رقم: ۱۳۹۷.

^۵ صحیح مسلم، رقم: ۱۰۹۶. ^۶ معجم کبیر، طرانی: ۶/۶۳، رقم: ۶۰۰۴.

^۷ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۲۳، صحیح مسلم، رقم: ۱۰۹۵.

اور نجر کی نماز کی ادائیگی میں اتنا فاصلہ تھا کہ آدمی تقریباً پچاس آیتیں تلاوت کر لیتا ہے۔ سیدنا زید بن ثابت رض سے مروی ہے:

”هم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔“ سیدنا انس رض کہتے ہیں کہ میں نے زید رض سے کہا: ”اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟“ تو انہوں نے کہا: ”تقریباً پچاس آیات کا۔“ ①

نوث: یاد رہے سحری کی کوئی مخصوص دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

سیدنا انس بن مالک رض سے مروی ہے:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) سے قبل کھجروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تکھجوریں میر شدہ ہوتیں تو خشک کھجروں (چوبہاروں) سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔“ ②

سیدنا عبد اللہ بن عمر وہ نہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”روزہ دار کی افطاری کے وقت کی ہوئی دعاء نہیں کی جاتی۔“ ③

لہذا روزہ دار کو روزہ افطار کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعاء میں مانگنی چاہئیں، جو دین و دنیا کی بہتری کے متعلق ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے:

((ذَهَبَ الظَّمَامُ وَابْتَلَتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ .)) ④

”پیاس بھگئی، رگس تر ہو گئی اور اجر ثابت ہو گیا، اگر اللہ نے چاہا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروا کیا، اس کا اجر روزے دار کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر سے کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔“ ⑤

اب ذیل میں وہ چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے روزہ ثوٹ جاتا ہے:

① صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۲۱، صحیح مسلم، رقم: ۱۰۹۷۔

② مسند احمد: ۲/۱۶۴، رقم: ۱۲۷۰۵، سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، رقم: ۲۳۵۶۔

③ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، رقم: ۱۷۵۲۔ ④ سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، رقم: ۲۳۵۷۔

⑤ مسند احمد: ۴/۱۱۵، ۱۱۴، رقم: ۱۷۱۰۸، سنن ترمذی، ابواب الصوم، رقم: ۸۰۷۔

- ۶
- ① جان بوجھ کر کھانا پینا۔
 - ② جان بوجھ کرنے کرنا۔
 - ③ حیض و نفاس۔
 - ④ جماع کرنا۔
 - ⑤ جھوٹ اور اعمال بد۔
 - ⑥ لڑائی اور گالی گلوچ کرنا۔
 - ⑦ ناک میں پانی ڈالتے وقت مبارکہ کرنا۔
- اور جو لوگ روزے سے مستثنی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:
- ① مسافر۔ (البقرة: ۲/۱۸۴)
 - ② مریض۔ (البقرة: ۲/۱۸۴)
 - ③ حائضہ اور نفاس والی۔
 - ④ حاملہ اور دودھ پلانے والی۔
 - ⑤ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت۔

پہلے اگر رمضان المبارک میں کسی وجہ سے روزے رہ جائیں تو بعد میں ان کی قضا ضروری ہے۔ ①

پہلے روزوں کی قضا مسلسل یا متفرق دونوں طرح جائز ہے۔ ②

پہلے جو آدمی اس حال میں مرجائے کہ اس کے ذمے روزوں کی قضا تھی تو اس کی طرف سے اس کا دارث یہ روزے رکھے۔ ③

① صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۹۴، ۱۹۳۳۔

② سنن ابو داؤد، کتاب الصيام، رقم: ۳۰۴۔ ③ صحيح بخاری، کتاب الحیض، رقم: ۲۳۸۰۔

④ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۳۵۔ ⑤ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۰۳۔

⑥ صحيح ابن خزيمة، رقم: ۷۸۸۔ ⑦ سنن ترمذی، ابواب الصوم، رقم: ۱۹۹۴۔

⑧ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۵۱۔ ⑨ سنن ترمذی، ابواب الصوم، رقم: ۷۱۵۔

⑩ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۴۰۰۵۔ ⑪ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۵۰۔

⑫ صحيح بخاری، قبل الحديث، رقم: ۱۹۵۰۔

⑬ صحيح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۵۲۔

[21] حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَصَدَّقُوا إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَ بِهَا ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَيْيَ أَرْبَعَةُ آلَافٍ ، فَأَلْقَيْنَ أُفْرِضُهَا رَبِّي جَلَّ وَعَزَّ وَالْقَيْنِ لِعِيَالِيٍّ ، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيمَا أَعْطَيْتَ ، وَبَارَكَ لَكَ فِيمَا أَمْسَكْتَ ، قَالَ : وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي بِتُّ أَجْرُ الْجَرِيرِ فَأَصَبَّتْ صَاعِينَ مِنْ تَمْرٍ ، فَصَاعَاعًا أُفْرِضُهُ رَبِّي جَلَّ وَعَزَّ وَصَاعَاعًا لِعِيَالِيٍّ ، قَالَ : فَلَمِيزَهُ الْمُنَافِقُونَ ، فَقَالُوا : وَاللَّهِ مَا أَعْطَى ابْنُ عَوْفٍ الدُّرْدُلِيَّ أَعْطَى إِلَّا رِيَاءً ، وَقَالُوا : أَوَلَمْ يَكُنِ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَيْبَيْنَ عَنْ صَاعِ هَذَا ؟ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : «أَلَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُكْطَوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ» (التوبہ: ۷۹/۹).

تخریج الحديث تفسیر طبری: ۱۹۵-۱۹۶، تفسیر ابن کثیر: ۴۹۳/۲، مجمع

الزواائد ، باب سورۃ براءۃ ، ۱۰۸/۷ .

ترجمة الحديث جناب ابو سلمہ نے اپنے باپ عبد الرحمن بن عوف سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ کیا کرو پس بلاشبہ میں اسے آگے بھیجا چاہتا ہوں تو عبد الرحمن بن عوف ﷺ نے کہا: اے اللہ کے رسول میرے پاس چار ہزار ہیں۔ دو ہزار میں اللہ عزوجل کو قرض دیتا ہوں اور دو ہزار اپنے اہل و عیال کے لیے (چھوڑتا ہوں)، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تو نے دیا ہے اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت ڈالے اور جو تو نے اپنے بال بچوں کے لیے روک رکھا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ (عبد الرحمن بن عوف ﷺ نے کہا: الصار میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک صاع میں اپنے رب عزوجل کو قرض دیتا ہوں اور ایک صاع اپنے اہل و عیال کے لیے رکھتا ہوں۔ پس اس میں منافقوں نے عیب جوئی کی اور مزید کہا: اللہ کی قسم! ابن عوف نے محض ریا کاری کے لیے دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے اس صاع سے بے پرواہ نہیں؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کیں: «أَلَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُكْطَوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخَرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ» (التوبہ: ۷۹/۹) ”جو لوگ ان مومنین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور ان مومنوں کے صدقے کا بھی مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس اپنی محنت کی کمائی کے علاوہ صدقہ کرنے کے لیے اور کچھ نہیں ہوتا، اللہ ان کا مذاق اڑائے، اور ان کے لیے

128

دردناک عذاب ہے۔“

شرح الحديث

منافق ہر حال میں مسلمانوں میں عیب لگاتے، اگر کوئی زیادہ مال اللہ کی راہ میں دینا تو کہتے کہ یہ ریا کار ہے، اور اگر کوئی مزدور اپنی مزدوری لا کر صدقہ کے مال میں جمع کر دیتا تو کہتے کہ اللہ کو اتنے تھوڑے مال کی کیا ضرورت تھی۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار صدقہ کیا اور عاصم بن عدی نے ایک سو وسیع کھجور صدقہ کیا، تو منافقین نے طنز کیا کہ یہ محض ریا کاری ہے، اور ابو عقیل نے اپنی مزدوری ایک صاع کھجور لا کر صدقہ کے کھجوروں میں ڈال دیا تو منافقین نے ان کی خوب نہی اڑائی اور کہا کہ اللہ ابو عقیل کے ایک صاع کھجور کا محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کا یہ انجام تیایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کے استہزا کا انتقام ضرور لے گا، منافقین کو رسوایکرے گا، اور اپنے مومن بندوں کو اونچا کر دکھائے گا اور آخرت میں ان منافقین کو دردناک عذاب ملے گا۔

منافقوں کا مومنوں کی حوصلہ شکنی کا ایک انداز:

منافقوں کی ایک بد خصلت یہ بھی ہے کہ ان کی زبانوں سے کوئی فتح نہیں سکتا نہ تھی نہ بخیل۔ یہ عیب جو بد گو لوگ بہت برے ہیں، اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریا کار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں، لو ان کی اس حیری چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ صدقات دینے کی آیت اترتی ہے تو صحابہ ؓ اپنے اپنے صدقات لیے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی تو اسے منافقوں نے ریا کار کا خطاب دیا۔ بیچارے ایک صاحب مسکین آدمی تھے۔ صرف ایک صاع انماج لائے تھے انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دوں گا۔ اس وقت ایک صحابی نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے، ایک اونٹی لے کر آگے بڑھے جن سے زیادہ اچھی اونٹی بقیع بھر میں نہ تھی۔ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! یہ اللہ کے نام پر خیرات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا۔ اس نے کہا: بیچے سنبھال بیجے۔ اس پر کسی نے کہا اس سے تو اونٹی، یہ اچھی ہے۔ آپ نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے

❶ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، رقم: ۱۴۱۶، صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ۱۰۱۸۔

یہ تجھ سے اور اس سے تم گنا اچھا ہے۔ افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجوہ جیسوں پر افسوس، تم مرتبتہ بھی فرمایا۔ پھر فرمایا: مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح کر کر اور ہاتھ بھر بھر کر آپ نے ہاتھوں سے دائیں باسیں اشارہ کیا۔ یعنی فی سبیل اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا، انہوں نے فلاخ پالی جو کم مال والے اور زیادہ عبادت والے ہوں۔ ①

بنو حیلان کے عاصم بن عدی ہیئت نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات میں دی تھی جو ایک سو سو پر مشتمل تھی۔ منافقوں نے اسے ریا کاری پر محول کیا تھا۔ اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابو عقیل تھے۔ یہ قبیلہ بنو انصاف کے شخص تھے۔ ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے بھی اور ہجوب کی تھی اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور ﷺ نے مجاهدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لیے جمع کیا تھا۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے دو ہزار دیے تھے اور دو ہزار رکھ تھے۔ دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھو ریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں۔ یہ حضرت ابو عقیل ہی تھے۔ رات بھر اپنی پیٹ پر بوجوڈ ہوتے رہے۔ ان کا نام حباب تھا اور قول ہے کہ عبد الرحمن بن عبد الله بن شعبہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تنفس کی سزا میں اللہ نے بھی ان سے بھی بدله لیا۔ ان منافقوں کے لیے آخرت میں الناک عذاب ہیں اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برابر ہے۔ ②

[22] أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُيَيْدٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، قَالَ : خَرَجَ عُمَرُ إِلَى الشَّامِ ، وَخَرَجَ مَعَهُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ أَبُو عُيَيْدَةَ بْنُ الْجَرَاحَ وَكَانَ عَامِلاً عَلَى الشَّامِ ، فَقَالَ : أَرْجِعْ فَيَا مِنْ وَرَائِي مِثْلَ خَرِيرِ النَّارِ ، فَقَالَ : مَا أَنَا بِرَاجِعٍ ، إِنَّهَا حَالٌ قَدْ كَتَبَهَا اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ لَا تَقْدَمُ عَنْهَا وَلَا تَنْتَهُ ، فَقَالَ : لَتَرْجِعَنَّ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لَا شَفَنَّ قَمِيصِي فَقَالَ : مَا أَنَا بِقَاعِلٍ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ يَأْرِضُنَّ فَلَا تَقْدِمُوا عَلَيْهِ ، قَالَ عُمَرُ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نَعَمْ ، فَرَجَعَ عُمَرُ وَرَجَعَ النَّاسُ مَعَهُ .

① مسند احمد: ۳۴ / ۵

② تفسیر ابن کثیر، ۵۹۰/۲، ۵۹۱، طبع مکتبہ قدوسیہ.

تخریج الحدیث مسند أبو یعلیٰ : ۱۵۸ - ۱۵۹

ترجمة الحدیث ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ سیدنا عمر بن الخطاب شام کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ بھی نکلے، تو وہاں ابو عبید اللہ بن جراحؓ نے ان کا استقبال کیا اور وہ اس وقت شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے سیدنا عمر بن الخطابؓ کو کہا کہ آپ واپس چلے جائیں، میرے پیچھے جہنم کی چلکھاڑ اور جلا دینے والی تپش ہے۔ آپؓ نے کہا میں واپس نہیں لوٹنے والا، یہ ایسی حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ ہم نہ اس سے آگے جاسکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو ضرور واپس لے جائیں وگرنہ میں اپنی قمیض چھاڑ دوں گا، تو آپؓ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کرنے والا تو عبد الرحمن بن عوفؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے تھے: جب تم کسی زمین میں اس بیماری کے پھیل چانے کا سن لو تو اس کی طرف مت جاؤ۔ سیدنا عمر بن الخطابؓ نے کہا: اے ابو محمد! کیا تو نے یہ اللہ کے رسول ﷺ سے سن ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے واپس لوٹ آئے اور ان کے ساتھ لوگ بھی واپس لوٹ آئے۔

شرح الحدیث دیکھئے فوائد حدیث نبراء۔

حدیث ابراہیم بن عبد الرحمن ، عن ابیه
جناب ابراہیم کی اپنے باپ عبد الرحمن سے حدیث

[23]..... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزَّهْرِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمِ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: أَعْغَمَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فَصَرَخُوا عَلَيْهِ،
فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَعْغَمَى عَلَيَّ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّهُ أَتَانِي رَجُلًا أَوْ مَلَكًا فِيهِمَا فَظَاظَاطَةٌ
وَغُلْطَةٌ، فَانطَلَقَابِي فَلَقِيَهُمَا رَجُلًا أَوْ مَلَكًا هُمَا أَرَافَ مِنْهُمَا وَأَرَحَمُ فَقَالَا: أَيْنَ
تُرِيدُ؟ قَالَا: ثُرِيدُ الْعَزِيزَ الْأَمِينَ أَوِ الْأَمِيرَ - شَكَ الْقَاضِيِّ - قَالَا: خَلِيَا عَنْهُ، فَإِنَّهُ مِنْ
كُتُبَتِ لَهُ السَّعَادَةُ وَهُوَ فِي بَطْنِ أُمَّهَ.

تخریج الحدیث مستدرک حاکم : ۳۰۷ / ۳ ، معرفة الصحابة : ۱ / ۴۸۳ ، ۴۸۱ - ذہبی نے

کہا کہ یہ بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔

ترجمة الحدیث جناب ابراہیم نے اپنے باپ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے روایت بیان کی۔

کہا: عبد الرحمن بن عوفؓ پر غشی طاری ہو گئی تو لوگ ان پر چیختے لگے، جب انہیں افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا مجھ پر

غشی طاری ہو گئی تھی؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں، انہوں نے فرمایا: میرے پاس دو سخت دل اور بد مزاج آدمی یا دو فرشتے آئے، وہ مجھے لے کر جا رہے تھے تو انہیں دو اور آدمی یا فرشتے ملے جو زرم اور رحم دل تھے، انہوں نے کہا کہ اسے کہا لے کر جا رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: عزیز الامین یا امیر کے پاس قاضی کوشک پڑا ہے (کہ عزیز الامین کے الفاظ ہیں امیر کا لفظ بولا ہے) انہوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے لیے شکم مادر سے ہی سعادت لکھ دی گئی۔

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

① "فَصَرَخُوا عَلَيْهِ" حضرت عبد الرحمن بن عوف رض پر غشی طاری ہوئی تو آپ کے رشتہ داروں نے گمان کیا کہ شاید آپ فوت ہو گئے ہیں، لہذا وہ رونے لگے یاد رہے کہ یہ محض رونا تھا نہ کہ نوحہ۔ اور میت پر رونے میں کوئی مصالقہ نہیں البتہ نوحہ منوع ہے۔ یا اگر مرنے والا رونے کی وصیت کر جائے تو بھی میت پر رونا حرام ہے۔ حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی (حضرت اُم کلثوم رض) کے جنازہ میں حاضر تھے۔ (وہ حضرت عثمان رض کی بیوی تھیں۔ جن کا ۵۵ھ میں انتقال ہوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ ②

مریض کے مرض کی شدت دیکھ کر بھی رونے میں ممانعت نہیں اور ممکن ہے کہ آپ کے گھر والے شدت مرض سے روئے ہوں گے۔ چنانچہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے: "باب البکاء عند المريض" "مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟" اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رض کسی مرض میں بتلا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن مسعود رض کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آگئے تو تیار داروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا وفات ہو گئی؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے پر بھی عذاب نہیں کرے گا اور نہ دل کے غم پر۔ ہاں اس کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر اس زبان سے اچھی بات نکلتی تو) یہ اس کی رحمت کا باعث نہیں ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رض میت پر ماتم کرنے پر ذمہ سے

مارتے، پھر پہنچتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی جھوک دیتے۔ ①

② "فَإِنَّمَا مِمَّنْ كُتِبَتْ لَهُ السَّعَادَةُ وَهُوَ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ" شکم مادر میں سعادت کا لکھا جانا، درحقیقت اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض بیان کرتے ہیں اللہ کے پے اور مصدق رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں ہر شخص کی تخلیق اس کی والدہ کے رحم میں چالیس دن ایک نطفہ کی صورت میں ہوتی ہے، پھر چالیس دن بھے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کے بلکرے کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ بھیجا ہے، وہ لکھتا ہے: "عَمَلَهُ وَرِزْقُهُ وَشَقِّيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الرُّوْحِ" "اس کا کردار، اس کی موت، اس کا رزق، اس کا بدیانیک ہونا پھر اس میں روح پھوک دی جاتی ہے۔" ②

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخ اور جنت کی جو تقدیر شکم مادر میں لکھ دی جاتی ہے علم الہی میں وہ بھی کسی ضابطہ کے تحت ہوتی ہے اور اس کا ضابطہ اسی کو معلوم ہے، کہیں اس کا مدار ظاہری عمل پر ہوتا ہے اور کہیں صرف اس استعداد پر ہوتا ہے جو اپنے برے عمل کا اصلی سبب ہوتی ہے۔

تقدیر کے اس پہلو کو قدرت نے صیخ راز میں رکھا ہے اور جس طرح قیامت کے وقت کا اخفاء کیا گیا (کیونکہ نظام عالم اسی میں مضر ہے) اسی طرح محشر سے قبل جنتی اور دوزخی ہونے کا آخری فیصلہ بھی مستور رکھا گیا ہے، ہاں اجمالي طور پر اتنا پتہ دے دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جنتی ہے اور کفار و مشرکین کی دوزخی، تقدیر کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ سوال بالکل بے معنی رہ جاتا ہے کہ جب بچ نے کوئی برا عمل ہی نہیں کیا تو پھر اس کے لیے دوزخ کیوں ہے؟ اذل تو یہ اعتراض اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ جزا و سزا کا ضابطہ صرف ایک عمل ہی ہو، پھر یہ تو تائیے کہ جس نے عمل کر لیے ہیں اسی کے لیے دوزخ کیوں ہو کیونکہ دوزخ کے عمل کا کے دوزخ میں ڈالنا بھی قابل اعتراض ہونا چاہیے، اگر یہ کہا جائے کہ عمل اس بات کی شہادت ہوتا ہے کہ اسی میں استعداد ناقص تھی، تو پھر مدار استعداد پر ہوا اور بچوں میں بھی قدرت نے مختلف نوع کی استعدادوں رکھی ہیں، یہی استعداد کا بچہ اسی طرح قابل رحم نہیں ہوتا جیسے سانپ اور بچھو کا بچہ، یہاں کوئی رحم کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان کے ذمے بغیر بھی ان کو مارڈا نا دنیا کے حق میں بڑی رحم دلی ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کا حال اس حد تک تباہ دیکھا تو آخر یہ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو ہی گئے اور اس کا یہی عذر بیان فرمایا:

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۰۴۔

② صحیح بخاری، کتاب القدر، رقم: ۶۵۹۴۔

و

﴿إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضْلُلُوا عَبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا فَإِنَّكَ لَفَارًا ﴾ (نوح: ۲۷/۷۱) یعنی اب یختم ہی خراب ہو چکا ہے، اگر یہی باقی رہا تو اس سے جو پیداوار ہو گی وہ ایسی ہی بدجنت قوم ہو گی، پس جس کو دوزخ میں ڈالنا منظور ہو گا اور اس کی استعداد بھی اسی کے مناسب ہو گی اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ کافر و مشرک کے یہاں پیدا ہو گا، یہ بھی صرف ایک علامت کے طور پر ہے، پوری بات یہاں بھی ہم کو بتانا منظور نہیں، کیونکہ یہ بھی تقدیر کا ایک شعبد ہے اور اس کو بھی محشر سے پہلے کھول دینا پسندیدہ نہیں ہے۔

[24] حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونَ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، قَالَ : بَيْنَمَا أَنَا وَاقِفٌ ، فِي الصَّفَّ يَوْمَ بَذْرٍ ، نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشَمَائِيلِي ، فَإِذَا أَنَا بَيْنَ عُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةَ أَسْنَانُهُمَا ، فَقَمَنِيتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَصْلَعِهِمَا ، فَعَمَرْنِي أَحَدُهُمَا ، فَقَالَ : يَا عَمَّاهُ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلَ ؟ ، قُلْتُ : نَعَمْ وَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا أَبَنَ أَجْرِي ؟ ، قَالَ : أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسْبُ رسولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتُ الْأَعْجَزُ مِنَّا ، فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ فَعَمَرْنِي الْآخِرُ ، وَقَالَ لِي : مِثْلَهَا ، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجْوِلُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُمَا : أَلَا إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي تَسْأَلُونَ عَنْهُ ، فَابْتَدَأَهُ بِسَيْفِيهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ ، ثُمَّ أَنْصَرَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ ، فَقَالَ : أَيْ كُمَا قَتَلَهُ ؟ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا : أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ : هَلْ مَسَخْتُمَا سَيْفِيَكُمَا ؟ ، قَالَا : لَا ، قَالَ : فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ ، فَقَالَ : كِلَّا كُمَا قَتَلَهُ فَقَضَى يَسْلِيَهُ لِمَعَادِي بْنِ عَمْرُو بْنِ الْجَمُوحِ ، وَكَانَا مَعَادِي بْنُ عَفْرَاءَ وَمَعَادِي بْنُ عَمْرُو بْنِ الْجَمُوحِ .

تخریج الحديث

صحیح بخاری، کتاب الخمس، باب من لم يخمس الاسlab، رقم: ۳۱۴۱، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب استحقاق القاتل سلب القتيل، رقم: ۱۷۵۲، مسند احمد: ۱/۱۹۲، صحیح ابن حبان، رقم: ۴۸۴۰، مستدرک حاکم: ۴۸۰/۳، مسند ابی یعلی، رقم: ۸۶۶.

ترجمة الحديث

جناب ابراهیم نے اپنے باپ عبد الرحمن بن عوف رض سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں جنگ بر کے دن صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنے دامیں نظر دوڑائی تو دونوں انصاری لڑکے کھڑے

تھے، حالانکہ میری خواہش تھی کہ میں کڑیل جوانوں کے درمیان ہوں گا (انہیں دیکھ کر میں مطمئن نہ ہوا) اچانک ان دونوں میں سے ایک نے مجھے کہنی کی ضرب لگائی اور کہا: چچا جان! آپ ابو جہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، لیکن بھتیجے! تو اسے دیکھ کر کیا کرے گا؟ اس نے کہا مجھے پتا چلا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا جسم اس کے وجود سے جدا نہیں ہو گا حتیٰ کہ ہم میں سے ایک مر جائے۔ اس کی بات کو سن کر متوجہ ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے بھی مجھے متوجہ کیا اور اسی طرح کہا: اُسی لمحے اچانک میں نے ابو جہل کو دیکھا۔ وہ اپنے لشکروں میں بھاگ بھاگ پھر رہا تھا۔ میں نے ان دونوں سے کہا: یہ ہے وہ آپ کا شکار جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ وہ دونوں اپنی تواریں لے کر ہوا ہو گئے، جاتے ہی اس کا تیبا پانچھ کر دیا۔ پھر بھاگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (اس کے قتل) کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ہر ایک نے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنی تواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تواریں دیکھیں تو فرمایا: تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ لیکن پھر آپ ﷺ نے ابو جہل کا ساز و سامان عمرو بن جحود کے بیٹے معاذ کو دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عمرو و بن جحود تھے۔

شرح الحديث ①..... ابن اسحاق نے یہ واقعہ حضرت معاذ بن عمرو بن جحود کی زبانی یوں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”ابو جہل اپنے ساتھیوں کے جھرمٹ میں تھا۔ میں نے لوگوں کو کہتے سن کہ ابو جہل تک کسی صورت پہنچا نہیں جا سکتا۔ میں نے یہ بات سنی تو میں نے اسے قتل کرنے کا تھیہ کر لیا۔ میں تاک لگا کہ اس کی طرف گیا۔ جو نبی موقع ملا میں نے اس پر تا بڑ توڑ حملہ کر دیا۔ میں نے اسے ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے اڑا دیا۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار ماری اور میرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ صرف تھوڑی سی کھال رہ گئی۔ بازو لٹکنے لگا۔ میں نے پروانہیں کی اسی طرح لٹتا رہا۔ دن گزر گیا۔ میرا بازو اسی طرح لٹکتا رہا۔ جب تکلیف کا احساس ہوا تو میں نے اپنے اس بازو پر پاؤں رکھ کر اگر لگوائی لی اور اسے کاٹ پھینکا۔ میرے ضرب لگانے کے بعد وہاں معاذ بن عفراء بھی پہنچ گیا۔ ابو جہل رخی پڑا تھا۔ اس نے بھی اسے تلوار ماری حتیٰ کہ وہ حرکت کے قابل نہ رہا، تاہم اس کا سانس چل رہا تھا۔ اس کے بعد معاذ بے جگدی سے لٹتا رہا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔“ *

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جنگ ختم ہو گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کون دیکھ کر آئے گا کہ ابو جہل کا کیا بنا؟“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھاگ گئے۔ دیکھا تو وہ عفراء کے بیٹوں کی ضربوں سے مٹھاں ہو کر آخری

بچیاں لے رہا تھا۔ وہ کہنے لگے: ”ارے! تو ابو جہل ہے؟“ ساتھ ہی اس کی ڈاڑھی کو پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگا: ”کیا اس سے بڑا بھی کوئی ہے جسے تم نے قتل کیا ہے؟!“^۱

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود حضرت ابن مسعود کے ساتھ گئے تاکہ ابو جہل کی لاش دیکھیں، پھر فرمایا: ”یہ اس امت کا فرعون تھا۔“^۲

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابو جہل کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے تو ابو جہل چلایا: ”او بکریوں کے ذلیل چروہے! تو بڑی دشوار گزار جگہ پر چڑھا ہے۔“^۳

غور فرمائیں اللہ کی قدرت پر کہ ابو جہل بہت بڑا مغزرا تھا، اللہ ذوالجلال نے مکبر کو کم عمر نوجوانوں سے مردا کر ذلیل و رسوا کر دیا۔^۴

اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو قتل کرے اسی کو مقتول کا سامان دینا چاہیے۔ ابو جہل کو قتل تو دونوں نے کیا تھا لیکن سامان سیدنا معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیا۔

امام نووی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ابو جہل کو مارنے میں تو دونوں برابر کے شریک ہے لیکن ممکن ہے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے حملہ کیا ہو جس سے وہ پہلے زخمی ہوا اور اس زخم کی وجہ سے گر کر مرا ہو۔ اس لیے آپ ﷺ نے ساز و سامان سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

[25] حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ بَهْلُولَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ أَبْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ أَمِيَةُ بْنُ خَلَفٍ: يَا عَبْدَ الْإِلَهِ، مَنْ الرَّجُلُ مِنْكُمُ الْمُعَلَّمُ بِرِيشَةِ فِي صَدْرِهِ، قَالَ: قُلْتُ: ذَاكَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ، قَالَ: ذَاكَ الَّذِي فَعَلَ بِنَا الْأَفَاعِيلُ.

تخریج الحديث مستدرک حاکم: ۱۲۸/۲، مجمع الزوائد: ۶/۸۴، سنن الکبری للبهقی: ۳/۲۷۶۔ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔

ترجمة الحديث سعد نے اپنے باپ ابراہیم سے روایت کیا، انہوں نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا: اے عبدالله! تم میں سے کون ہے؟ جس کے سینے پر شتر مرغ کے پر کا

۱) صحيح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۶۲، ۳۹۶۳۔

۲) مسند احمد: ۵/۳۱۶، رقم: ۳۸۲۴۔

۳) السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۲/۱۳۵۔

و ۶

نشان ہے؟ میں نے کہا: حمزہ بن عبدالمطلب، اس نے کہا: یہ تو وہ شخص ہے جس نے ہمارا یہ براحال کیا ہے۔
شرح الحديث جنگ بدربیں لڑتے ہوئے حضرت حمزہ بن عباد نے بہادری کے بڑے جو ہر دکھائے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے اسود بن عبد الاسد مخزوی دشمن کے لشکر سے لکھا اور کہنے لگا: ”میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ضرور ان (مسلمانوں) کے حوض سے پانی پیوں گا یا اسے توڑ دوں گا یا پھر وہاں تک پہنچتے پہنچتے مر جاؤں گا۔“ حضرت حمزہ بن عباد کی طرف بڑھے اور ایسی تواریخی کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے اڑ گیا۔ وہ اپنے خون میں لٹ پت گھستتا ہوا حوض کی طرف چلا تاکہ اپنی قسم پوری کر سکے۔ حضرت حمزہ اس کے پیچھے پیچھے لپکے اور تواریخی جس سے وہ ہلاک ہو کر حوض میں جا گرا۔^①

اس کے بعد قریش کے تین شہسوار نکلے اور اپنا اپنا مقابل طلب کرنے لگے۔ یہ تینوں عتبہ بن ربعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ تھے۔ ان کے مقابل تین انصاری جوان نکلے۔ عوف بن حارث، معوذ بن حارث، یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے اور عبد اللہ بن رواحہ لیکن قریشی شہسواروں نے اپنے رشتہ دار مہاجرین کے علاوہ کسی اور کے ساتھ مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے عبیدہ بن حارث، حمزہ اور علی بن علی کو ان کے مقابل جانے کا حکم فرمایا۔ حضرت حمزہ عتبہ کے، حضرت علی شیبہ کے اور حضرت عبیدہ ولید کے مقابل جا پہنچے۔ علی اور حمزہ نے تو اپنے حریفوں کو آئی واحد میں قتل کر دیا مگر عبیدہ اور ولید دونوں زخمی ہو گئے۔ ان دونوں نے عبیدہ کی مدد کرتے ہوئے ولید کو جہنم رسید کیا اور حضرت عبیدہ کو زخمی حالت میں اٹھا کر لے آئے۔^② ان چھ افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿هُذِينَ حَصْنِينَ اخْتَصَّوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ شَيَّابٌ مِّنْ كَأْرَطٍ يُصْبَبُ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴾ (الحج: ۲۲/۱۹)

”یہ دو (بھگرنے والے) گروہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں بھگزا کیا ہے، چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی اٹھیا جائے گا۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن عباد سے فرمایا: ”مجھے کنکریوں کی ایک مٹھی پکڑاو۔“ انہوں نے پکڑا اور آپ نے دشمن کے لشکر کی طرف اچھال دی۔ اُن میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ کنکریاں نہ

^① السیرة النبوية لابن هشام: ۲/۳۱۸۔

^② سنن أبي داود، كتاب الجهاد، رقم: ۲۶۶۵



پڑی ہوں۔ یہ آیت کریمہ اسی بارے میں نازل ہوئی:

﴿وَمَا رَمِيتَ إِذْ رَمِيتَ وَلَكِنَ اللَّهُ رَفِيْعٌ﴾ (الانفال: ۸/۱۷)

”اے نبی! جب آپ نے (مشی بھر خاک ان کی طرف) چینکی تو درحقیقت وہ آپ نے نہیں
چینکی تھی بلکہ اللہ نے چینکی تھی۔“

امیرہ بن خلف کا اسی طرف اشارہ تھا جو بات اس نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض سے کہی۔

[26] حدثنا محمد بن جعفر الورکانی، قال: حدثنا إبراهيم -يعنى ابن سعد- عن أبيه، عن جده قال: أتى عبد الرحمن بن عوف ب الطعام فقال: قُتِلَ مصعبُ بْنُ عَمِيرَ -وَكَانَ خَيْرًا مِنِي- فَلَمْ تَجِدْ لَهُ مَا يُكْفِنُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً، وَقُتِلَ حَمْزَةَ [فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكْفِنُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً] أَوْ رَجُلٌ آخَرُ -شَكَ فِي حَمْزَةَ -[أَوْ رَجُلٌ آخَرُ] وَكَانَ خَيْرًا مِنِي فَلَمْ تَجِدْ مَا يُكْفِنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةً، لَقَدْ حَشِبْتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عِجَلْتُ لَنَا طَبِيَّاتَنَا فِي حَيَاةِ الدُّنْيَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

تخریج الحديث صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب الكفن من جميع المال، رقم: ۱۲۷۴ ، صحيح ابن حبان، رقم: ۷۰۱۸.

ترجمة الحديث ابراہیم ابن سعد نے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے۔ انہوں نے کہا کہ عبد الرحمن بن عوف رض کے پاس ایک دن کھانا رکھا گیا، انہوں نے کہا: مصعب بن عیمر شہید ہوئے۔ وہ مجھ سے بہتر تھے اور ہمارے پاس ایک چادر کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی جس سے انہیں کفن دیا جاتا۔ اور حمزہ رض بھی شہید ہوئے تو کفن کے لیے ایک چادر کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ (راوی کو) شک لاحق ہوا کہ حمزہ رض کا نام لیا یا کسی اور آدمی کے بارے میں کہا کہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ہمارے پاس کفن کے لیے ایک چادر کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی۔ فرمایا: میں (الله تعالیٰ سے) ڈرتا ہوں کہیں ہمیں پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ہی نہ دے دی جائیں (اور آخرت میں ہمارے لیے کچھ بھی نہ ہو) پھر وہ رونے لگے۔

شرح الحديث ① جنگ احمد میں مسلمانوں کا شعار (حرف رمز/ Code Word) آمیٹ، آمیٹ
(موت کے گھاث اتار دو) تھا۔ ② مسلمان اس شعار کے مفہوم کے مطابق موت سے بے خوف ہو کر لڑے۔

① سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۹۶، مسنند احمد: ۴/۴۶، سنن الدارمی: ۲/۲۱۹، مستدرک حاکم: ۳/۲، ۱۰۸، ۱۰۷، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳/۹۹.

تاریخ نے حضرت حمزہؓ کی بے خونی اور شجاعت کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ انہوں نے سباع بن عمر الغزی سے دو بدو مقابلہ کیا ① اور اسے عثمان بن ابی طلحہ، ابو شیبہ جو اس دن مشرکین کے علمبرداروں میں سے تھا اور دیگر مشرکین کے ساتھ واصل جہنم کیا۔ ②

جیبر بن مطعم نے اپنے جبشی غلام وحشی سے کہہ رکھا تھا کہ اگر تو میرے پچا طیبہ بن عدی (جسے جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا) کے بد لے حمزہؓ کو قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ وحشی صرف اسی مقصد کے لیے احمد میں آیا تھا۔ وہ ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جو نبی حضرت حمزہؓؓ قریب سے گزرے اس نے اچانک ایک بر چھا دورہی سے تاک کر ان کی طرف پھینکا۔ وہ حضرت حمزہؓؓ کے بدن کے آر پار ہو گیا۔ یوں وحشی نے انہیں دھوکے سے قتل کر دیا۔ ③

والقدی کی روایت ہے کہ جب وحشی کو حضرت حمزہ کی موت کا یقین ہو گیا تو وہ چھپ چھپا کر ان کی لاش کے پاس گیا اور ان کا جگر نکال لیا تاکہ وہ ہند سے اس کی قیمت وصول کر سکے۔ اسے علم تھا کہ ہند کو بدر کی جنگ میں اپنے باپ، پچھا اور بھائی کے قتل کا سخت صدمہ ہے۔ وہ جگر لے کر ہند کے پاس گیا اور کہا کہ یہ حمزہ کا جگر ہے۔ ہند نے یہ جگر چلایا، پھر اگل دیا۔ اس نے اپنے قیمتی کپڑے اور زیورات اتنا کر دھشی کو انعام میں دے دیے اور وعدہ کیا کہ مکہ جا کر وہ اسے بہت سے دینار دے گی، پھر وحشی نے اسے حضرت حمزہ کی لاش دکھائی تو اس نے ان کا مشکلہ کیا۔ ④

حضرت معصب بن عمریؓ بے جگری سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد جہنڈا حضرت علیؓ نے اٹھایا۔ ⑤ مسلمان خوب ڈٹ کر لڑتے۔ مشرکین کو بڑھ چڑھ کر قتل کیا اور ان کے تمام علمبردار ہلاک کر دیا۔ مشرکین نے اپنے جہنڈے کو یونہی پڑا رہنے دیا، پھر ان میں سے کوئی اس کے قریب نہیں آتا تھا۔ ⑥

اس مرحلے میں تو مسلمان ہی فتح یاب ہوئے۔ اسی کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۰۷۲۔

② المغازی للواقدي: ۱/۳۰۷۔

③ السیرة النبویة لابن حشام: ۲/۱۰۵ - ۱۰۲، الفتح الربانی: ۲۱/۵۹، ۶۰۔

④ المغازی للواقدي: ۱/۲۸۹۔

⑤ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص: ۶۷۔

⑥ السیرة النبویة لابن حشام: ۳/۱۱۲۔

وَقَدْ

﴿وَلَقَدْ صَدَقُوكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تُحْشِنُهُمْ بِإِذْنِهِ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۵۲)

”اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا تھا جب تم (احمد میں) ان (مشرکین) کو اس کے اذن سے (گاجر مولیٰ کی طرح) کاٹ رہے تھے۔“

② رئیس الحدیثین امام بخاری نے اپنی صحیح کتاب الجماز میں اس حدیث پر دو باب قائم کیے ہیں، پہلا باب ہے ”بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ“، ”کفن کی تیاری میت کے سارے مال میں سے کرنا چاہیے۔“ امام صاحب نے یہاں ثابت کیا کہ حضرت مصعب اور حضرت امیر حمزہ بن شہرا کا کل مال اتنا ہی تھا۔ لیکن ایک چادر کفن کے لیے تو ایسے موقع پر سارا مال خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ میت قرض دار ہو تو صرف اتنا کفن دیا جائے کہ ستر پوشی ہو جائے یا سارا بدن ڈھانکا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ سارا بدن ڈھانکا جائے، ایسا کفن دینا چاہیے۔ حضرت مصعب بن عیمر بن علی قریش کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے ہجرت سے پہلے ہی ان کو مدینہ شریف بطور معلم القرآن و مبلغ اسلام بھیج دیا تھا۔ ہجرت سے پہلے ہی انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم فرمایا جبکہ مدینہ خود ایک گاؤں تھا۔ اسلام سے قبل یہ قریش کے حسین نوجوانوں میں عیش و آرام میں زیب وزینت میں شہرت رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد یہ کامل درویش بن گئے۔ قرآن پاک کی آیت ﴿رِجَالٌ صَادِقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهُ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳/ ۳۳) ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ جنگ احمد میں یہ شہید ہوئے۔

اور دوسرا باب قائم کیا ”بَابُ إِذَا لَمْ يُوْجَدْ إِلَّا ثُوبٌ وَاحِدٌ“ ”باب میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے“ اور حضرت مصعب بن عیمر بن علی کے ہاں صرف ایک چادر ہی ان کا کل متاع تھی، وہ بھی تنگ، وہی ان کے کفن میں دے دی گئی اور دوسری روایات کے مطابق ان کے پیروں میں اذخر نامی گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

③ حالانکہ حضرت عبد الرحمن بن عوف ؓ روزہ دار تھے۔ وہ بھر کے بھوکے تھے پھر بھی ان تصورات میں کھانا ترک کر دیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف ؓ عیشہ بہشرہ میں سے ہیں اور اس قدر مال دار تھے کہ رئیس التجار کا لقب ان کو حاصل تھا۔ انتقال کے وقت دولت کے انبار و رثاء کو ملے۔ ان حالات میں بھی مسلمانوں کی ہر ممکن خدمات کے لیے ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے کئی سو اونٹ مع غلہ کے ملک شام سے آئے تھے۔ وہ سارا غلہ مدینہ والوں کے لیے تقسیم کر دیا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

الحديث حميد بن عبد الرحمن بن عوف ، عن أبيه

حمد بن عبد الرحمن بن عوف کی ان کے باپ سے روایت کردہ حدیث

[27] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالقانِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَعْفُرُ بْنُ عَوْنَ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا هَشَامُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ : خَرَجَ عُمَرُ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ الشَّامَ ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَسِرَّعُ لَقِيهُ أَبُو عُبَيْدَةَ وَأَهْلُ الشَّامِ ، فَقَيْلَ لَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْأَرْضَ وَيَهُ ، وَإِنَّ مَعَكَ أَهْلَ السَّابِقَةِ وَأَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَتَى يُصَابُوا لَا يَكُنُ فِي النَّاسِ مَثَلُهُمْ ، فَقَالَ لَهُ : أَبُو عُبَيْدَةَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمِنَ الْمَوْتِ تَفَرُّ ، إِنَّمَا نَحْنُ بَقِدَرٍ وَلَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ، فَقَالَ : ادْعُوا إِلَيَّ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ ، فَدَعُوهَا فَقَالَ : أَشِيرُ وَاعْلَى ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَعَكَ أَهْلَ السَّابِقَةِ ، وَأَهْلُ الْعِلْمِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَتَى يُصَابُوا لَا يَكُنُ فِي النَّاسِ مَثَلُهُمْ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ أُخْرَى : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمِنَ الْمَوْتِ تَفَرُّ ، إِنَّمَا نَحْنُ بَقِدَرٍ ، وَلَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ، فَكَانَ أَشَدُّ مِنْ خَالِفَ عَلَيْهِ أَبُو عُبَيْدَةَ فَقَالَ : ادْعُوا إِلَيَّ الْأَنْصَارَ ، فَدَعُوهَا فَقَالَ : أَشِيرُ وَاعْلَى فَقَالُوا : يَقُولُ إِخْوَانِهِمُ الْمُهَاجِرِينَ ، وَاخْتَلَفُوا فَقَالَ : ادْعُوا لِي مُهَاجِرَةَ الْفَتْحِ ، ادْعُوا لِي كُبَرَاءَ فَرِيشَ ، ادْعُوا إِلَيَّ الْمُشِيْحَةَ ، قَالَ : فَدَعُوهَا فَقَالَ : أَشِيرُ وَاعْلَى قَالَ : فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ ثَنَانُ ، قَالُوا : أَدْرَكَنَا آبَاءُنَا ، يَقُولُونَ : هَذَا الْوَجْهُ ، قَالَ عُمَرُ : يُصْبِحُ النَّاسُ عَلَى ظَهِيرٍ ، وَلَا يَدْرُونَ أَيْنَ نَتَوَجَّهُ ، قَالَ : فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا حَدِيثًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ ، قَالَ : فَرَجَعَ عُمَرُ بِالنَّاسِ .

تخریج الحديث مسند احمد: ١/١٩٤، قال شعب الارناووط: إسناده صحيح.

ترجمہ الحدیث حمید نے اپنے والد عبد الرحمن بن عوف علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ: سیدنا عمر بن الخطاب صاحبہ کرام ﷺ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے، جب مقام سراغ پر پہنچے تو انہیں ابو عبیدہ اور اہل شام ملے اور آپ علیہ السلام سے کہا، اے امیر المؤمنین! (شام کی) سرزمین میں بیماری پھیل چکی ہے اور آپ کے

ساتھ اہل سابقہ (ہجرت میں سبقت لینے والے) اور دوسرے صحابہ کرام ﷺ ہیں اور اگر یہ بیماری میں (ختم) ہو گئے تو ان جیسا لوگوں میں اور نہ ملے گا۔ ابو عبیدہ بن عثیمین نے آپ سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ موت سے بھاگیں گے، ہمارا اعتماد و تقدیر یہ ہے کہ ہمیں وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس پہلے مہاجرین کو بلا و پس لوگوں نے انہیں بلا بھیجا، آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے مشورہ دو، چنانچہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے ساتھ اہل سابقہ (ہجرت میں سبقت لینے والے) اہل علم اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ موجود ہیں۔ اور اگر یہ بیماری میں مبتلا ہو گئے تو لوگوں میں ان جیسے ایماندار اور کوئی نہیں ہیں، دوسری جماعت نے کہا، اے امیر المؤمنین! کیا آپ موت سے بھاگیں گے، ہم تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہمیں وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدار میں لکھ دی ہے۔ سب سے زیادہ غالبت کرنے والے ابو عبیدہ بن عثیمین تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس الفصار کو بلا و، چنانچہ انہیں بلا یا گیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: آپ لوگ مجھے مشورہ دو چنانچہ انہوں نے بھی اپنے مہاجر بھائیوں کی طرح ہی بات کی اور اختلاف کیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس فتح کہ کے مہاجرلوں کو بلا و، قریش کے بڑے لوگ اور بوڑھے آدمی بلا و (راوی نے) کہا: انہیں بلا یا گیا تو آپ نے کہا: مجھے مشورہ دو (راوی نے) کہا: ان میں سے دو افراد نے اختلاف نہ کیا، انہوں نے کہا: ہمارے آباء کہتے تھے کہ انہیں بھی یہ تکلیف لاحق ہوئی تھی۔ سیدنا عمر بن عثیمین نے کہا: لوگ خشکی کے راستے جائیں گے اور انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ کہاں وہ متوجہ ہو رہے ہیں۔ (راوی نے) کہا: عبد الرحمن بن عوف علیہ السلام نے تشریف لائے اور کہا: اے امیر المؤمنین! اس بارے میں میرے پاس ایک حدیث ہے: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بیماری کسی زمین میں سن لو تو اس میں مت داخل ہوں اور جب یہ بیماری کسی زمین میں پھیل جائے تو اس سے فرار اختیار نہ کرو۔ (راوی نے) کہا: تو سیدنا عمر بن عثیمین لوگوں کو لے کر واپس لوٹ گئے۔

حدیث الحسن بن عبد الرحمن ، عن أبيه

حسن بن عبد الرحمن کی اپنے باپ سے بیان کردہ حدیث

[28] حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْيَشْكُرِيُّ ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، الْقُرْآنُ يُحَاجُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ ظَهِيرٌ وَبَطْنٌ ، وَالرَّجْسُ تُنَادِي أَكَلَّا مَنْ وَصَلَّيْنِي وَصَلَّهُ اللَّهُ ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ

تخریج الحديث قیام اللیل للمرزوی، ص: ۷۵، کتاب العلو للذہبی، ص: ۵۱، سلسلة الضعیفه، رقم: ۱۳۳۷، ضعیف الجامع الصغیر، رقم: ۲۵۷۷، الضعفاء للعقیلی: ۵ / ۴.

ترجمة الحديث حسن نے اپنے والد عبد الرحمن بن عوفؓ سے روایت بیان کی، وہ اس روایت کو نبی کریم ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمن چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ (۱).... قرآن قیامت کے دن بندوں کی خاطر جھٹکا کرے گا، اس کا پیٹ بھی ہوگا اور پشت بھی۔ (۲).... اور صدر حجی آواز لگائے گی۔ خبردار! جس نے مجھے ملایا سے اللہ تعالیٰ ملائے گا اور جس نے مجھے کاتا اللہ تعالیٰ اسے کائے گا۔ (۳).... اور امانت۔

شرح الحديث اس حدیث سے کئی مسائل مستحبہ ہوتے ہیں:

① **”یَرْفَعُهُ“**..... ”اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں“ یہ حدیث مرفوع ہے اور ”مرفوع“ اس قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب ہو۔ خواہ اس کی نسبت آپ کی طرف صحابی نے کی ہو یا تابی نے یا کسی اور نے اور خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ ہو: ”**هُوَ هُوَ مَا أُضِيفَ إِلَى النَّبِيِّ** ﷺ **خَاصَّةً، مِنْ قَوْلٍ أَوْ فَعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ سَوَاءٌ كَانَ مَتَصَلًا أَوْ مَنْقُطَعًا.**“

② **”تَحْتَ الْعَرْشِ“**..... عرش کا اثبات اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ ارشاد فرمایا: **”إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سَيَّرَةِ أَيَّامِهِ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ“** (الاعراف: ۵۴/۷)

”بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا پھر عرش پر مستوی ہوا۔“

③ تعلق بالقرآن:

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور دنیا و آخرت دونوں میں اس کی رحمت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرآن ہے۔

((عَنْ أَبِي سُرَيْحٍ الْخُرَزَاعِيِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَلَيْسَ

❶ الخلاصه فى علم اصول الحديث، ص: ۴۴.

تَشَهِّدُونَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالُوا بَلِيٌ . قَالَ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ طَرْفٌ مِّنْ يَوْمٍ يَوْمٌ فَتَمَسَّكُوا بِهِ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضُلُّوا وَلَنْ تَهْلُكُوا بَعْدَهُ أَبَدًا .) ۱)

”ابو شريح خرائی رض فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں ہم لوگ ان دونوں باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اس قرآن کا ایک سرا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، اور اس کا دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے پس قرآن کو مضبوطی سے تھامو تو تم سیدھی راہ سے کبھی نہیں بھکو گے اور نہ اس کے بعد ہلاکت سے دوچار ہو گے۔“

④ صدر حجی:

اس کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے۔

⑤ امانت داری:

امانت خیانت کی ضد ہے، امانت کی صفت جس شخص کے اندر ہوتی ہے وہ کسی صاحب حق کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، چاہے اللہ اور رسول ﷺ کا حق ہو چاہے ماں باپ، اعزاز اور رشتہ داروں وغیرہ کا ہو اور ایمان اور امانت دونوں کی اصل ایک ہے، مومن کو لا زماً امانت دار ہونا چاہیے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا طَهُورَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ إِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلَاةِ مِنَ الدِّينِ كَمَوْضِعِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ .)) ۲)

”جس شخص کے اندر امانت کی صفت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں۔ اور اس شخص کے لیے نماز نہیں جس نے طہارت نہیں حاصل کی (وضو نہیں کیا) اور اس شخص کے پاس دین نہیں جو نماز نہیں پڑھتا۔ دین اسلام میں نماز کی حیثیت وہی ہے جو جسم انسانی میں سر کی حیثیت ہے۔“

۱) معجم کبیر للطبرانی: ۳/۲۰۱، الترغیب والترہیب، للمنذری: ۱/۷۹.

۲) معجم کبیر للطبرانی: ۱/۶۰، الترغیب والترہیب، للمنذری: ۱/۲۴۶، ۳۸۹.

عبد الرحمن بن أبي بكر عبد الرحمن بن أبي بكر کی حدیث

29 | حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ بَهْلُولُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِيهِ بَكْرِ
وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: كَانَ أُمِيَّةُ بْنُ خَلَفَ لِي صَدِيقًا بِمَكَّةَ وَكَانَ اسْمُهُ
عَبْدُ عَمْرٍ وَتَسَمَّيَتْ حِينَ أَسْلَمَتْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَكَانَ يَلْقَانِي بِمَكَّةَ فَيَقُولُ أَرَغِبُتَ عَنْ
اسْمِ سَمَّاكَهُ أَبْوَاكَهُ فَأَقُولُ: نَعَمْ فَيَقُولُ: فَإِنِّي لَا أَعْرِفُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَاجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ
شَيْئًا أَدْعُوكَ بِهِ أَمَّا أَنْتَ فَلَا تُجْبِنِي بِاسْمِكَ الْأَوَّلِ وَأَمَّا أَنَا فَلَا أَدْعُوكَ بِمَا لَا أَعْرِفُ قَالَ:
فَلَمْ يَقُولْ يَا أَبَا عَلَيٍّ مَا شِئْتَ قَالَ: فَأَنْتَ عَبْدُ إِلَهٍ حَتَّىٰ إِذَا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ مَرَرْتُ بِهِ وَهُوَ
وَاقِفٌ مَعَهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ آخِذٍ بِيَدِهِ قَالَ: وَمَعَنِي أَدْرَاعٌ قَدْ اسْتَلْبَطْتُهَا فَأَنَا أَحْمِلُهَا فَلَمَّا رَأَيْتَنِي قَالَ:
يَا عَبْدَ عَمْرٍ فَلَمْ أَجِبْهُ قَالَ: يَا عَبْدَ إِلَهٍ! قَالَ: فَلَمْ نَعْمَلْ نَعْمًا قَالَ: هَلْ لَكَ فِيْنَكُمْ خَيْرٌ لَكَ مِنْ
هَذِهِ الْأَدْرَاعِ الَّتِي مَعَكَ قَالَ: فَلَمْ نَعْمَلْ خَيْرًا إِذْنُ فَقَالَ: فَطَرَحْتُ الْأَدْرَاعَ مِنْ يَدِي
فَأَخْذَتُ بِيَدِهِ وَبِيَدِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ أَمَا لَكُمْ حَاجَةٌ فِي الْلَّبَنِ، قَالَ: ثُمَّ
خَرَجْتُ أَمْشِي بِهِمَا.

تخریج الحديث

تاریخ الطبری: ۲/۳۵، سیرہ ابن ہشام: ۱۷۹/۳، البدایہ والنہایہ:

۲۸۶/۳

ترجمۃ الحديث

عبد الرحمن بن أبي بکر وغیرہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے بیان کیا، انہوں
نے کہا کہ: امیہ بن خلف مکہ میں میرا و دست تھا اور دور جاہلیت میں میرا نام عبد عمر و تھا، جب میں مسلمان ہوا تو
اپنا نام تبدیل کر کے عبد الرحمن رکھ لیا، وہ مجھے مکہ میں ملتا تو مجھے کہتا: کیا تو اس نام کو اچھا نہیں جانتا جو تیرے
والدین نے تیرا نام رکھا تھا، میں کہتا: جی ہاں، تو وہ کہتا: پس میں عبد الرحمن کو نہیں جانتا۔ بس مجھے کوئی خاص نام
ہتا دو جس سے میں تجھے پکار کروں۔ پتا نہیں کہ تجھے کیا ہے کہ اگر تیرا نام عبد عمر و پکاروں تو تو مجھے جواب ہی نہیں
دیتا، اور مجھے بھی کوئی مصیبت نہیں آن پڑی کہ میں تجھے ایسے نام سے پکاروں جسے میں پچانتا ہی نہیں؟ فرماتے
ہیں: میں نے کہا: اے ابو علی! جو تو چاہتا ہے وہ رکھ لے، اس نے کہا: میں تجھے ”عبدالله“ کہہ کے پکار کروں گا
(یعنی اس نے آپ کا نام عبد الله رکھ دیا) غزوہ بدر کے دن میں اس کے قریب سے گزر اس وقت وہ اپنے بیٹے

علی کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ اور میرے پاس کچھ زر ہیں تھیں جنہیں میں نے کافروں سے چھینا تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: اے عبد عمر، میں نے کوئی جواب نہ دیا، اس نے کہا: اے عبداللہ، میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: میں تمہارے لیے ان زربوں سے زیادہ بہتر ہوں، میں نے کہا: ہاں، تو میں نے اپنے ہاتھ سے زر ہیں پھینک دیں اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستفادہ ہیں:

① اچھا نام رکھا جائے۔ ایک ایسا نام جس میں شکر اللہ کا اظہار ہو اور مسلمی کی شخصیت کا آئینہ ہو۔ اس کے دین و مذهب کا پرتو ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم روز قیامت اپنے ناموں اور اپنے باپ کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔ لہذا اپنے نام اچھے رکھو۔ ②

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے اچھے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں اور سب سے پچ نام حارث و ہمام ہیں اور سب سے بڑے نام حرب (جنگ) اور سرہ (کڑوا) ہیں۔ ③

انبیاء و رسول اللہ تعالیٰ کی عظیم اور برگزیدہ ہستیاں تھیں۔ ان کے نام رکھنا بھی ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور باعث خیر و برکت ہے اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تَسْمُوا بِإِسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ)) ④

”تم انبیاء والے نام رکھو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم ﷺ کے نام پر رکھا ہے۔ ⑤

جس طرح اچھا نام رکھنے کی تلقین و تاکید ہے اسی طرح شرکیہ کفریہ اور ناپسند معانی رکھنے والے کلمات کے ساتھ نام رکھنے سے سخت منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایسی متعدد روایات ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے نہ ہے اور ناپسندیدہ نام فوراً تبدیل کر دیے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عبد عمر سے عبد الرحمن رکھ دیا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ: ”فَسَمَّانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمَنِ“ ”رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد الرحمن رکھ دیا تھا۔“ ⑥

① سنن ابو داؤد، کتاب الادب: ۴/۴۴۳۔

۴۴۳/۴۔

② سنن ابو داؤد، کتاب الادب: ۴/۲۵۴۔

۴۴۳/۲۔

③ سنن ابو داؤد، کتاب الادب: ۴/۲۵۴۔

۴۴۳/۴۔

④ صحیح مسلم: ۲۰۶/۳، و قال: صحیح علی شرط الشیخین ولم یُخرجاً و وافقه الذہبی.

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ دریافت فرمایا: اس بکری کا دودھ کون دو ہے گا؟ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ ”میں“ آپ ﷺ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: ”مرہ (کڑوا)“ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جا۔ پھر دریافت فرمایا۔ اس بکری کو کون دو ہے گا۔ ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام پوچھا تو جواب ملا ”حرب (جنگ)“ آپ ﷺ نے اسے بھی فرمایا کہ بیٹھ جا۔ پھر پوچھا اس بکری کو کون دو ہے گا؟ ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا ”میں“ آپ نے اس سے بھی اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا: ”یعيش (زندگی گزارنے والا)“ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ تم بکرو دو ہو۔ ①

شخصیت کا اپنے نام کے ساتھ ایک خاص اور مگر اتعلق ہوتا ہے۔ اچھے ناموں کے اچھے اثرات ہوتے ہیں جب کہ بے ناموں کے برے اثرات ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اچھا نام رکھنے کی تلقین فرماتے اور اچھا نام سنتے تو خوش ہوتے جب کہ برانام رکھنے سے منع کرتے اور برانام سنتے تو کراہت فرماتے اور اسے تبدیل کر دیتے تاکہ اس شخص کی زندگی پر برے اثرات مترب نہ ہوں۔

حضرت سعید بن میتب بن حزن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ”حزن“ (خخت زمیں، غمگین) آپ ﷺ نے فرمایا: تو سہل (آسان، نرم) ہے۔ انہوں نے کہا جو نام میرے والد نے رکھ دیا ہے۔ میں اسے نہیں بدلوں گا۔ حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں کہ (اس نام کے سبب) پھر ہمارے خاندان پر مسلسل سختی اور مشکل چھائی رہی۔ ②

② مشرکین مکہ ”رحمٰن“ کا معنی نہیں جانتے تھے، اور نہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسی لیے امیتی نے کہا تھا کہ میں ”عبد الرحمن“ نہیں بلکہ ”عبد الاله“ کہہ کے تجھے پکارا کروں گا، ”رحمٰن“ کو میں نہیں جانتا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ان سے کہا کہ تم لوگ بتوں کے بجائے ”رحمٰن“ کو سجدہ کرو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کسی ”رحمٰن“ کو نہیں جانتے ہیں، صرف ”رحمٰن الیمانۃ“ یعنی مسیلمہ کذاب کو جانتے ہیں، جس نے اپنا لقب ”رحمٰن“ رکھ لیا تھا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ہمیں جس کی عبادت کا حکم دو اسی کی عبادت کریں، یعنی چاہتے ہو کہ بس ہم تمہاری ہربات مانتے رہیں تو ایسا نہیں ہو گا اور ہم ”رحمٰن“ کو سجدہ نہیں کریں گے۔ یعنی تکبر کی

① موطا امام مالک، ما یکرہ من الاسماء، ص ۷۲۸۔

② صحيح بخاری مع فتح الباری: ۱۰ / ۵۷۴۔

جہے سے دین و ایمان سے ان کی نفرت اور بڑھ گئی۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا مَا الرَّحْمَنُ قَاتِلٌ مُّؤْمِنُوْا وَرَادَهُمْ نَفْرَةً ﴾

(الفرقان: ۶۰ / ۲۵)

③ امیہ بن بن خلف غزوہ بدر میں ہلاک ہوا۔ عبد الرحمن بن عوف رض کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں ان دونوں کو کھینچنے کے لیے آ رہا تھا کہ بلاں رض نے اسے دیکھ لیا۔ امیہ کہ میں انہیں سخت عذاب دیتا تھا، تاکہ وہ اسلام چھوڑ دیں، انہیں وہ مکہ کے رتیلے علاقے میں لے جاتا جب ریت تیز گرم ہوتی تو انہیں پیٹھ کے بل ڈال دیتا، پھر ایک بھاری چنان ان کے سینے پر رکھ دی جاتی اور کہتا: تم اسی حال میں رہو گے، حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین چھوڑ دو، بلاں رض کہتے: أحد، أحد۔ اس لیے بلاں رض نے جب اسے دیکھا تو کہنے لگے: اے کفر کے سرغنا! امیہ بن خلف، اگر تم نجات پا گئے تو میری نجات نہیں، عبد الرحمن رض کہتے ہیں، میں نے کہا: اے بلاں! کیا تم میرے دونوں قیدیوں کو ایسی بات کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اگر وہ نجات پا گیا تو میں نجات نہیں پاؤں گا، میں نے کہا: اے جبشی غلام! کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اگر یہ نجات پا گیا تو میں نجات نہیں پاؤں گا، پھر اپنی اوپنی آواز سے پکار کر کہا: اے اللہ کے انصار! یہ ہے کفر کا سرغنا! امیہ بن خلف، اگر یہ نجات پاؤں گا تو میں نجات نہیں پاؤں گا، پھر بہت سے فوجیوں نے مجھے گھیر لیا، یہاں تک کہ انہوں نے میرے گرد گھیرے کوٹنگ کر دیا اور میں اسے بچا رہا تھا، پھر ایک آدمی نے اس کے بیٹے پر ضرب لگائی اور وہ گر گیا اور امیہ نے ایسی تیخ ماری جیسی میں نے کبھی نہیں سن تھی۔ میں نے اس سے کہا: جلد اپنی جان بچاؤ، (حالانکہ اب وہ کہاں بیٹھ سکتا تھا) اللہ کی قسم! میں آج تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر مجاہدین نے ان دونوں کو اپنی تکواروں کی آئی پر لے لیا، یہاں تک کہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمن رض کہا کرتے تھے: اللہ رحم کرے بلاں پر، میری زر ہیں بھی گئیں، اور میرے دونوں قیدیوں کو مردا کر مجھے پریشان کر دیا۔ ④

جب جنگ ختم ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مقتولین کے پاس آئے جن کی تعداد ستر تھی اور کہا: تم لوگ اپنے نبی کے بڑے بیوی رئے رشتہ دار تھے، تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا، جبکہ دوسروں نے میری تصدیق کی اور تم لوگوں نے مجھے اکیلے چھوڑ دیا، دوسرے لوگوں نے میری مدد کی اور تم لوگوں نے مجھے میرے گھر اور میرے شہر سے نکال دیا، جب کہ لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کفار مقتولین کو کونوں میں پھینک دینے کا حکم دیا، چنانچہ وہ سب کے سب اس میں پھینک دیے گئے، سوائے امیہ بن خلف کے جس کا جسم زرہ میں

پھول گیا تھا، جب مجاہدین نے اسے ہلانا چاہا تو اس کے کھڑے ہونے لگے، اس لیے اسے وہیں چھوڑ دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال دیے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کنوں کے کنارے کھڑے ہو کر کہا: اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے فلاں اور اے فلاں! کیا تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا، اسے حق پایا؟ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا، اسے میں نے حق پایا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جو مر پکے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ ان سے زیادہ میری بات نہیں سن رہے ہو۔^۱

حدیث عُرُوَةَ بْنِ الرُّبِّيرِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

عروہ بن زبیر کی عبد الرحمن سے روایت کردہ حدیث

(30) حَدَّثَنَا أَبُو ثَعِيمٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفِيَّاً ، عَنْ هَشَامِ بْنِ عُرُوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ : كَيْفَ صَنَعْتَ فِيْ اسْتِلَامِكَ الْحَجَرَ ؟ قَالَ : اسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ ، قَالَ : أَصَبْتَ .

تخریج الحديث صحیح ابن حبان، رقم: ۳۸۲۳، قال شعیب الارنوبی: اسناده صحیح.

ترجمہ الحديث جناب عروہ بن زبیر سے روایت ہے، وہ حضرت عبد الرحمن سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: تم نے مجر اسود کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے کبھی چھولیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تو نے تھیک کیا۔

شرح الحديث امام ابن حبان نے اس حدیث کو کتاب الحج میں بیان کیا ہے اور اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

”ذِكْرُ الْأَبَاحةِ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ اسْتِلَامَ الْحَجَرِ وَتَرْكَهُ مَعًا“

”بَيْتِ عَتِيقٍ كَرْد طَوَافَ كَرْنَے والے کے لیے ایک ہی وقت میں مجر (اسود) کو چھونے اور نہ چھونے کے جواز کا ذکر“

تفصیل: حج و عمرہ کی ایک آسانی یہ ہے کہ طواف کرنے والے کو مجر اسود کو بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ

^۱ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۷۹، السیرۃ النبویۃ، ابن کثیر، ۴۴۹/۲ - ۴۵۳.

A decorative horizontal flourish consisting of two symmetrical scroll-like ends meeting in the center, where a small diamond-shaped ornament is placed.

کرنے میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ صورتی اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ کسی ایک کیفیت پر عمل کرنے کی پابندی نہیں۔ ذیل میں اس بارے میں مزید چھروپاٹ ملاحظہ فرمائے:

①.....امام ابو داؤد طیالسی نے جعفر بن عثمان قرشی سے، جو کہ اہل مکہ میں سے تھے، روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو دیکھا کہ انہوں نے مجر اسود کو بوسہ دیا اور اس پر سجدہ کیا۔“

پھر انہوں نے کہا: ”میں نے تمہارے ماموں ابن عباسؑ کو اسے بوسے دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔“

اور ابن عباس مبلغہ نے کہا: ”میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسے بوسہ دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیان کیا:

((لَوْلَمْ أَرَرَسُولَ اللَّهِ قَبْلَهُ مَا قَبْلَتُهُ)) ①

”اگر میں رسول اللہ ﷺ کو اسے چوتھے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی اسے نہ چوتھا۔“

معلوم ہوا کہ جگرے اسود پر بچدہ کرتا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

۲..... امام بخاری نے زیر بن عربی سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ”ایک شخص نے این عمر میں شہزادے مجرم (اسود) کو پھونے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَتَلْمَهُ وَبُقْلَهُ.))

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چھوٹے اور جو متے ہوئے دیکھا۔“

③..... امام بخاری نے اسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ: ”میں نے حضرت عمر بن خطاب رض کو مجرم (سود) کو جو متھے ہوئے دیکھا۔“

اور (پھر) انہوں نے فرمایا:

((لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَتَلَكَ مَا قَتَلْتُكَ .)) ③

“اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔”

^١ مسند أبي داؤد الطيالسي، ٣٢، رقم: ٢٨.

^٢ صحيح بخاري، كتاب الحج، رقم: ١٦١١.

^٣ أيضاً، رقم الحديث: ١٦١٠.

و

امام بخاری نے اس حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ تَقْيِيلِ الْحَجَرِ] ①

”حجر (اسود) کو بوسہ دینے کا بیان۔“

④..... امام ابن حبان نے نافع سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت نقل کی ہے:

((أَنَّهُ إِسْتَلَمَ الْحَجَرَ، ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهُ))

”بے شک انہوں نے حجر (اسود) کو (اپنے ہاتھ سے) چھوڑا، پھر اپنے ہاتھ کو چوما۔“

اور فرمایا:

((مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقْبِلُهُ.)) ②

”جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے (حجر اسود کو چھونے والے ہاتھ کو) چوتے ہوئے دیکھا

ہے، میں نے اسے (حجر اسود کو چھونے والے اپنے ہاتھ کا بوسہ) نہیں چھوڑا۔“

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

((ذِكْرُ الْإِبَاحةِ لِمُسْتَلِمِ الْحَجَرِ فِي الطَّوَافِ أَنْ يُقْبِلَ يَدَهُ بَعْدَ اسْتِلَامِهِ إِيَّاهُ.)) ③

”طواف میں حجر (اسود) کو چھونے والے کے لیے اسے چھونے کے بعد اپنے ہاتھ کو بوسہ دینے کے جواز کا ذکر۔“

⑤..... امام سلم نے حضرت ابوظیل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطْوُفُ بِالبَيْتِ، وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمُحْجَنٍ مَعَهُ، وَيُقْبِلُ الْمُحْجَنَ.)) ④

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو اپنی چہری سے چھوتے اور چہری کو چوتے ہوئے دیکھا۔“

امام نووی نے دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

((بَابُ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلَى بَعْيِرٍ وَغَيْرِهِ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بِمُحْجَنٍ وَغَيْرِهِ))

۱. أيضاً، ۴۷۵/۳.

۲. الإحسان في تقرير صحيح ابن حبان، كتاب الحج، رقم: ۳۸۲۴.

۳. صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ۲۵۷.

۴. أيضاً، ۱۳۲/۹.

لِلرَّأْكِبِ .))

”اوٹ غیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے اور سوار کے لیے مجر (اسود) کو چھڑی وغیرہ سے چھونے کے جواز کا بیان۔“

⑥..... امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعْنَى، كُلُّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ .)) ۰ نبی کریم ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف اوٹ پر کیا، جب بھی آنحضرت ﷺ مجر اسود کے پاس آتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے۔“

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے: ((بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ .)) ۰
” مجر اسود کے پاس آ کر اشارہ کرنے والے شخص کا بیان۔“

خلاصة الجھٹ:

- مذکورہ بالا روایات سے مجر اسود کے متعلق درج ذیل سات باتیں معلوم ہوتی ہیں:
- ① اس پر سجدہ کرنا اور اسے بوسہ دینا۔
 - ② اسے ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا۔
 - ③ اسے بوسہ دینا۔
 - ④ اسے ہاتھ سے چھو کر چھونے والے ہاتھ کو چومنا۔
 - ⑤ اسے چھڑی سے چھو کر چھڑی کو چومنا۔
 - ⑥ اس کی طرف دور سے اشارہ کرنا۔
 - ⑦ ایک ہی طواف کے بعض چکر دل میں ہاتھ سے چھونا اور بعض سے نہ چھونا۔

اللہ کریم کی جانب سے طواف کرنے والوں کے لیے آسانی اور عنایت ہے کہ ان سب ساتوں صورتوں میں سے ہر ایک جائز اور درست ہے۔

۳۱) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ ، قَالَ : قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ : كَيْفَ صَنَعْتَ فِي

① صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۶۱۷۔ ② أيضًا۔

اسْتَلَمْتَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ؟ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: اسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصْبَتَ.

تخریج الحديث مستدرک حاکم : ۱۲۷ / ۱ ، معجم طبرانی الكبير : ۳۴۶ / ۳ ، ۵۳۳۷ : ۳۴۶ ، مصنف عبد الرزاق : ۲۵۷ ، ۸۹۰۱ : ۳۴ / ۵

ترجمة الحديث عروہ بن زیر سے ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے جمر الاسود کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے کبھی چھوا اور کبھی چھوڑ دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے تھیک کیا۔

[32] حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ : كَيْفَ صَنَعْتَ فِي الرُّكْنِ؟ قَالَ : اسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ ، قَالَ : أَصْبَتَ

ترجمة الحديث عروہ بن زیر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے جمر الاسود کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے کبھی اسے چھوڑ لیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے تھیک کیا۔

تخریج الحديث تقدم تخریجه.

شرح الحديث دیکھئے فوائد نمبر ۳۰۔

المشایخ ، عن عبد الرحمن مشائخ کی عبد الرحمن سے روایت

[33] حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفِيَّاً ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : سَأَلَ عُمَرُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ عَنِ الْمَجُوسِينَ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : سُنُوا بِهِمْ سُنَّةً أَهْلَ الْكِتَابِ .

تخریج الحديث مستند شافعی : ۱ / ۱۰۹ : ۲۰۹ ، مصنف ابن ابی شیبہ : ۶ / ۴۳۰ ، مصنف ابن ابی شیبہ : ۶ / ۱۰۰۸ ، مصنف عبد الرزاق : ۶ / ۶۸ - ۶۹ ، ۱۰۰۲۵ / ۶۸ - ۶۹ ، مستند أبو یعلی : ۲ / ۱۶۸ : ۸۶۲ / ۱۶۸

ترجمة الحديث جناب جعفر نے اپنے باپ محمد سے بیان کیا، انہوں نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مجوسیوں کے بارے میں پوچھا (کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟) تو انہوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سن: ان سے اہل کتاب والا معاملہ کرو۔

شرح الحدیث

اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

① جو سیوں سے جزیہ وصول کرنے کی دلیل ملتی ہے۔ ”جزیہ“ اس مال کو کہتے ہیں جو اہل کتاب اور دیگر کفار سالانہ مسلمانوں کو اس عوض میں دیتے ہیں کہ مسلمان ان سے قابل نہیں کریں گے، اور مسلمانوں کے درمیان انہیں رہنے کی اجازت دی جائے گی، ان کی جانبیں اور ان کا مال محفوظ رہے گا اور اس کی مقدار مالدار، متوسط اور فقیر کے اختبار سے کھٹی بڑھتی ہے، جس کی تعین مسلمان حاکم یا اس کا نمائندہ کرے گا۔

علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے گا یا دوسرے کافروں سے بھی، ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور سفیان ثوری کا خیال ہے کہ اہل کتاب کے علاوہ کسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، یہ لوگ جوں کو بھی اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”ہجر“ کے جو سیوں سے جزیہ لیا تھا اور مالک اور اوزاعی کی رائے ہے کہ تمام کافروں سے جزیہ لیا جائے گا۔

② ابو عبید اللہ بن عوف رض فرماتے ہیں کہ ”اہل کتاب سے جزیہ لینا نص قرآنی سے ثابت ہے جبکہ جو سیوں سے جزیہ لینا سنت سے ثابت ہے۔“

③ حضرت عمر رض جزیہ وصول نہیں کرتے تھے مگر جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے حدیث بیان کی تو جزیہ لینا شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ خبر واحد جدت ہے، یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

جزیہ کے بارے میں ایک غیر مسلم کا تجزیہ:

جان بیکٹ المعرف ”جزل گلپ پاشا“ ایک فوجی جزل کی حیثیت سے طویل عرصہ تک عرب ممالک میں رہے۔ اس دوران انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کا موقع فراہم ہوا۔ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب ”The life and times of Muhammad“ لکھی، چنانچہ اس کتاب میں موصوف آخری باب میں دین اسلام کی اشاعت اور حریت انگیز ترقی پر تفصیلی تبرہ اور اسلام کی اشاعت کے حقائق و اسباب بیان کرتے ہوئے ”اسلام کا پھیلاؤ، حیثیت مذہب“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

مختلف دور میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے جزیہ وصول کیے گئے جزیے کی معینہ رقم میں حالات کے لحاظ سے کمی میشی ہوا کرتی تھی۔ اس لیے ہمارے واسطے یہ مشکل ہے کہ جزیہ کی شرح کو یہاں پاؤ نہ اور پس

۶۹

کے حساب سے پیش کریں۔ عام طور پر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر آدمی کو دو پاؤندیا ہے ڈالر جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اگر اس کا پانچ یا دس گنا بھی انہیں دینا پڑتا تو یہ اتنی بڑی رقم نہیں تھی کہ وہ ادا نہ کر سکتے ہوں۔ یہ جزیہ صرف مردوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ محتابوں، راہبوں اور جنچ میں رہنے والوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیے گئے تھے اس معمولی اور حقیر رقم کو جزیہ کے طور پر ادا کر دینے کے بعد عیسائی اور یہودی فوجی خدمات کی ادائیگی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کر لیتے تھے صرف مسلمانوں کے فرائض میں فوجی خدمات شامل تھیں۔

جزیہ کے طور پر ایک معمولی رقم ادا کر دینے کے بعد فوجی خدمات سے چھٹی پاجانا یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے واقعی ایک ستارہ سودا تھا۔ جزیہ وصول کرنے کے بعد مسلمانوں کا یہ فرض بن جاتا تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے جان و مال کی حفاظت کریں۔ مسلمانوں کے ذمے فوجی فرائض کے علاوہ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی تھا۔ یہودی اور عیسائی زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ خاصی رعایت کی جاتی تھی۔ مالی اعتبار سے بھی ان کا جزیہ مسلمانوں کی زکوٰۃ کے مقابلے میں انفرادی طور پر بہت ہی کم ہوتا تھا۔ خالد بن ولید رض نے جدش کے شہریوں کے ہتھیار ڈال دینے کو قبول کر لینے کے بعد ان کو اپنے خط میں لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو تمہارے لیے جزیہ واجب الادا ہوگا۔ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکیں تو تم کو جزیہ دینے کی ضرورت نہیں۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے حفاظت کرنے کے فرض کو انتہائی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ نبھایا۔ ۱۲۵ء میں انہوں نے دمشق پر قبضہ کیا۔ شام کے ایک بڑے حصے کو بغیر لڑائی کے اپنے قبضے میں لے لیا۔ وہاں کے عیسائیوں سے جزیہ وصول کیا۔ مسلمانوں کے اس قبضہ کرنے کے دوسرے ہی سال یہ نظریوں کی ایک تازہ دم فوج نے عربوں کو شام چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ شام چھوڑنے سے پہلے مسلمانوں کے کمانڈر ابو عبیدہ رض نے حکم دیا کہ جن ذمیوں سے جزیہ وصول کیا ہے وہ سب کا سب ان کو لوٹا دیا جائے۔ ابو عبیدہ رض نے کہا کہ عربوں نے یہ جزیہ ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت کے بدلتے میں وصول کیا تھا۔ اب چونکہ مسلمان شام کے ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے کے موقف میں نہیں ہیں اس لیے جمع کیا ہوا جزیہ واپس کر دیا جائے۔

مجھے یاد نہیں پڑتا کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی واقعہ اس نوعیت کا ہو کہ کسی حکومت نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برانہ ہو سکنے کی وجہ سے عوام سے وصول کیے ہوئے تکیں کو عوام میں پھر سے لوٹا دیا ہو۔

آغاز اسلام سے قبل صحراۓ شام کے بہت سے بدوی قبائل عیسائیت کو اپنا مذہب بنائے ہوئے تھے۔



جب مسلمانوں نے شام اور عراق پر حملہ کیا تو شام کے یہ عیسائی عرب مسلمانوں کی طرف سے لڑنے لگے اس لیے کہ ان کا طرز زندگی عربوں سے ملتا جاتا تھا۔ ان کی زبان عربی تھی۔ جب مسلمانوں کی طرف سے اہل کتاب بھی جنگ میں حصہ لیتے تو ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان کو اپنا نہ بہ بدلنے کے لیے بھی نہیں کہا جاتا تھا۔ ①

[34] حَدَّثَنَا الْقَعْنَيُّ ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَابِ ، ذَكَرَ الْمَجُوسَ فَقَالَ: مَا أَذْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي أَمْرِهِمْ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سُنُوا بِهِمْ سُنَّةً أَهْلَ الْكِتَابِ .

تخریج الحدیث

سنن الکبریٰ للبیهقی: ۱۸۹/۹، مسند بزار، قم: ۱۰۵۶، ارواء الغلیل: ۳۰۸/۷.

ترجمة الحدیث

جعفر اپنے باپ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب علیہ السلام نے مجوس کا ذکر کیا اور کہا: مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں، عبد الرحمن بن عوف علیہ السلام نے انہیں کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو۔

[35] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ - وَهُوَ فِي مَجْلِسٍ بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمَنْبِرِ -: مَا أَذْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي الْمَجُوسِ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: سُنُوا بِهِمْ سُنَّةً أَهْلَ الْكِتَابِ .

تخریج الحدیث

معرفة الصحابة لأبی نعیم: ۱/۴۹۳، ۲۹۵، ۴۹۳، نصب الرایہ للزیلیعی: ۳/۴۴۹، ۱۷۲.

ترجمة الحدیث

جعفر اپنے باپ محمد سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: سیدنا عمر علیہ السلام منبر اور قبر اطہر کے درمیان والی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے: مجھے معلوم نہیں کہ میں مجوس کے ساتھ کیا معاملہ کروں کروں؟ عبد الرحمن بن عوف علیہ السلام نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: ان کے بارے میں وہ طریقہ اپنا و جو اہل کتاب کے بارے میں اپناتے ہو۔

تلمیخ: محمد رسول اللہ، ترجمہ The life and times of Muhammad، ص: ۵۱۸، ۵۵۱۔

شرح الحديث دیکھئے فوائد نمبر ۳۳۔

36..... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ بِجَالَةَ، يُحَدِّثُ أَبَا الشَّعْثَاءِ وَعَمْرَو بْنَ أَوْسٍ التَّقْفَى عَامَ حَجَّ مُصْبَعٍ بْنَ الرُّزِيرِ وَهُوَ جَالِسٌ إِلَى دَرَجِ زَمْرَمَ سَنَةَ سَبْعِينَ، قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءٍ بْنِ مُعاوِيَةَ عَمَ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، فَأَتَانَا كِتَابٌ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ. افْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَكَاهِنٍ، وَفَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرِمٍ مِنَ الْمَجُوسِ، وَأَمْنَعُوهُمْ مِنَ الزَّمْرَمَةِ، قَالَ: فَقَتَلْنَا ثَلَاثَ سَوَاحِرَ، وَفَرَقْنَا بَيْنَ كُلِّ [رَجُلٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَحُرْمَتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا فَذَعَا] مَجُوسَ وَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى فَخِذِيهِ، فَأَكْلُوا بِغَيْرِ زَمْرَمَةٍ وَالْقُوَا وَفَرَّبَغُلُّ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنْ وَرِيقِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ يَأْخُذُ مِنَ الْمَجُوسِ الْجِزَرِيَّةَ حَتَّى شَهِدَ عِنْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْدَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرِ.

تغريب الحديث

صحیح بخاری، کتاب الخمس، باب الجزیہ والموادعہ، رقم: ۳۱۵۶، سنن ابو داؤد، کتاب الخراج، باب فی اخذ الجزیہ من المجوس، رقم: ۴۳۰، مسند احمد: ۱۹۰، مسند ابی یعلی، رقم: ۸۶۰.

ترجمۃ الحديث

بجالہ نے ابو شعاء اور عمرو بن اوس شفقی کو بیان کرتے ہوئے سنا اور یہ اس سال کا واقعہ ہے جس سال مصعب بن عییر نے بصرہ والوں کے ساتھ حج کیا یعنی سن ۷۰ ہجری میں آپ ﷺ زمزم کی سیرہ ہی پر بیٹھے ہوئے تھے، کہتے ہیں ان دنوں میں جزوء بن معاویہ احتفَنَ قیس کے پیچا کا کاتب تھا تو عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل ان کا خط آیا کہ ہر جادوگر اور کاہن کو قتل کر دو اور جس مجوسی نے اپنی حرم عورت کو بیوی بنایا ہوتا ان کے درمیان جدائی ڈال دو اور زمزم سے انہیں روک، کہتے ہیں کہ کہا: ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا اور ہر مجوسی آدمی اور کتاب اللہ کے مطابق اس کی ذی حرم بیوی کے درمیان جدائی ڈالی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جز یہ نہیں لیا تھا، لیکن جب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھر کے پارسیوں سے جز یہ لیا تھا۔ (تو وہ بھی لینے لگے تھے)

شرح الحديث ①

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے سورہ ترہ کی آیت نمبر ۱۰۲ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جادو کفر ہے اور اس کا سکھنے والا کافر ہے۔ ①

۱ فتح الباری: ۱۰/۲۲۴.

- ② ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیا جائے۔ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ جادوگر جو جھاؤ پر سوار ہو جائے اور ہوا میں لہرائے اس طرح کرتب دکھانے کے سبب وہ کافر ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ ③
- جو سیوں میں محرم سے نکاح کرنا جائز تھا۔ مثلاً وہ بہن بینی سے نکاح کر لیتے تھے، تو سیدنا عمر بن عثمان نے اس فتح فعل کو اپنے زمانے میں ختم کروادیا۔

④ معلوم ہوا کہ پارسیوں کو بھی حکم اہل کتاب کا سا ہے۔ امام شافعی اور عبد الرزاق نے نکالا کہ پارسی اہل کتاب تھے، پھر ان کے سردار نے بد تمیزی کی، اپنی بہن سے صحبت کی اور دوسروں کو بھی سمجھایا کہ اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ آدم بن عبد الله اپنی لاکیوں کا نکاح اپنے لڑکوں سے کر دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور جنہوں نے انکار کیا، ان کو اس نے مارڈا۔ آخر ان کی کتاب مث گنی اور حدیث میں واضح آیا ہے کہ پارسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا ساسلوک کرو۔

[37] حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَارَظَ ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْوُدُهُ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ لَهُ : وَصَلَّتْكَ رَحْمٌ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : أَنَا الرَّحْمَنُ وَالرَّحْمُ مِنِّي أَشْتَقَقْتُهَا مِنْ أَسْمِيِّ ، فَمَنْ يَصْلُها أَصْلُهُ وَمَنْ يَقْطَعُهَا أَفْطَعُهُ .

تخریج الحديث انظر الحديث الذي بعده.

ترجمة الحديث جناب ابراهیم بن عبد اللہ بن قارظ نے بیان کیا کہ وہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے پاس بیمار پری کے لیے آئے۔ وہ اس وقت بیمار تھے تو (عبد الرحمن بن عوف نے) انہیں کہا: تجھے صدر جنمی کا عمل ملا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں ”رحم“ ہوں اور ”رحم“ مجھ سے ہے، میں نے اسے اپنے نام سے نکالا ہے، جو اسے ملا ہے گا میں اسے ملاوں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹ ڈالوں گا۔

[38] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هَشَامُ الدَّسْتُوَائِيُّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَارَظَ ، أَنَّ أَبَاهُ ، حَدَّهُ اللَّهُ ، دَخَلَ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ يَعْوُدُهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : وَصَلَّتْكَ رَحْمٌ

۱ المعنی ابن قدامہ: ۳/۵۲۳۔

۲ دیکھنے تفصیل کے لیے: احکام ابن حزم: ۱/۱۵۵، تفییح الرواہ: ۳/۱۷۸۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحْمُ ، شَفَقْتُ لَهَا أَسْمًا مِنْ أَسْمَى فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ أَوْ قَالَ : مَنْ يَبْتَهَا أَبْتَهَهُ .

تخریج الحديث سنن ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی صلة الرحم، رقم: ۱۶۹۴۔ مسنـد

احمد: ۴۹۸، مسنـد ابـی یعلـی، رقم: ۵۹۵۳، مسنـد بزار: ۹۹۲-۲۰۶/۳.

ترجمة الحديث عبد اللہ بن قارظ روایت کرتے ہیں کہ وہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض کی بیمار پر سی کے لیے ان کے پاس تشریف لے کئے، سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض نے انہیں کہا: صدر حی تھے ملائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں "رحم" ہوں اور "رحم" کو میں نے اسے اپنے نام سے نکالا ہے، جس نے اسے ملایا، میں اسے ملاوں گا اور جس نے اسے کاثا میں اسے کانوں گا، یا (یہ الفاظ استعمال کیے) ممن بتھا ابته۔

شرح الحديث دیکھئے فائدہ نمبر ۱۵۱۔

[39] حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْيَشْكُرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ثَلَاثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، الْقُرْآنُ وَالرَّحْمُ تُنَادَى أَلَا مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ .

تخریج الحديث تقدم تخریجه، رقم: ۲۸.

ترجمة الحديث حضرت عبد الرحمن (بن عوف) القرشی رض کریم رض سے روایت کرتے ہیں، آپ رض نے فرمایا: تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی، (ایک) قرآن اور (دوسرے) صدر حی آواز دے گی، خبردار جس نے مجھے ملایا، اللہ اسے ملائے گا اور جس نے مجھے کاثا اللہ تعالیٰ اسے کاثڈا لے گا۔

[40] حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّبَّالِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى أَبِي مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، فَمَرَّ بِلَالٌ ، فَدَعَوْهُ فُسَالُوْهُ عَنْ وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ ، فَقَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الْحَاجَةَ فَيَذْعُونِي فَأَتَيْهِ بِالْمَاءِ فَيَمْسَحُ عَلَى مُوقِيهِ وَعَمَامَتِهِ .

تخریج الحدیث

سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، رقم: ۱۵۳،
سنن الکبری للبیهقی: ۱/۲۸۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۱۷۷، ۱۹۲۹، مستدرک حاکم:
۱/۱۷۰، معجم کبیر للطبرانی ۱/۳۶۰، ۳۵۹/۱۱۰۰ و ۱۱۰۱.

ترجمة الحدیث

جانب ابو عبد الرحمن روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے پاس
بیٹھے ہوئے تھے، اچانک سیدنا بالال رض کا گزر ہوا، انہوں نے بالال رض کو بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو
کے بارے میں استفسار کیا، انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاۓ حاجت کے لیے آتے تو مجھے بلاتے، میں ان کے
پاس پانی لاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامہ اور اپنے موزوں پرمسح کرتے۔

شرح الحدیث مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں اور گپڑی پرمسح کرنا جائز ہے، تفصیل آئندہ
کی سطح پر ملاحظہ فرمائیں۔

گپڑی پرمسح کرنا:

سر پر گپڑی باندھی ہو تو اس پرمسح کر لیں، اس حالت میں پسح پیشانی سے شروع کریں، حدیث پاک میں ہے:
”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو اپنی پیشانی اور گپڑی پرمسح کیا۔“ ①
سیدنا عبد اللہ بن عمر رض بیان کرتے ہیں: ”اگر زخم پر پٹی بندھی ہو تو دوران وضو میں پٹی پرمسح کر لیں اور
اس کے ارد گرد کو دھولیں۔“ ②

موزوں اور جرابوں پرمسح کرنا:

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رض فرماتے ہیں:

((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي سَفَرٍ فَاهْوَيْتُ لِأَنْزَعَ خُفْيَيْهِ ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا ، فَإِنِّي
أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ " فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا .)) ③

”ایک سفر میں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے بوقت وضو چاہا کہ آپ کے دونوں
موزے اتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انہیں رہنے دو، میں نے انہیں حالت طہارت میں پہنا
تھا۔ پھر آپ نے ان پرمسح کیا۔“

چنانچہ ارزق بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس رض کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کرتے ہوئے اپنی اون

① تراث و سنت کی روشنی میں فقیہ ادکام و مسائل، ص: ۱۵۔ ② صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ۸۲/۲۷۴۔

③ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، رقم: ۲۰۶۔

کی جرابوں پر مسح کیا۔ میں نے کہا: آپ ان پر بھی مسح کرتے ہیں؟ تو سیدنا انس بن مالک نے فرمایا: ”یہ بھی خفاف یعنی موزے ہیں لیکن اون کے ہیں۔“^۱

پس ثابت ہوا کہ ”جراب“ پاؤں پر چڑھانے والے لباس کو کہتے ہیں، وہ خواہ چڑے کا ہو، سوتی ہو یا اونی، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک نے اس کی وضاحت کر دی۔ پس صحابہ کرام ﷺ کی نسبت، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو جانئے والا کون ہو سکتا ہے؟ لہذا جرابوں پر مسح کیا جائے گا۔

علامہ احمد محمد شاکر جزاک اللہ حديث انس بن مالک کے تحت رقطراز ہیں:

”یہ حدیث قول و فعل سیدنا انس بن مالک پر موقوف ہے، گرہم نے اسے قابل جست تصور کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا انس بن مالک نے صرف فعل پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ صراحتاً جرابوں کو اون کے موزے کے قرار دیا ہے اور سیدنا انس بن مالک بن مالک صاحب لغت صحابی ہیں، اور زبانوں کے اختلاف اور ملک پ اور عجمیت کے اثرات داخل ہونے سے قبل کے لفظ دان ہیں۔ جب وہ وضاحت فرمار ہے ہیں۔ خُف سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بھی قدم کو ڈھانپ لے، چاہے چڑے کی ہو یا غیر چڑے کی۔ لوگوں میں جو یہ وہم گردش کرتا آ رہا ہے کہ موزہ وہی ہو گا جو چڑے کا ہو گا۔ سیدنا انس بن مالک نے وضاحت فرمایا کہ اس کو دور کر دیا۔ شارع علیہ السلام سے جس کی کوئی وضاحت نہیں آئی کہ چڑے کا ہونا ہی موزے کی تعریف ہے۔ سیدنا انس بن مالک کی بات ازروے جست ہزار دفعہ خلیل، ازہری، جوہری اور ابن سید الناس جیسے لفظ دانوں سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے، کیونکہ یہ لوگ اکثر طور پر لغت کی بات کو بغیر سند نقل کرتے ہیں۔ اس کے باوجود علماء ان کی بات کو قابل احتجاج تصور کرتے ہیں اور جو بات مصدر اول صحابی رسول ﷺ سے باسانا صحیح تفسیر امر و مروی ہے۔ وہ بات تو بالاوی قابل اعتقاد ہوئی چاہیے۔“^۲

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

”حضرت انس صحابی اور عربی الاصل ہیں، وہ ”خُف“ کے معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ صرف چڑے کا ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر اس چیز کو شامل ہے جو قدم کو چھپا لے، آپ کی یہ وضاحت معنی کے اعتبار سے نہایت دقیق ہے کیونکہ ان کے نزدیک لفظ ”جوربین“ ”لغوی“، ”ضعی معنی“ کے لحاظ سے“

① الکتبی والاسماء للدولابی: ۱/۱۸، السنن الکبری للبیهقی: ۱/۲۸۵۔

② رسالہ جرابوں پر مسح، از جمال الدین القاسمی، ص: ۱۹ (متجم)۔

”خفین“ کے مدلول میں داخل ہیں اور ”خفین“ پر مجھ میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا جرابوں پر مجھ میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت انس بن مالک کی یہ روایت متعدد طرق سے مردی ہے۔^۱ اور سیدنا ثوبان بن عثمان سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مہم کے لیے ایک فوجی دستہ بھیجا، جنہیں سردی سے تکلیف ہوئی، جب وہ واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے سخت سردی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ:

((أَنْ يَمْسُحُوا عَلَى الْعَصَابِ وَالتسَّاخِينِ .))^۲

”وہ وضو کرتے وقت پکڑیوں اور جرابوں پر مجھ کر لیا کریں۔“

((التساخین)) کا لفظ ”س، خ، ن“ سے مانوذ ہے، جس کا معنی گرم کرنے والی اشیاء ہے، جس میں جرائیں اور موزے داخل ہیں۔

سیدنا ابو موسیٰ الشعري رضي الله عنه فرماتے ہیں: ”یقیناً رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جرقوں پر مجھ کیا۔“^۳ امام ابو داؤد رضي الله عنه فرماتے ہیں: ”علی بن ابی طالب، ابو مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد اور عمرہ بن حریث (رضي الله عنه) جرابوں پر مجھ کرتے تھے اور اسی طرح کی روایات عزیز بن خطاب اور ابن عباس (رضي الله عنهما) سے بھی ہیں۔“^۴

ابن حزم رضي الله عنه نے بارہ صحابہ کرام (رضي الله عنهم) سے جرابوں پر مجھ کرنا ذکر کیا ہے۔ جن میں عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقار، عبداللہ بن عمر و ابوداؤد بن عاصی بھی شامل ہیں۔^۵

ابن المنذر نے کہا: اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ”صحابہ کا اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔“^۶ یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ رضي الله عنه بھی آخر عمر میں جرابوں پر مجھ کے قائل ہو گئے تھے۔ یعنی انہوں نے رجوع کر لیا تھا۔^۷

۱ محلی ابن حزم: ۲/۸۵۔

۲ مسنند احمد: ۵/۲۷۵، مسنون ابو داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۴۶۔ حدث البانی رضي الله عنه نے اسے ”مجھ“ کہا ہے۔

۳ مسنون ترمذی، کتاب الطهارة، رقم: ۹۹۔ مسنند احمد: ۴/۲۵۲۔ مسنون ابن ماجہ، کتاب الطهارة، رقم:

۴ سنن ابو داؤد، رقم: ۱۵۹۔ حدث البانی نے اسے ”مجھ“ کہا ہے۔

۵ سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، تحت الحدیث: ۱۵۹۔ علامہ البانی رضي الله عنه نے اسے ”حسن مجھ“ کہا ہے۔

۶ المحلی: ۱/۶۱۳۔

۷ الأوسط لابن المنذر: ۱/۴۶۴، ۴۶۵۔

۸ اللباب: ۱/۱۶۰۔



ملام غینانی لکھتے ہیں:

((وَعَنْهُ أَنَّهُ رَجَعَ إِلَى قَوْلِهَا وَعَلَيْهِ الْفَقْوَى .)) ۱

”اور امام صاحب سے مردی ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول پر رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔“

امام ترمذی رض سے مردی ہے کہ صالح بن محمد ترمذی نے کہا کہ میں نے ابو مقاتل سرقندی سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ”میں امام ابو حنیفہ کے پاس ان کے مرض الموت میں موجود تھا، چنانچہ آپ نے پانی ملنگوایا اور وضو کیا، جب کہ آپ نے جراہیں پہن رکھی تھیں، جوتا نہیں پہنا تھا، لیکن آپ نے جرابوں پر مسح کیا، پھر فرمانے لگے: آج میں نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا کرتا تھا کہ میں نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔“ ۲

امام ترمذی رض فرماتے ہیں: ”جرابوں پر مسح کے جواز کے قائلین کئی اہل علم ہیں، ان میں سے سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق قابل ذکر ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ ابن باز رض فتاویٰ ابن باز (۳۶/۱) میں رقمراز ہیں کہ موزوں اور جرابوں پر مسح جائز ہے۔

جو توں پر مسح کرنا:

أن جرتوں پر جو پاک صاف ہوں، مسح کرنا جائز ہے۔ چنانچہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رض فرماتے ہیں:

”يَقِينًا رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَمَّلُ وَضْوِيَّةً وَجَرَاتَ وَجَرَاتَ مَسْحٍ كَيْا۔“ ۳

اور سیدنا ابوالاشعری رض بیان فرماتے ہیں:

”بِلَا شَهْرٍ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَمَّلُ وَضْوِيَّةً وَجَرَاتَ وَجَرَاتَ مَسْحٍ كَيْا۔“ ۴

مسح کرنے کا طریقہ:

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پانی سے ترکر کے پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کر لیں۔ سیدنا مغیرہ

. ۱ الہدایۃ: ۶۱/۱

۲ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی المسح علی الجوریین والنعلین، تحت حدیث، رقم: ۹۹، طبع مکتبۃ الہمارب للنشر والتوزیع، الرياض.

۳ سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۵۹۔ سنن ترمذی، کتاب الطهارة، رقم: ۹۹۔ امام ترمذی نے اسے ”حسن صحیح“ اور علامہ البانی رض نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

۴ سنن ابن ماجہ، کتاب الطهارة، رقم: ۵۶۰۰۔ علامہ البانی رض نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔



بن شعبہؑ فرماتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ موزوں کے اوپر ظاہر والے حصے پر مسح کرتے تھے۔“^۱
سیدنا علیؑ سے مردی ہے کہ ”اگر دین محض انسانی رائے سے بنتا تو پھر محض علی الخفین میں پاؤں کی پخی
جانب مسح کیا جاتا اور یہ زیادہ درست تھا کہ پاؤں کے ظاہر والے حصے پر مسح کیا جائے۔ جب کہ میں نے رسول
الله ﷺ کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر ظاہر والے حصے پر مسح کرتے تھے۔“^۲

مسح کی مدت:

سیدنا علیؑ فرماتے ہیں:

((جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِيَالِيهِنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلِيَلَّةَ لِلْمُقِيمِ .))^۳
”رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن رات مسح کی مدت مقرر کی۔“
فتوث: مسح کی مدت پہلے مسح سے شمار ہوگی۔ اگر جو را میں اور موزے پہن کر سفر شروع کر دیا تو مسافر
والی مدت تک مسح کریں اور اگر سفر میں مسح شروع کیا ہے اور گھر آگئے ہیں تو مقیم کی مدت تک مسح کریں گے،
یعنی اگر مسح کرتے ہوئے مقیم کی مدت سے اوپر وقت ہو گیا ہے تو مسح نہ کریں۔^۴
حالت جنابت میں مسح کا حکم:

جنبی ہونا مسح کی مدت ختم کر دیتا ہے۔ سیدنا صفوان بن عمالؓ فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَافِرًا أَنْ لَا نَتْرَعَ خَفَافَاتِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
وَلِيَالِيهِنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ .))^۵

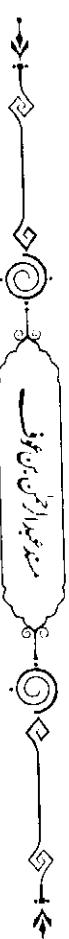
”رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم سفر میں تین دن رات تک پاخانہ، پیشتاب اور نیند
کی وجہ سے اپنے موزے نہ اتاریں، لیکن جبکہ ہونے پر اترنے ہوں گے۔“

۱ سنن ترمذی، کتاب الطهارة، رقم: ۹۸۔ سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۶۱۔ امام ترمذی نے اسے
”حسن“ اور علامہ البانیؑ نے اسے ”حسن مسح“ کہا ہے۔

۲ سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۶۲۔ سنن دارقطنی: ۱/۲۷۶۔ بلوغ المرام، رقم: ۵۵۔ حافظ ابن حجر
اور محدث البانیؑ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

۳ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ۲۷۶۔ ۴ الکافی لابن قدامة: ۱/۸۰۔

۵ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، رقم: ۹۶۔ سنن نسائی، کتاب الطهارة، رقم: ۱۲۷۔ سنن ابن ماجہ،
رقم: ۴۷۸۔ ابرواء الغلیل، رقم: ۱۰۴۔ علامہ البانیؑ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔



۶۶۵

[41] حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُمَرُ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي قَاصُ فِلَسْطِينَ ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ ، يَقُولُ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : ثَلَاثَةٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ حَالِفًا عَلَيْهِنَّ : لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا ، وَلَا يَعْفُو عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ ، إِلَّا رَفِعَهُ اللَّهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسَالَةٍ ، إِلَّا فَتْحَ اللَّهِ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ .

تخریج الحديث مسند احمد: ۱۹۳/۱، مسند ابی یعلی، رقم: ۸۴۹، صحیح ترغیب

وترہیب: ۸۱۴، معجم صغیر طبرانی، رقم: ۱۴۲۔

ترجمة الحديث فلسطین کے کسی قصہ گو شخص نے بیان کیا، کہا کہ: میں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض سے کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! میں حلف اٹھا کے کہتا ہوں: مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، لہذا صدقہ کیا کرو، اگر کوئی آدمی ظلم کے بدے معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عزت میں بلندی دے گا ایسا طریکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مطلوب ہو اور اگر کوئی آدمی بھیک مانگنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھوں دیتا ہے۔

[42] حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيهِ سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي قَاصُ فِلَسْطِينَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ ، يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ لَحَالِفًا عَلَيْهِنَّ لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا ، وَلَا يَعْفُو رَجُلٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا رَفِعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلَا يَفْتَحُ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ بَابَ مَسَالَةٍ إِلَّا فَتْحَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ .

تخریج الحديث انظر ما قبله.

ترجمة الحديث فلسطین کے کسی قصہ گو شخص نے بیان کیا، کہا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ کہہ رہے تھے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر ان چیزوں پر میں حلف اٹھاؤں (تو میری بات درست ہے)، صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، اگر کوئی آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کسی ظلم کے بدے درگزرا کرتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

اس کی عزت بلند کرے گا اور اگر کوئی آدمی بھیک مانگنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستحبہ ہوتے ہیں:

① صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص صدقہ و خیرات اللہ کی خوشنودی کے لیے کرتا ہے، تو اللہ کا وحدہ ہے کہ وہ اُسے اس کا بدلہ کئی گناہ بڑھا کر دیتا ہے اور با اوقات وہ بڑھ کر سات سو گناہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ زَكَوْنَةً يُرَبُّوْنَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يُرَبُّوْنَ عَنْدَ اللَّهِ وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ زَكَوْنَةً تُرَبَّدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴾ (الروم: ۳۹ / ۳۰)﴾

اور تم لوگ جو سود دیتے ہو، تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو جائے تو وہ اللہ کے زد یک نہیں بڑھتا، اور تم لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے، ایسے ہی لوگ اسے کئی گناہ بڑھانے والے ہیں۔“

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الْزَرِيقِينَ ﴾ (السباء: ۳۹ / ۳۴)﴾

”اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔“ معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے سے مال میں کم نہیں ہوتی۔ کیونکہ صدقہ کی جگہ اللہ تعالیٰ اور مال دے دیتا ہے۔ بعض اوقات اس مال کو بڑھا دیتا ہے۔

② اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو معاف کر دینے کی وجہ سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اضافہ دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہو گا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: ((وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًا .))

”اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی بدولت بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔ جنگ احمد میں کافروں نے نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید کیے، سر پھوڑا، حضور ﷺ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ ﷺ نے عرض کیا کہ ان پر بد دعا فرمائیے، نبی ﷺ نے فرمایا: میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے مجھے لوگوں کو

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۶۵۹۲۔

۶۰

اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے، اس کے بعد یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، وہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ ①

② اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام نے بھیک مانگنے کی نہ مت کی ہے۔ بھیک مانگنے سے انسان غنی نہیں بن سکتا۔ اصل غنی تو دل کی غنی ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اے لوگو! سبھے لوالج فقیری ہے اور لوگوں سے نامید رہنا غنا ہے اور (یہ حقیقت ہے) جب کوئی شخص لوگوں سے امیدیں وابستہ نہیں رکھتا تو وہ ان سے مستغفی ہو جاتا ہے۔ ③

حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ((مَا يَرَأُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَجَةٌ لِحَمِيمٍ)) ④

"ایک شخص (باد جود غنا کے) لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت بالکل نہیں ہو گا۔"

[43] حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي رَوَادِ ، عَنْ رَجُلٍ ، لَمْ يُسْمِمْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغْلِبُنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى أَسْمَعِ صَلَاتِكُمُ الْعِشَاءَ ، وَإِنَّمَا يُعْتَمُ أَصْحَابُ الْإِبْلِ .

تخریج الحديث

انظر ما بعده.

ترجمة الحديث غیر معروف شخص نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا، کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعراب تم پر تمہاری عشاء کی نماز کے نام پر غلبہ حاصل نہ کر جائیں۔ اونٹوں والے (عشاء کے وقت دیر سے) اونٹیوں کا دودھ دو جائے ہیں (اور وہ اس نماز کو عتمتہ کہتے ہیں، کہیں وہ لوگ یہی نام مشہور نہ کر دیں)۔

[44] حَدَّثَنَا عَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَمَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَادِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَيْخٌ ، مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ يُقَالُ لَهُ غَيْلَانٌ ، عَنْ عَبْدِ

❶ الشفاء للقاضي عياض، ص: ۴۷۔ ❷ المشكاة، كتاب الزكاة، رقم: ۱۸۵۶۔

❸ صحيح بخاري، كتاب الزكاة، رقم: ۱۴۷۴، صحيح مسلم، رقم: ۱۰۴۰ / ۱۰۴۰، سنن النسائي، رقم ۲۵۸۵، مسنده أحمد: ۱۵/۲۔

الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَغْلِبُنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ فَإِنَّهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ الْعِشَاءِ، وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الْعَتَمَةُ لِإِعْتَامِ الْإِبْلِ أَحْلَابَهَا.

تخریج الحديث

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب وقت العشاء و تاخیرہا، رقم: ۶۴۴، سنن ابو داؤد، رقم: ۴۹۸۴، سنن نسائی، رقم: ۵۴۱، سنن ابن ماجہ، رقم: ۷۰۴، مسند احمد: ۱۰/۲، صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۳۴۹، صحیح ابن حبان، رقم: ۱۵۴۱، مسند شافعی: ۱/۲۸، معجم اوسط للطبرانی، رقم: ۷۳۹۱۔

ترجمة الحديث

اہل طائف کے غیلان نامی بوڑھے شخص نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے روایت کی۔ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعراب تم پر تمہاری نماز کے نام پر غلبہ حاصل نہ کر جائیں، یہ اللہ عزوجل کی کتاب میں نماز "عشاء" ہے، اس کا نام "العتمة" اور نیوں کا دودھ عشاء کے وقت دیر سے دو بنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

شرح الحديث

قرآن مجید میں عشاء کی نماز کا ذکر اس کے نام کے ساتھ آیا ہے، جہاں یہ حکم ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد پنجے اور غلام بھی اجازت لے کر گھر اور کمرے میں آئیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اَهْمُوا... . عَوْنَتْ لَكُمْ ط﴾ (النور: ۵۸/۲۴) بدھی لوگ نماز مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ سے موسم کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "لَا تَغْلِبُنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ" "بدھیوں کی اصطلاح غالب نہیں ہونی چاہیے" بلکہ ان کو مغرب اور عشاء ہی کے ناموں سے پکارا جائے۔ عتمہ وہ باقی دودھ جوانثی کے تھنوں میں رہ جاتا اور تھوڑی رات گزرنے کے بعد اسے نکالتے۔ بعض اہل لفت نے کہا کہ عتمہ کے معنی رات کی تاریکی تک دیر کرنا چونکہ اس نماز کا وقت یہی وقت ہے۔ اس لیے اسے عتمہ کہا گیا۔ بعض احادیث میں نماز عشاء کو عتمہ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے درجہ جواز دیا گیا۔ مگر بہترین ہے کہ لفظ عشاء ہی سے پکارا جائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت آپ نے اس خیال سے کی عشاء کے معنی لفت میں تاریکی کے ہیں اور یہ شفقت ڈوبنے کے بعد ہوتی ہے۔ پس اگر مغرب کا نام عشاء پڑھائے تو احتمال ہے کہ آئندہ لوگ مغرب کا وقت شفقت ڈوبنے کے بعد سمجھنے لگیں۔

۱ فتح الباری: ۵۸-۵۹، طبع دارالسلام، پاکستان۔

[45] حَدَّثَنَا أَبُو بُكْرُ بْنُ أَبِي شَيْعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَيْقِيْقِ قَالَ: كَانَ بَيْنَ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: إِنِّي وَاللَّهِ مَا فَرَزْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، وَلَا تَخَلَّفْتُ عَنْ بَذِيرٍ، وَلَا خَالَفْتُ سُنَّةَ عُمَرَ، قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُثْمَانُ: أَمَّا قَوْلُكَ فَرَزْتُ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَدْ صَدَقْتَ، فَقَدْ عَفَأْتَ عَنِّيْ، وَأَمَّا سُنَّةُ عُمَرَ فَوَاللَّهِ مَا أُطِيقُهَا آنَا وَلَا أَنْتَ.

تخریج الحديث مسنند بزار: ۲، رقم: ۳۹۵، مسنند احمد: ۱/۵۸، رقم: ۴۹۰، مجمع الزوائد: ۹/۹۵.

ترجمة الحديث شفیق نے بیان کیا، کہا کہ حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوفؑ کے درمیان کوئی رنجش ہو گئی، چنانچہ حضرت عبد الرحمنؑ نے ان کی طرف پیغام بھیجا: بلاشبہ اللہ کی قسم! میں حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ نہیں تھا، اور بدر سے پیچھے رہا اور نہ، ہی امیر عمرؑ کی سنت کی مخالفت کی۔ (راوی نے) کہا: تو حضرت عثمانؑ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کا یہ کہنا کہ میں حنین کے دن بھاگ گیا تو تم نے یقیناً سچ کہا، مگر (اللہ نے) مجھے معاف کر دیا تھا اور جو امیر عمرؑ کی سنت کا معاملہ ہے تو اللہ کی قسم! انه تو اس کی طاقت رکھتا ہے اور نہ میں۔

شرح الحديث پس منظر: جناب عبد الرحمن بن عوفؑ اور حضرت عثمانؑ کے درمیان حالات کشیدہ تھے، ایک دن حضرت عبد الرحمنؑ کی ملاقات ولید بن عقبہ سے ہوئی۔ تو ولید نے کہا: مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ امیر المؤمنین عثمانؑ کی مخالفت کرتے ہیں؟ چنانچہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؑ نے فرمایا: تم میری طرف سے عثمانؑ کو پیغام دینا کہ میں نے احمد سے فرار اختیار نہیں کیا تھا، اور نہ میں بدر سے پیچھے رہا اور نہ میں نے امیر عمرؑ کی سنت کو ترک کیا ہے۔ پس وہ گئے اور حضرت عثمانؑ کو حضرت عبد الرحمن بن عوفؑ کا پیغام پہنچایا۔

دراصل اس پیغام کے ذریعے حضرت عبد الرحمن بن عوفؑ نے امیر المؤمنین عثمانؑ پر یہ اعتراض کیے

تھے کہ:

(۱) آپ نے احمد کے دن فرار اختیار کیا تھا۔ (۲) آپ نے بدر میں شرکت بھی نہیں کی تھی۔ (۳) آپ بیعت رضوان میں شریک نہیں تھے اور (۴) آپ نے امیر عمرؑ جیسا زہد، فکر آخوت، رعیت کا خیال، فادافی الارض کا خاتمه نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؑ نے ان کی غلط فہمی کے ازالہ کے لیے صفائی پیش کرتے ہوئے

اسی قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ: ① احمد کے دن مدینہ کی طرف بھاگنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلُوا مِنْكُمْ يَوْمَ الْجَمْعِ إِنَّمَا أَسْتَرَ لَهُمُ الشَّيْطَنُ بِعَضُّ مَا كَسَبُوا وَ
لَقَدْ عَفَ اللَّهُ عَنْهُمْ طَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ حَلِيلٌ﴾ (آل عمران: ۱۵۵)

”تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیچہ دکھائی، جس دن دونوں جماعتوں کی مذہبیز ہوئی تھی یہ

لوگ اپنے بعض کرتوں کے باعث شیطان کے پھلانے میں آگئے لیکن یقین جاؤ کہ اللہ تعالیٰ

نے انہیں معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ بخششے والا بربار ہے۔“

لہذا اس وجہ سے مجھ پر عیوب لگانا درست نہیں۔ اور ② بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی جو بات ہے

وہ تو مجھے جناب رسول کریم ﷺ نے مشرکین کی طرف اپنا سفیر مقرر کر کے بھیجا اور مسلمانوں میں میرے قتل کی

اوہاہ پھیلی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو مشرکین سے قاتل کے سلسلہ میں بیعت کی دعوت دی اور آپ ﷺ

نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق ارشاد فرمایا: ”یہ عثمان کا ہاتھ ہے“ اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر عثمان ﷺ کی طرف سے بیعت کی۔ اور یاد رہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا بیان ہاتھ لوگوں کے دائیں ہاتھوں سے افضل

ہے۔ ③ اور بدر سے پیچھے رہنے کا جو اعتراض ہے دراصل رقیہ بنت رسول ﷺ (میری زوجہ محترمہ) یہاں میں

بتلا تھیں۔ تو مجھے جناب رسول کریم ﷺ نے ان کی تیار داری کے لیے گھر پر رکنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ان

کی وفات ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے مال نعمتیت میں میرے لیے حصہ مقرر فرمایا تو گویا میں شریک بدر شمار کیا

گیا۔ اور ④ رہی سنت عمر بن الخطاب کو ترک کرنے کی بات تو میں نے سنت عمر کو چھوڑا نہیں، بلکہ (وہ بہت نیک،

زاہد، رعایا کا خیال رکھنے والے، عادل، فساد فی الارض کو ختم کرنے والے، فتنوں کا سد باب کرنے والے شخص

تھے) میں اور تم اس کی رعایت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ⑤

﴿إِنَّ لِلَّهِ أَمَةً قَدْ خَلَقْتَ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

(البقرة: ۱۴۱/۲)

اس چیز کو بنیاد بنا کر روافض صحابہ کرام ﷺ کو سب و شتم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خبث باطن کی تردید کے لیے تفصیل مرید:

۱۱) عثمان بن الخطاب اور غزوہ بدر:

جب مسلمان غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے اس وقت عثمان بن الخطاب کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت حبیب کی یہاں پیچک کی یہاں میں

۱) مسند احمد: ۱/۶۸، رقم: ۴۹۰، مسند بزار: ۲/۳۴، رقم: ۳۸۰، رقم: ۳۹۵۔

۶۶

بنتا تھیں۔ لیکن اس کے باوجود جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے قریش کے تجارتی قالے کو چھیننے کے لیے نکلنے کا حکم دیا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعییل میں جلدی کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کر دیا، اور رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کے لیے ان کو گھر پر محترمہ صابر و طاہرہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں رہے۔ جب مرض بڑھ گیا اور موت کے آثار نمودار ہوئے اس حالت میں رقیہ رضی اللہ عنہا کو جب کہ بموت نے انھیں گھیر رکھا تھا اپنے والدہ محترمہ رسول اللہ ﷺ جو بدر میں مشغول تھے اور اپنی ہمیشہ نسبت میں دیدار کے انتہائی شوق میں بے تاب تھیں، جو مکہ میں تھیں۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنسوؤں کے ساتھ ان پر عکشی لگائے ہوئے تھے اور جیسے غم سے دل پھٹا جا رہا تھا۔^①

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کے ساتھ موت کو بیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملیں، رسول اللہ ﷺ کا دیدار نہ ہوسکا۔ آپ ﷺ میدان بدر میں صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کے عمل میں مشغول تھے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہ کر سکے۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تھبیز و تکفیر ہوئی، لوگ آپ کے پاک جسم کو کندھوں پر اٹھا کر قبرستان روانہ ہوئے، آپ کے شوہر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم میں پیچھے پیچھے چلتے، جب جنازہ "بیقع" پہنچ گیا آپ کو وہاں فن کر دیا گیا، لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ کو فن کر کے جب لوگ واپس آرہے تھے تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ روزگار رسول اللہ ﷺ کی اونٹی پر سوار ہو کر فتح و نصرت کا مژده جانفرزا لے کر مدینہ پہنچے، اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سلامتی اور مشرکین کے قتل و قید کی خوشخبری سنارہے تھے۔ مسلمانان مدینہ کے چہروں پر فتح و نصرت کی ان خبروں سے خوشی الہم آئی، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھے لیکن رقیہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا غم چھپا نہ سکے۔

مدینہ واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو رقیہ رضی اللہ عنہا کے وفات کی خبر ملی، آپ بیقع تشریف لے گئے، ان کی قبر پر کھڑے ہو کر آپ نے بخشش و غفران کی ان کے لیے دعا کی۔^②

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے بزرگی یا راہ فرار اختیار کرتے ہوئے پیچھے نہیں ہوئے تھے۔ جیسا کہ اہل بدعت کا زعم بالطل ہے، اور نہ ہی ان کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی مخالفت تھی، جو فضیلت اہل بدر کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں میدان بدر میں حاضری کی وجہ سے حاصل ہوئی وہ فضیلت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہوئی کیوں کہ آپ ﷺ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوسروں کی طرح روانہ ہوئے تھے، لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر

^① نساء اہل الہیت، احمد خلیل جمعہ: ۴۹۱-۵۰۴.

^② دماء علی فیضیع عثمان بن عفان، ص: ۲۰.

رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے ان کو واپس کر دیا تھا، لہذا آپ کا بدر سے پیچھے رہنا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمائیں برداری میں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے حصہ مقرر کیا، اور اس طرح آپ اہل بدر کے ساتھ مال غنیمت، فضیلت اور اجر و ثواب میں شریک رہے۔ ①

عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے روایت ہے کہ ایک شخص مصر سے حج کے لیے آیا اور ان عمر بن جعفر سے کہا میں آپ سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں اللہ واسطے آپ مجھے بتائیں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بدر سے غائب رہے اور شریک نہ ہوئے؟ عبد اللہ بن عمر بن جعفر نے فرمایا: ہاں لیکن بدر سے ان کا غائب ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کی زوجیت میں رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر (رقیہ رضی اللہ عنہا) بیمار تھیں، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انھیں رکنے کا حکم دیا، اور فرمایا: تمہیں بدر میں شریک ہونے والے کے برابر اجر و ثواب اور حصہ ملے گا۔ ② اور ابووالک، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وجہ سے پیچھے رہا اور رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں میرے لیے حصہ مقرر فرمایا۔ اور زائدہ اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حصہ مقرر کیا تو گویا وہ شریک رہا۔ ③ اور عثمان رضی اللہ عنہما کا شمار بالاتفاق بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔ ④

عثمان رضی اللہ عنہما اور غزوہ وہ احمد:

غزوہ وہ احمد کے اندر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ابتدائی مرحلہ میں فتح نصیب فرمائی، اور مسلمانوں کی تلواریں مشرکین کی گردن پر اپنا کام کرتی رہیں، مشرکین کو ہزیمت و شکست میں شکست نہ رہا اور مشرکین کے پرچم بدراریکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے قتل ہوتے رہے، اور پرچم سے قریب ہونے کی ہمت کسی میں باقی نہ رہی، اب مشرکین شکست خورده ہو چکے تھے اور خواتین جو گاگا کر دف بجا بجا کر ہمت دلا رہی تھیں سب کچھ چھوڑ کر آہ و بکا کرنے لگیں، اور دف وغیرہ پھینک کر خوفزدہ ہو کر پنڈ لیاں کھولے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں..... لیکن اچاک معرکے کا توازن بگز گیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن تیر اندازوں کو پہاڑ کے اوپر مقرر کیا گیا تھا اور ان کی ڈیوبنی لگائی گئی تھی کہ معرکہ کا نتیجہ کچھ بھی ہوا پنی جگہ کونہ چھوڑیں ان میں سے چند کے علاوہ بقیہ نے اپنی جگہ چھوڑ دی، اور پہاڑی سے اتر کر دوسروں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ تب تک

① کتاب الامامة والرد على الرفضة، الأصبهاني، ص: ۳۰۲۔

② صحيح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي، رقم: ۳۶۹۸۔

③ الامامة والرد على الرافضة، ص: ۳۰۴۔ ④ عثمان بن عفان، صادق عرجون، ص: ۴۷۔

خالد بن ولید نے جو قریشی شہسواروں کے قائد تھے موقعِ غنیمت جانتے ہوئے شہسواروں کو لے کر عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اولاً جو پہاڑی پر تیر انداز باقی تھے جن میں عبد اللہ بن جبیر رض بھی تھے جو تیر اندازوں کے امیر تھے، انھیں قتل کیا پھر جو مسلمان بالکل غافل تھے اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے خالد بن ولید نے ان پر دھاوا بول دیا، مسلمان اس اچاک محلے سے اضطرابی کیفیت میں بھٹکا ہو گئے اور ان کا ایک گروہ مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، انھیں میں عثمان بن عفان رض بھی تھے، یہ لوگ اس وقت تک واپس نہ ہو سکے جب تک کہ جنگِ ختم نہ ہوئی، اور دوسرا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی قتل کی افواد سن کر حیران و پریشان ہو کر رہ گیا، اور تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے ساتھ ڈنار ہا۔ پہلے گروہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلُّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَّقْوَىِ الْجَمِيعُونَ إِنَّمَا أَنْتَرَزَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ بِعْضٌ مَا كَسَبُوا وَ إِنَّمَا عَفَّ اللَّهُ عَنْهُمْ طَإِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ حَلِيمٌ﴾ (آل عمران: ۱۵۵)

”تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیچھے دکھائی، جس دن دونوں جماعتوں کی مذبھیز ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتونوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آگئے لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا اور تحمل والا۔“

جب اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف کر دیا تو پھر مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کوئی التباس باقی نہیں رہا لہذا اس کے بعد عثمان رض پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔ ①

❸ حضرت عثمان اور بیعت الرضوان

بیعتِ رضوان کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے حدیبیہ کے مقام پر نزول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے سوچا کہ ایک خصوصی سفیر قریش کے پاس روانہ فرمائیں جو ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے مقصد و موقف کی وضاحت کر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم صلح و آشتی کا پیغام لے کر آئے ہیں قاتل کا کوئی ارادہ نہیں، مقامات مقدسہ کے احترام کے آپ حریص ہیں، عمرہ کرنے آئے ہیں، عمرہ ادا کر کے مدینہ واپس ہو جائیں گے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے عثمان رض کو بلا یا اور فرمایا: تم قریش کے پاس جاؤ اور انھیں بتاؤ کہ ہم کسی سے قاتل کرنے نہیں آئے ہیں، ہم خانہ کعبہ کی زیارت اور اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے آئے ہیں، ہماری ساتھ ہدی کے جانور ہیں ہم انھیں ذبح کریں گے اور واپس ہو جائیں گے۔ عثمان رض اس مہم پر روانہ ہوئے، بلدج مقام پر پہنچے تو قریش کے لوگ انھیں وہاں ملے، انہوں نے آپ سے سوال کیا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے تمہارے ❶ ذوالنورین مع النبی، د: عاطف لمامۃ، ص: ۳۲۔

پاس بھیجا ہے۔ وہ تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ناہر اور اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو تم ان کا راستہ چھوڑ کر خاموش ہو جاؤ، دوسروں کو اس کے لیے چھوڑ دو، اگر وہ محمد ﷺ پر غالب آگئے تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور اگر محمد ﷺ غالب آگئے تو پھر تمہیں اختیار ہو گا چاہے تم اس دین میں داخل ہو جاؤ جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں یا پھر تم ان سے اس حالت میں قاتل کرو جب کہ تمہاری تعداد زیادہ ہو اور قوت و طاقت حاصل ہو، کیون کہ فی الحال جنگ نے تمہیں کمزور کر دیا ہے اور سور ماوں کو موت کے گھاث اتار دیا ہے۔ عثمان بن عفیٰ اپنی گفتگو جاری رکھے ہوئے تھے جو کفار کو ناگوار گزر رہی تھی، وہ آپ کی باتوں کو یہ کہہ کر نالئے جاتے تھے کہ جو آپ کہہ رہے ہیں ہم نے سن لیا ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ وہ زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، آپ واپس جائیں اور اپنے ساتھی سے کہہ دیں وہ یہاں نہیں آسکتے۔ یہ موقف دیکھ کر ابان بن سعید بن العاص نے آپ کو خوش آمدید کیا اور پناہ دی اور کہا آپ اپنی مہم سے رکیں نہیں پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور عثمان کو اپنے ساتھ سوار کر لیا اس طرح عثمان بن عفیٰ مکہ میں داخل ہوئے۔ فردا فردا سرداران قریش سے ملاقات کی۔ ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ وغیرہم جن سے بلدج میں ملاقات کی تھی، اور وہ لوگ جن سے صرف مکہ میں ملاقات ہوئی سب ہی آپ کی بات کو یہ کہہ کر نالئے رہے کہ ”محمد بھی بھی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔“^۱ مشرکین نے حضرت عثمان بن عفیٰ سے پیش کش کی وہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔^۲

حضرت عثمان بن عفیٰ نے مستضعفین مکہ کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا، اور جلد مشکلات سے نجات پانے کی بشارت سنائی۔^۳ اور ان سے زبانی پیغام رسول اللہ ﷺ کے نام لیا جن میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو ذات آپ ﷺ کو حدیبیہ پہنچا سکتی ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ آپ کو مکہ کے اندر داخل کر دے۔^۴

ابھی آپ ﷺ مکہ ہی میں اپنی مہم میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ عثمان بن عفیٰ قتل کر دیئے گئے، ان حالات کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو مشرکین سے قاتل کے سلسلہ میں بیعت کی دعوت دی، صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہاتھوں پر

^۱ زادالمعاد، ابن القیم: ۲۹۰ / ۳، السیرۃ النبویة، ابن هشام: ۳۴۴ / ۳.

^۲ زادالمعاد: ۲۹ / ۳.

^۳ زادالمعاد: ۲۹۰ / ۳.

^۴ غزوة الحدباء، ابو فارس، ص: ۸۵.

موت کی بیعت کی۔ ①

سب سے پہلے آپ ﷺ کے دست مبارک پر ابوحنان عبد اللہ بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہیں نے بیعت کی ② اس کے بعد تمام لوگوں نے بیعت کی۔ ③

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دامیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: ”یہ عثمان کا ہاتھ ہے“ اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ ④

اس موقع پر درخت کے نیچے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی ان کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ ⑤

قرآن کریم میں ان نفوس قدیمه کا تذکرہ آیا ہے جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی، اور قرآن و حدیث کے بہت سے نصوص میں ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ لِذِيْلَىٰ يَعْوَنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتَحَاقِرِيْمًا﴾ (الفتح: ۱۸ / ۴۸)

”یقیناً اللہ تعالیٰ مونموں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اللہ نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انھیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے روز ہم سے ارشاد فرمایا:

((أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ .))

”تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو۔“

اس وقت ہم ایک ہزار سو تھے اگر میری بیٹائی کام کرتی تو میں تھیں اس درخت کا مقام دکھادیتا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ ⑥

① صحيح بخاری، کتاب المغازي، رقم: ۴۱۶۹۔

② السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ، ص: ۴۸۶۔

③ السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ، ص: ۴۸۶۔

④ صحيح السیرۃ النبویۃ، ص: ۴۰۴۔ ⑤ السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ، ص: ۴۸۲۔

⑥ صحيح مسلم، کتاب الإمارۃ، رقم: ۴۸۱۱۔

یہ حدیث اصحاب شجرہ کی فضیلت میں صریح ہے اس وقت کہ مدینہ وغیرہ میں مسلمان موجود تھے۔ اس سے بعض شیعہ نے حضرت عثمان بن علی پر حضرت علی بن علی کی فضیلت پر استدلال کیا ہے بایس طور پر کہ اس وقت علی بن علی مخالفین اور ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس وقت عثمان بن علی نہ تھے، لیکن یہ استدلال باطل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن علی کی طرف سے بیعت کی تھی، لہذا عثمان بن علی اس خیریت میں ان کے مساوی قرار پائے اور حدیث میں بعض کو بعض پر فضیلت دینی مقصود نہیں ہے۔ ①

حدیبیہ کے سلسلہ میں محبت طبری نے عثمان بن علی کے چند خصائص کا تذکرہ کیا ہے:

① جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس وقت عثمان بن علی موجود نہ تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔

② عثمان بن علی نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام مکہ میں قیدی مسلمانوں تک پہنچایا۔

③ ترک طواف کے سلسلہ میں ان کی موافقت کی شہادت رسول اللہ ﷺ نے دی۔ ②

④ ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرا ہاتھ پر رکھ کر عثمان بن علی کی طرف سے بیعت کی تو لوگوں نے کہا: ابو عبد اللہ کو بحالت امن طواف مبارک ہو، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تک میں طواف نہ کروں عثمان طواف نہیں کر سکتے۔ ③

یہ اتهام لگا کر لوگوں نے عثمان بن علی پر ظلم ڈھایا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت میں شرکت نہیں کی اور غائب رہے۔

ارکان خلافت کو ڈھانے کے لیے فتنہ رچا گیا اور اس سلسلہ میں جو اتهامات عثمان بن علی پر باندھے گئے انھیں میں سے ایک اتهام یہ بھی ہے۔ ④

حضرت انس بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن علی کو مکہ بھیج رکھا تھا، لوگوں نے بیعت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عثمان اللہ رسول کی ضرورت میں لگے ہیں، پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرا ہاتھ پر مارا، عثمان بن علی کے لیے رسول

۱ فتح الباری: ۷/۴۴۲۔ ۲ الریاض النصرة فی مناقب العشرة، ص: ۴۹۰، ۴۹۱۔

۳ الریاض النصرة فی مناقب العشرة، ص: ۴۹۱۔

۴ ذوالنورین مع النبی، ص: ۳۲۔

اللَّهُ عَلَيْهِ كَا هَاتِهِ لُوْكُوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔
اللَّهُ بِدِيْرَىٰ کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

| ۴۶ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْعَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْهَا عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ: يَا أُمَّهُ ، إِنِّي يُهْلِكُنِي كَثْرَةُ مَالِي ، أَنَا أَكْثُرُ قُرْيَشًِ مَالًا ، قَالَتْ: يَا بُنْتَى ، تَصَدِّقْ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَصْحَابِي مَنْ لَا يَرَانِي بَعْدَ أَنْ أُفَارِقَهُ ، قَالَ: فَخَرَجَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ فَأَقَبَ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ ، فَجَاءَ عُمَرُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: بِاللَّهِ مِنْهُمْ أَنَا؟ قَالَتْ: لَا وَلَنْ أَقُولَ لَا حَدِيدَ بَعْدَكَ.

تخریج الحديث مستند احمد: ۶/۳۱۷ - ۲۹۰، قال شعیب الارتووط: استاده صحيح،

مستند ابی یعلی، رقم: ۷۰۰۳، معجم طبرانی الكبير: ۲۳/۳۹۴، ۹۴۱.

ترجمة الحديث حضرت ام سلمہؓ سے مردی ہے کہ ان کے پاس عبد الرحمن بن عوفؓ تشریف لائے اور عرض کیا: اے اماں جان! میری کثرت مال نے مجھے ہلاک کر دیا ہے۔ میرے پاس اہل قریش میں سب سے زیادہ مال ہے۔ ام سلمہؓ نے فرمایا: اے بیٹھے صدقہ کرو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنائے، میرے صحابہ میں سے ایسا بھی ہوگا جو میرے ساتھ ملاقات کر کے جدا ہوگا تو پھر وہ مجھے کبھی نہیں دیکھے گا۔ (راوی نے) کہا: تو عبد الرحمنؓ نکلے اور سیدنا عمرؓ سے ملاقات کی اور ان کو جو ام سلمہؓ نے کہا تھا وہ بتایا تو سیدنا عمرؓ نے ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کی قسم! وہ تو میں ہوں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، اور میں تمہارے بعد ہرگز کسی کو یہ حدیث نہیں بتاؤں گی۔

شرح الحديث ① صحابہ کرام ﷺ کے پاس دولت آئی تو پھر انہیں یہی فکر لاحق رہتی تھی کہ دولت ہمیں اللہ تعالیٰ سے دور نہ کر دے۔

② اور ام سلمہؓ کے صدقہ کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ دولت ہو تو کثرت سے صدقہ کرنا چاہیے۔

| ۴۷ أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدَ أَبُو الْأَسْوَدِ صَاحِبُ الْكَرَابِيسِيِّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمِّيَّةَ ، قَالَ: حَدَّثَنِي الشَّفَعَةُ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ ، زَارَ مَرِيضًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: أَذْكُرْ كَلَامًا ، قَالَ:

❶ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۰۲، سیر سلف الصالحين: ۱/۱۸۱.

لَا تَقُولُوا هَكَذَا، وَلِكِنْ قُوْلُوا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَادَ مَرِيْضًا: اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ مَا يَجِدُ وَآجِرْهُ فِيمَا ابْتَلَيْتَهُ.

تخریج الحديث استادہ ضعیف فیہ رجل مبهم، المطالب العالية، ق: ۸۴۔

ترجمة الحديث ثقة راوی نے بیان کیا کہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رض رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی مریض کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ (راوی نے کہا) تو انہوں نے کہا: میں ایک کلام ذکر کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اس طرح نہ کہو بلکہ اس طرح کہو جس طرح نبی کریم ﷺ کسی مریض کی عیادت کرتے وقت دعائیے کلمات کہتے تھے: ”اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ مَا يَجِدُ وَآجِرْهُ فِيمَا ابْتَلَيْتَهُ“ ”اے اللہ! اسے جو (بیماری) ہے اسے دور کر دے اور جس آزمائش میں تو نے اسے ڈالا ہے اس سے نجات دے۔“

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

① ”زَارَ مَرِيْضًا“ مریض کی تیارداری کرنا۔ مریض کی تیارداری کرنا اس کا حق ہے اور یہ عمل بروی فضیلت کا حال ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ جب اسے ملے اس پر سلام کہے اور جب دعوت دے تو اسے قبول کرے۔ جب نصیحت طلب کرے تو اس کی خیرخواہی کرے اور جب چینیک مارے اور الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دے، اور جب بیمار ہو تو اس کی تیارداری کرے، اور جب وہ فوت ہو تو اس کے پیچھے جائے (نماز جنازہ ادا کرے)۔
اس کا صلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طَبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَاتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً))

”جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے تم خوش رہو تمہارا چلنا خوش گوارہ ہو اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنا لیا۔“

② ”لَا تَقُولُوا هَكَذَا، وَلِكِنْ قُوْلُوا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ“ سے مراد صحابہ کرام رض کا عمل بالکتاب والجنازہ واضح ہوتا ہے۔

❶ صحيح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۱۶۲، سنن ترمذی، رقم: ۲۷۳۷، مستند احمد: ۲/۳۷۲،

صحیح ابن حبان، رقم: ۲۴۲، الأدب المفرد للبغاری، رقم: ۹۲۵.

❷ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض، رقم: ۹۶۹.

③ مریض کے پاس دعا پڑھنا مسنون عمل ہے۔ صحابہ کرام ﷺ میں جو کوئی بیمار ہو جاتا اس کی عیادت فرمایا کرتے، عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے، بیمار کو تسلی دیتے ”لَا بَأْسَ طُهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ فرمایا کرتے تھے۔ ①

[48] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالْقَانِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مُطَرِّفٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ كَثِيرٍ ، عَنْ رَجُلٍ ، قَالَ : كَانَ كَعْبُ يَقُصُّ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُ : لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيرًا أَوْ مَأْمُورًا أَوْ مُخْتَالًا ، قَالَ : فَأَتَى كَعْبٍ ، فَقَيْلَ لَهُ : ثَكَلْتَكَ أُمُّكَ ، هَذَا عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ يَقُولُ : كَذَا وَكَذَا فَتَرَكَ الْقَصَصَ ، ثُمَّ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَمَرَهُ بِالْقَصَصِ فَاسْتَحَلَّ ذَاكَ بِذَاكَ .

تخریج الحديث معجم طبرانی کیر: ۱۸/۷۶، رقم: ۱۴۰، سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، رقم: ۳۶۶۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب القصص، رقم: ۳۷۵۳، مسنند احمد: ۲/۱۷۸، مسنند احمد: ۲/۳۷۵۳، قال الشیخ الالبانی: صحيح.

ترجمة الحديث ایک آدمی نے روایت کیا، کہا کہ: کعب رض قصہ گوئی کرتے تھے، حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے انہیں کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا: قصہ امیر بیان کر سکتا ہے یا جسے حکم دیا جائے یا پھر فخر و تکبر کرنے والا۔ (راوی نے) کہا: تیری ماں تجھے گم پائے یہ عبد الرحمن بن عوف رض ایسا ایسا کہہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے قصہ بیان کرنے کا عمل ترک کر دیا۔ پھر معاویہ رض نے انہیں قصہ بیان کرنے کا حکم دیا تو بایس وجہ انہوں نے قصہ بیان کرنے کو حلال سمجھا۔

[49] حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مُطَرِّفٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ كَثِيرٍ ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَ : كَانَ كَعْبُ الْأَخْبَارِ يَقُصُّ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ لَا يَقُصُّ إِلَّا مَأْمُورًا أَوْ مُرَأَيِّي ، قَالَ : فَأَتَى كَعْبٍ فَقَيْلَ لَهُ : ثَكَلْتَكَ أُمُّكَ هَذَا عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَتَرَكَ الْقَصَصَ ثُمَّ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَمَرَهُ بِالْقَصَصِ فَاسْتَحَلَّ ذَاكَ بِذَاكَ .

تخریج الحديث انظر ما قبله.

ترجمة الحديث کعب الاحبار قصہ بیان کرتے تھے، حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے کہا: قصہ یا تو

جسے حکم دیا جائے وہ بیان کرتا ہے، یا جو دکھلاوا کرتا ہے۔ انہوں نے (یعنی راوی) کہا کعب آئے اور انہیں کہا گیا، تیری ماں تجھے گم پائے یہ تو عبد الرحمن بن عوف شیخ ایسا ایسا کہہ رہے تھے، اس کے بعد انہوں نے قصہ بیان کرنے کا عمل چھوڑ دیا، پھر معاویہ بن خلیفہ نے انہیں حکم دیا تو بایس وجہ انہوں نے (قصوں کو بیان کرنا) حلال سمجھا۔

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل کا اثبات ہوا:

- ① انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے واقعات بیان کر کے عوام کو عوظ و نصیحت کرنا اہم منصب ہے۔
 - ② اسلامی حکومت میں خطبہ دینا حکمران کا حق ہے۔ مختلف شہروں میں اپنے نائب (گورنر اور مقامی حکام) مقرر کرنا بھی اس کا فرض ہے جو اپنے اپنے مقام پر عوام کی دینی راہنمائی کریں اور انتظامی معاملات کی نگرانی اور راہنمائی بھی کریں۔
 - ③ شرعی امیر کی اجازت کے بغیر عذرا کرنے کا مقصد اپنی علیت کا اظہار ہو سکتا ہے جو ریا کاری ہے۔
 - ④ جب اسلامی سلطنت قائم نہ ہو تو ہر عالم کی دینی راہنمائی کا ذمہ دار ہے لیکن دین کے علم سے بے بہرہ شخص اپنی قوت بیان کر کے زور پر عوام کا قائد بننے کی کوشش کرے گا تو گمراہی پھیلانے کا باعث ہو گا۔
- [50] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَّانُ ، قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا كَانَ بِسَرْعَةِ إِسْتِقْبَلِهِ النَّاسُ وَقَدْ إِشْتَعَلَتِ الْأَرْضُ بِالْوَبَاءِ فَأَشَارُوا عَلَيْهِ بِالرُّجُوعِ وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَائِبًا فَجَاءَ فَقَالَ أَنَا أَحَدُنُكُمْ فَحَدَّثَ مِثْلَ أَسَامَةَ فَرَجَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

تخریج الحديث تخریج گزر چکی ہے۔

ترجمة الحديث زہری نے بیان کیا، کہا: سیدنا عمر بن الخطاب شام کی طرف نکلے، جب "سرع" مقام پر پہنچے، لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور زمین و باء سے بھر کچکی تھی، لوگوں نے انہیں واپس جانے کے لیے اشارہ کہا، اس وقت حضرت عبد الرحمن بن عوف شیخ موجود نہیں تھے، پھر وہ آگئے اور کہا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں، پھر انہوں نے اسامہ کی طرح حدیث بیان کی تو امیر عمر شیخ وابس لوٹ گئے۔

[51] حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنِ الشَّعَّبِيِّ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَبْرُهُ أَرْبَعَةُ أَخْرُونَ عَبْدُ الرَّحْمَنُ بْنُ عَوْفٍ

تخریج الحديث سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب کم یدخل القبر، رقم: ۳۲۰۹، سنن الکبری للبیهقی: ۴/۵۳، مسند ابی یعلی، رقم: ۲۳۶۷، مصنف ابن ابی شیہ، رقم: ۱۱۶۴۴۔

ترجمة الحدیث

شیعی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو چار آدمیوں نے قبر میں اٹارا تھا، ان میں سے آخری عبدالرحمٰن بن عوف ہی تھے۔

شرح الحدیث

①..... نبی کریم ﷺ کی تجمیع و تکفین کی خدمت خاص اعزہ و اقارب نے انجام دی۔ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے پردہ کیا اور حضرت علیؓ نے غسل دیا۔ حضرت عباس ہی بھی موقع پر موجود تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ان ہی نے پردہ بھی کیا تھا جو نکہ اس شرف میں ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے حضرت علیؓ نے اندر سے کواڑ بند کر لیے تھے۔ انصار نے دروازہ پر آواز دی کہ اللہ کے لیے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ واقعی کابیان ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میں کس کا حق نہیں ہے، اس لیے اگر سب کو اجازت دی گئی تو کام رہ جائے گا لیکن (انصار کے اصرار پر) حضرت علیؓ نے اوس ابن خولی انصاریؓ کو جو اصحاب بدر میں تھے اندر بلا لیا، وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے، حضرت علیؓ نے جسم مبارک کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحزوادے قُنم اور فضلؓ نے جسم مبارک کی کروئیں بدلتے تھے اور اسامہ بن زیدؓ پر سے پانی ڈالتے تھے۔ **②**

قباء کے ”غرس“ نامی کنویں کے پانی سے آپ ﷺ کو نہلا�ا گیا، جو کنوں سعد بن خیثہؓ کا تھا اور نبی کریم ﷺ اس کا پانی پیا کرتے تھے۔ **③**

کفن کے لیے پہلے جو کپڑا انتخاب کیا گیا تھا، وہ حضرت ابو بکرؓ کے صاحزوادے عبد اللہؓ نے کیا تھا کیونکہ ایک چادر تھی لیکن بعد کو اتار لی گئی۔ **④** اور تین سوتی سفید کپڑے جو سوول کے بننے ہوئے تھے کفن میں دیے گئے ان میں قیص اور عمادہ نے تھا۔ **⑤**

④..... مدینہ میں دو صاحب قبر کھونے میں ماہر تھے، حضرت ابو عبیدہ جراح اور ابو طلحہؓ حضرت ابو عبیدہؓ نے اسی مکہ کے دستور کے مطابق صندوقی قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہؓ نے مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگوں میں اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اختلاف مناسب نہیں۔

۱ طبقات ابن سعد: ۲/۲۸۰۔

۲ دلائل النبوة للبيهقي: ۷/۲۴۵، طبقات ابن سعد: ۲/۲۸۰۔

۳ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، ص: ۲۰۔

۴ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۶۴، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، رقم:

۵ دلائل النبوة للبيهقي: ۷/۲۴۷، طبقات ابن سعد: ۲/۲۸۲۔

دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے۔ ① جو پہلے آجائے۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ حضرت عباس بن عاصی نے دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجے۔ اتفاق یہ کہ حضرت ابو عبیدہ بن عاصی گھر پر موجود نہ تھے ابو طلحہ بن عاصی آئے اور انہوں نے ہی مدینہ کے رواج کے مطابق قبر کھودی جو لمدی یعنی بغلی تھی۔ چونکہ زمین نعمتی اس لیے جس بستر پر آپ ﷺ نے وفات پائی تھی وہ قبر میں بچھا دیا گیا۔

② جنازہ تیار ہو گیا تو لوگ نماز کے لیے ٹوٹے (جنازہ مجرے کے اندر تھا، باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے) پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے اور پھر غلاموں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی:

((إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصْلُوُنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا يَاهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا صَلَوَاهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا تَسْلِيمًا。 اللَّهُمَّ رَبِّنَا لَبِيكَ وَسَعْدِيْكَ صَلَوَةُ اللَّهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمَقْرِبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالصَّالِحِينَ وَمَا سَبَحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبُّ الْعَالَمِينَ عَلَى مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَسَيِّدِ الْمَرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَقِّينَ وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الشَّاهِدِ الْمُبَشِّرِ الدَّاعِيِّ بِإِذْنِكَ السَّرَاجِ الْمُنِيرِ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ。)) ③

④ پھر بالآخر بده کی رات آپ کو قبر کے حوالے کر دیا گیا۔ ⑤ جسم مبارک کو حضرت علی، فضل بن عباس (اسامہ بن زید اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے قبر میں ایسا رہا۔ ⑥

نَفْسِيُ الْفَداءُ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنُهُ

فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرْمُ

”میری جان فدا ہو اس قبر پاک پر جس میں تو آسودہ خاک ہے۔ اس قبر پاک میں پاک باز اور صاحب جود و سخا ہستی آرام فرمائے۔“

① سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، رقم: ۱۰۵۷۔

② البداية والنهاية: ۵/۲۳۲، طبقات ابن سعد: ۲۹۱/۲، تاریخ الطبری: ۲۱۳/۳۔

③ مواہب اللدنیا، زرقانی، ۸/۲۹۳، مطبوعہ از هریه مصریہ ۱۳۲۸ھ۔

④ السیرة لابن هشام: ۴/۴۱۸۔

⑤ سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، رقم: ۳۲۰۹۔

وَهُنَّا

وہ کتنے ہی درد انگیز لمحات ہوں گے جب سید الانبیاء والرسیلین کو قبر کے حوالے کیا جا رہا ہوگا۔ اس انتہائی درد انگیز وقت کا تصور کر کے کوئی مسلمان اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکتا۔ آئیے ہم آپ کی پیاری محبوب بیٹی سیدۃ فاطمۃ الزہراء رض کے الفاظ میں اس طرح اظہار مطالب کریں اور آنکھوں سے سادوں کی جھٹڑی لگائیں:

شَمْسُ الْعَمَارِ وَأَظْلَمُ الْعَصْرَانِ
 أَسْفَاعَ الْيَهُودِ كَوْفِيرَةُ الرَّجَفَانِ
 وَلَيْبِكِهِ مُضَرٌّ وَكُلُّ يَمَانِ
 وَالْيَيْتُ ذُوا لَأْسَتَارِ وَالْأَرْكَانِ
 يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النَّيْرَانُ
 صَلَى عَلَيْكَ مُنْزِلُ الْقُرْآنِ

”آسمانوں کے کنارے غبار آلوہ ہو گئے، دن کو طلوع ہونے والا سورج پیٹ دیا گیا۔ دن رات کی طرح ہو گئے۔ پیارے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زمین بھی کانپ رہی ہے اور اظہار غم میں پیش ہے۔ مشرق و مغرب آپ ﷺ پر روکیں اور قریشی و یمنی مل کر آنسو بھائیں۔ مقدس فضا والا طور پہاڑ، غلافوں اور رکنوں والا بیت اللہ آپ پر نوحہ کریں۔ اے آخری رسول و نبی جن کا نور باہر کرت اور روز افزوں تھا! قرآن نازل کرنے والا آپ پر حمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔“ ۰

[52] حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ بْنُ عَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارِ ، أَنَّهُ سَمِعَ بَجَاهَةَ ، يُحَدِّثُ جَابِرُ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَدَ مِنَ الْمَجُوسِ الْجِزِيَّةَ حَتَّى شَهَدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسٍ هَجَرَ .

تخریج الحديث سنن ترمذی، کتاب السیر، باب اخذ الجزية من المجوس، رقم: ۱۵۸۷، سنن الدارمی، کتاب السیر باب فی آخذ الجزية من المجوس، مسند احمد: ۱/۱۹۴، مسند حمیدی: ۱/۳۵، رقم: ۶۴، مصنف ابن أبي شيبة: ۶/۴۲۹، رقم: ۳۲۶۴۸.

ترجمة الحديث جابر بن زید نے بیان کیا کہ حضرت عمر رض میتوں سے جزیہ نہیں لیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے شہادت دی کہ رسول اللہ نے هجر کی مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔

فهرس الأحاديث

أ) القولية

الرقم	طرف الحديث
(٢٧)	إذا سمعتم به بأرض فلا تدخلوا عليه . . .
(٢٢)	إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه . . .
(٤)	إذا صلَّى أحدكم فشكَّ في النقصان . . .
(٢٠)	إن شهر رمضان شهر افترض الله صيامه . . .
(١٩)	إن الله جل وعز فرض صيام رمضان . . .
(٤٦)	إن من أصحابي من لا يراني بعد موتي . . . (أم سلمة)
(١٣)	إن هذا الوجع أو هذا السقم عذب به الأمم . . .
(٧) و (٨) و (٩)	أولم ولو بشارة . . .
(٢١)	بارك الله لك فيما أعطيت . . .
(٣٩) و (٢٨)	ثلاث تحت العرش يوم القيمة، القرآن . . .
(٤٢) و (٤١)	ثلاث والذي نفس محمد بيده إن كنت حالفاً . . .
(٣٥) و (٣٤) و (٣٣)	سنوا بهم سنة أهل الكتاب . . .
(١٢)	شهدت وأنا غلام حلقاً مع عمومتي . . .
(١٥)	قال: أنا الرحمن وهي الرحيم . . .
(١٦) و (١٧)	قال ربكم: أنا الله الذي خلقت الرحم . . .
(١٨)	قال الله: أنا الله وأنا الرحمن، خلقت الرحم . . .
(٣٧)	قال الله: أنا الرحمن والرحم مني . . .



- (٣٨) قال الله: أنا الرحمن وهي الرحيم . . .
- (٢٤) كلا كما قتله . . .
- (٣٠) كيف صنعت في استلامك الحجر . . .
- (٣١) كيف صنعت في استلامك الركن الأسود . . .
- (٣٢) كيف صنعت في الركن . . .
- (٤٧) اللهم اذهب عنه ما يجد . . .
- (١٤) لبسته عند من هو خير منك . . .
- (٥) لقد لبستها مع من هو خير منك . . .
- (١) هذا كتاب من رب العالمين فيه أسماء أهل الجنة . . .
- (٤٣) و (٤٤) لا يغلبكم الأعراب على اسم صلاتكم . . .
- (٤٨) لا يقص إلا أمير . . .
- (٤٩) لا يقص إلا مأمور . . .

(ب) الفعلية

الرقم	طرف الحديث
(١٠)	أن عبد الرحمن بن عوف والزبير بن العوام ش Kirby القمل إلى . . . (أنس)
(٤٠)	كان النبي ﷺ يأتي الحاجة فيدعوني . . . (بلال)
(٣٦) و (٥٢)	لم يكن عمر يأخذ من المجوس الجزية حتى شهد عنده عبد الرحمن . . .



فهرس الآثار

الرقم

طرف الآخر

- (١١) ألم يكن مما أنزل علينا: "جاهدوا كما جاهدتم أول مرة" . . . (عمر بن الخطاب)
- (٣) أن عمر بن الخطاب إنما انصرف بالناس من حديث عبد الرحمن . . . (سالم بن عبد الله)
- (٦) أن عمر رجع بالناس من سرغ . . . (سالم بن عبد الله وعبد الله بن عامر)
- (٥١) أن النبي ﷺ قبره أربعة . . . (الشعبي)
- (٤٥) إني والله ما فررت عن رسول الله ﷺ يوم حنين . . .
- (٥٠) خرج عمر إلى الشام فلما كان بسرغ . . . (الزهري)
- (٢٣) خلياً عنه ، فإنه ممن كتبت له السعادة . . .
- (٢٦) قتل مصعب بن عمير وكان خيراً مني . . .
- (٢) اللهم اغفر لي رجوعي من سرغ . . . (عمر)
- (٢٩) مارأيت كاليوم ، أمالكم حاجة في اللبن . . . (أمية بن خلف)
- (٢٥) يا عبد الإله ، من الرجل منكم المعلم بريشة في صدره . . . (أمية)





فهرس الأعلام

أولاً: الأسماء

أبيان بن يزيد العطار [٣٧]

إبراهيم بن سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن [٦، ٢٦]

إبراهيم بن عبد الله بن قارظ [٣٨، ٣٧]

أبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف [٢٣، ٢٤، ٢٥]

أحمد بن محمد بن أيوب [٦]

الأحنف بن قيس [٣٦]

أسامة بن زيد [٤٧]

إسحاق بن إسماعيل الطالقاني [٤، ٢، ١٣، ١٨، ٢٢، ٢٧، ٣٥، ٣٦، ٣٨، ٤٨، ٥٠]

إسماعيل بن أبي خالد [٥١]

إسماعيل بن مسلم المكي [٤]

أممية بن خلف [٢٥، ٢٩]

أنس بن مالك [٧، ٨]

بجالة بن عبدة [٣٦، ٥٢]

بشير بن عقبة الناجي [١٩]

بلال بن رياح [٤٠]

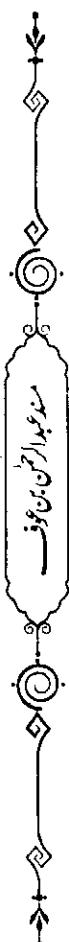
جابر بن زيد [٣٦، ٥٢]

جيبر بن مطعم [١٢]

جرير بن عبد الحميد [٤٨، ٤٩]

جزء بن معاوية [٣٦]

عصر بن عون [٢٧، ٢]



جعفر بن محمد بن علي بن الحسين [٣٥، ٣٤، ٣٣]

حاتم بن إسماعيل [٣٥]

الحسن بن عبد الرحمن بن عوف [٢٩، ٢٨]

حماد بن زيد [٣٢]

حماد بن سلمة [١٥]

حمزة بن عبد المطلب [٢٦، ٢٥]

حميد بن الأسود [٤٧]

حميد الطويل [٨، ٧]

حميد بن عبد الرحمن بن عوف [٢٧]

خالد بن عبد الله [١٢]

خلف بن هشام [٣٢]

داود بن عمرو [١١]

الزبير بن العوام [١٠]

سالم بن عبد الله بن عمر [١٣، ٦، ٣]

سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن [٢٦، ٢٥]

سعد بن الربيع [٨، ٧]

سفيان بن حسين [١٧]

سفيان بن سعيد الثوري [٧، ٨، ١٤، ٣٠، ٣٣، ٥٠]

سفيان بن عيينة [١٨، ٣٦]

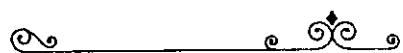
سليمان بن كثير [٢٣، ١٧، ١٦]

سليمان بن مهران الأعمش [٤٦، ٤٥]

شريك بن عبد الله [١٥]

شعبة بن الحجاج [٥١، ٤٠]

شقيق بن سلمة [٤٦، ٤٥]



صالح بن إبراهيم بن عبد الرحمن [٤٢]

العاصم بن عبيد الله [٥٥]

العاصم بن علي الواسطي [١٣١]

عامر بن شراحيل الشعبي [١٥١]

عباد بن عبد الله بن الزبير [٢٩]

عبد الله بن إدريس [٢٥، ٢٩]

عبد الله بن الزبير [٢٩]

عبد الله بن سلمة [٤٤]

عبد الله بن عامر بن ربيعة [٥، ٦، ١٣]

عبد الله بن عباس [١، ٤]

عبد الله بن عبد الله بن الحارث [١]

عبد الله بن عبيد الله بن أبي مليكة [١١]

عبد الله بن عمرو [٢]

عبد الله بن قارظ [٣٨]

عبد الله بن مسلمة القعبي [٣، ٣١، ٣٤]

عبد الحميد بن عبد الرحمن بن زيد [١]

عبد الرحمن بن أبي بكر [٢٩]

عبد الرحمن بن إسحاق [١٢]

عبد الرحمن بن القاسم بن محمد بن أبي بكر [١٤]

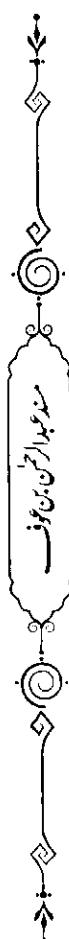
عبد العزيز بن أبي رواد [٤٣، ٤٤]

عبد الملك بن معن المسعودي [٤٥]

عبيد الله بن عبد الله عتبة [٤]

عبيد الله بن عمر القواريري [٤٤، ٤٤، ٢٨]

عثمان بن أبي شيبة [٤٩]



عثمان بن عفان [٤٥]

عروة بن رويه [٢]

عروة بن الزبیر [٣٠، ٣١، ٣٢]

عمر بن الخطاب [١، ٢، ٣، ٤، ٥، ٦، ١١، ١٣، ١٤، ٢٢، ٢٧، ٣، ٣٥، ٣٦]

[٥٢، ٥٠، ٤٦]

عمرو بن أبي سلمة [٤٢، ٤١، ٢١]

عمرو بن أوس الثقفي [٣٦]

عمرو بن دينار [٣٦، ٥٢]

غيلان الثقفي [٤٤]

الفضل بن دكين [٣٠، ٣٣]

القاسم بن كثير [٤٨، ٤٩]

القاسم بن محمد بن أبي بكر [٢، ١٤]

قتادة بن دعامة [١٠]

كثير بن عبد الله اليشكري [٢٨، ٢٩]

كعب الأحبار [٤٨، ٤٩]

مالك بن أنس [١، ٣، ٣١، ٣٣]

محمد بن إسحاق [٦، ٢٥، ٢٩]

محمد بن جبیر [١٢]

محمد بن جعفر الورکانی [٢٦]

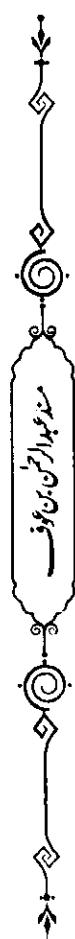
محمد بن خازم [٤٦]

محمد بن سعید بن الأصفهاني [٥]

محمد بن شهاب الزهری [١، ٣، ٤، ٦، ١٢، ١٣، ١٦، ١٧، ١٨، ٢٣، ٢٧، ٥٠]

محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة [١٣]

محمد بن عبد الملك بن معن [٤٥]



- محمد بن علي بن الحسين [٣٣، ٣٤، ٣٥]
 محمد بن عمرو [١٥، ٢٢]
 محمد بن كثير [٨، ١٦، ٢٣]
 مسدد بن مسرهد [٢١، ٤٢٢٤، ٤٧]
 مسلم بن إبراهيم [١٧، ١٨، ٢٠، ٣٨، ٥١]
 المسور بن مخرمة [١١]
 مصعب بن الزبير [٣٦]
 مصعب بن عمير [٢٦]
 مطرف بن طريف [٤٩، ٤٨]
 معاذ بن عفراة [٢٤]
 معاذ بن عمرو [٢٤]
 معاوية بن أبي سفيان [٤٨]
 نافع بن عمر [١١]
 نصر بن علي الجهمي [٢٠]
 النضر بن شيبان [١٩، ٢٠]
 هشام الدستوائي [٣٨]
 هشام بن سعد [٢٢، ٢٧]
 هشام بن عروة [٣٠، ٣١، ٣٢]
 همام بن يحيى [١٠]
 الوضاح بن عبد الله اليشكري [٢١، ٤١، ٤٢]
 وكيع بن الجراح [٤٣]
 وهب بن بقيسة [١٢]
 يحيى بن أبي كثير [٣٧، ٣٨]
 يزيد بن هارون [٤، ٢٨]



يعلى بن عبيد [٢٢]

يوسف بن بهلوول [٢٩ ، ٢٥]

يوسف بن الماجشون [٢٤]

ثانية الكنى :

أبو بكر بن أبي شيبة [٤٦ ، ٤٣ ، ٤٥]

أبو بكر بن حفص [٤٠]

أبوجهل [٢٤]

أبو حذيفة [٧]

أبو الرداد الليثي [١٥ ، ١٥ ، ١٧ ، ١٦]

أبو سلمة بن عبد الرحمن [١٥ ، ١٦ ، ١٨ ، ١٧ ، ١٩ ، ٢٠ ، ٢٢ ، ٢٢]

أبو سلمة التبوزكي [٩ ، ١٥ ، ٣٧]

أبو الشعثاء [٣٦]

أبو عبد الله مولى أبي مرة [٤٠]

أبو عبيدة بن الجراح [١ ، ١١ ، ٢٢ ، ٢٧]

أبو عقيل [١٩]

أبو عوانة [٤١ ، ٤٢ ، ٤١]

أبو معاوية [٤٦]

أبونعيم [٣٣ ، ٣٠]

أبو الوليد الطيالسي [١٠ ، ١٥ ، ٤٠]

أم سلمة [٤٦]

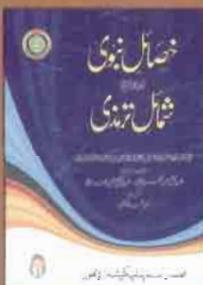




انصار السنہ پبلیکیشنز

کے زیر اہتمام

سلسلہ خدمۃ الحدیث النبوی
کے عروض سے شائع کردہ
خوبصورت اور معیاری مطبوعات
اردو زبان میں پہلی مرتبہ
ترجمہ، شرح اور تحقیق و تجزیع کے ساتھ



اسلامی اکادمی

اقضل مارکیٹ، 17۔ اردو بازار اسلام آباد ہو رون: 042-37357587